مکتوبات

جناب شبیر شاہین رحمۃ اللہ علیہ

از خلفائے

حضرت محمد نور الدین اویسی امینی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

ریاض احمد خیال اویسی

شعبہ نشرواشاعت
سلسلہ اویسیہ ایبٹ آباد (ہزارہ) پاکستان
بھمبر آزاد کشمیر

مکتوبات

جناب شبیر شاہین رحمۃ اللہ علیہ

از خلفائے

حضرت محمد نورالدین اویسی امینی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

رِیاض احمد خیال اویسی

شعبہ نشرواشاعت
سِلسلہ اویسیہ ایبٹ آباد (ہزارہ) پاکستان
بھمبر آزاد کشمیر

سلسلہ اویسیہ پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں

نام کتاب : مکتوباتِ شبیر شاہینؒ

ایڈیشن : اول

طباعت : مارچ 2023

ناشر : شعبہ نشر واشاعت سلسلہ اویسیہ
ایبٹ آباد۔ بھمبر (آزاد کشمیر)

برائے رابطہ

(۱) ریاض احمد خیال اویسی بھمبر آزاد کشمیر
فون: 03007424574,03451566483

(۲) محمود احمد طائر پلاہل کلاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر
فون: 03465259352

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

خطوط بادی النظر میں نجی معاملہ (Personal Matter) ہوتا ہے۔ عام قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھران کو شائع کرنے کا کیا مقصد ہے؟ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اولاً سلسلہ اویسیہ کے احباب بالعموم اور قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ اوران کے جلیل القدر خلیفہ جناب شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مند بالخصوص ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کے خواہشمند ہیں۔ شبیر شاہین صاحب کے یہ خطوط ہر دو اصحاب کی زندگی کے ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔

ثانیاً شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات آداب پیری، آداب مریدی کا ایک انمول سبق ہیں۔ بلکہ مختصراً یہی کہا جاسکتا ہے۔ کہ آداب مریدی سیکھنا ہو تو شبیر شاہینؒ سے سیکھئے۔ نیز پیر کی کرم نوازیوں جن کا عموماً ادراک نہیں ہوتا شاہین صاحب ان کو بڑے ہی موثر انداز میں واکرتے جاتے ہیں۔

ثالثاً طریقت کے ایسے گوشوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ جن سے عموماً پہلوتہی کی جاتی ہے۔ یا

ع خاصاں دی گل عاماں اگے نیں مناسب کرنی

سمجھ کر خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ یہ خطوط یقیناً قاری کو اپنے سحر میں مسحور کرلیں گے۔ کہ وہ وقتی طور گرد و پیش سے بے خبر ہو کر محسوس کرے گا کہ بالواسطہ اسے طریقت کے علم کے دریا کو کوزے میں بند کر کے پیش کیا جارہا ہے۔ اور یہ بات باعث حیرانی ہوگی۔ کہ وہ ان باتوں سے کیوں نابلد رہا جن کا جاننا ایک عام قاری اور بالخصوص طریقت سے شغف رکھنے والے کیلئے ضروری ہے۔ مختصراً یہ خطوط طریقت کے بعض ان پہلوؤں تک رسائی فراہم کرتے ہیں جو عموماً نظروں سے مستور رہتے ہیں۔

رابعاً فنافی الشیخ کے فلسفہ کی عمدہ تفسیر ہیں۔ ان خطوط سے جناب شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے پیر جناب

محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ سے عشق ومحبت اور وارفتگی دیکھ کرانسان دنگ رہ جاتا ہے۔یقیناً آپ نے طریقت کی اتھاہ پالی۔

خامساً محترم شاہین صاحب نثر میں شاعری کرتے ہیں۔آپ کو تحریر۔الفاظ کے چناؤ اور انکے استعمال کا خداداد ملکہ حاصل تھا۔بعض اوقات محسوس ہوتا ہے۔کہ الفاظ کا اصل مفہوم اور استعمال ہی یہی تھا۔اور قاری ایسا سحر زدہ ہوتا ہے۔کہ اسے گردوپیش کی سُدھ بُدھ ہی نہیں رہتی۔اور وہ بے خودی میں شرابِ معرفت کے جام کے جام پیئے جاتا ہے۔

''مکتوباتِ شبیر شاہینؒ'' جناب شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر تعارف اور بتیس (32) عدد خطوط پر مشتمل ہے۔خطوط میں سے تیس (30) خطوط محترم شبیر شاہین صاحب کے اپنے پیر (بقول ان کے آقا ومولا، والی وملجیٰ، مولائی ومرشدی، پیرِ بے نظیر، شہنشاہِ مکرم) جناب محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے حضور ہیں۔ایک خط انکے انتہائی عزیز اور قریبی دوست شیخ محمد مسعود اصغر صاحب کے نام ہے۔جبکہ ایک محترم قمر ندیم صاحب کے نام ہے۔

میں محترم شیخ مسعود صاحب اور قمر ندیم صاحب کا انتہائی مشکور وممنون ہوں۔کہ انہوں نے محترم شاہین صاحب کے خط مرحمت فرمائے۔تعارف کی تدوین کیلئے میں بالخصوص محترم بشیر صاحب مدظلہ العالی، محترم شہباز صاحب، محترم محمد عالم صاحب''، محترم شیخ مسعود صاحب اور بالعموم دیگر احباب کا انتہائی شکرگزار ہوں۔کہ انہوں نے محترم شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق انکے پاس جو معلومات تھیں وہ بہم پہنچائیں۔حسب معمول میں محترم محمود احمد طائر صاحب کی محبت اور خلوص کا شکرگزار ہوں۔کہ ان کی محنت اور راہنمائی کے بغیر یہ سب کچھ ممکن نہ تھا۔اللہ رب العزت انہیں جزائے خیر دے۔اور معرفت میں اکمل کرے۔آمین ثم آمین۔قارئین کی تجاویز اور راہنمائی کے لئے منتظر رہوں گا۔

احقر

ریاض احمد خیال اویسی

یکے از غلامانِ حضرت محمد نورالدین اویسیؒ

محررہ: 27مارچ2023ء

مختصر تعارف

حضرت غلام شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور سلسلہ اویسیہ کے ایک درخشاں ستارے ہیں ــــ ان کا اپنے پیر سے عشق مثالی تھا۔ وہ فنائے الشیخ ۱ کی روشن مثال تھے۔ آپ کا مزار مبارک چنیوٹ میں ہے۔ اور مرجع الخلائق ہے۔ ان کی مرتبت اور شان کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ باطن میں تو جوان کو اعلیٰ و ارفع مقام حاصل تھا وہ تھا ہی لیکن قبلہ و کعبہ نے ظاہر میں بھی ان کو اتنی شان دی کہ بیماری اور ضعف کے باوجود انتہائی کوشش۔ دل جمعی اور محبت سے ایک قلیل مدت میں آپکا خوبصورت مزار خود بنوایا ــــ اور جب وہ مکمل ہو گیا تو انتہائی نقاہت اور بیماری کے باوجود طویل فاصلہ طے کر کے مع اپنے چیدہ احباب کے وہاں تشریف لے گئے۔ اور پھر اسکے بعد جلد ہی اس

---

۱ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ ''فنائے شیخ'' اور ''حُب'' کے فلسفہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ پیر اکمل سے اپنی محبت وقف کر دو۔ تم اس میں گم ہو جاؤ۔ تو ایسے ہو گا جیسے قطرہ سمندر سے ہمکنار ہوا ــــ پھر تمہیں اس سمندر سے کوئی نکال نہیں سکتا ــــ ہاں۔! یہ بتا دوں۔ کہ محبت کیا شے ہے ــــ! محبت پیر اکمل سے محبت ــــ! جب پیر اکمل کو دل میں بسایا۔ تو تمہارے دل کا کوئی کونا ایسا نہ ہو۔ جو نورِ پیر سے خالی رہے ــــ جب کوئی کونا خالی نہ رہا ــــ تو اس میں کسی خواہش کو داخل ہونے کی گنجائش نہیں۔ جب خواہش باقی نہ رہی۔ تو محبت کے صلہ میں تمہاری کوئی طلب باقی نہ رہیگی ــــ جب طلب باقی نہ رہی۔ تو پھر کیا مانگو گے ــــ کچھ نہیں۔ تمہارا عمل۔ تمہاری محبت۔ بے مقصد ہو جائیگی۔ تمہارے ذہن میں کوئی طلب باقی نہ رہے۔ تم اس سے مشاہدہ ذات الٰہی نہ مانگو ــــ اگر مانگا تو جانو۔ تمہاری ''حب'' کامل نہیں۔ حُب کرو۔ تو کامل کرو ــــ! اس حال میں کہ تم اپنی ذات سے بے خبر۔ اپنی دنیا سے بے خبر ــــ کائنات سے بے خبر ــــ ذات کے وصال سے بے خبر ــــ حُب سے ایسا درد پیدا کرو۔ جس درد کے بغیر تمہاری زندگی بے لذت ہو جائے ــــ درد ــــ فراق ــــ دونوں ایک ہی کیفیتیں ہیں۔ فراق ہو تو حُب درد بن جاتی ہے۔ یہی درد اور درد بھری ــــ آہ! اصل عبادت۔ اصل حُب ہے۔ جب تک یہ آہ! میسر نہیں تمہارا عمل۔ تمہاری حُب کامل نہیں ــــ یہ آہ۔ پیر اکمل کے تصور میں پنہاں ہے ــــ

دارِ فانی سے پردہ فرما گئے۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرماتے کہ دنیا میں دیگر سلاسل کے اولیاء کرام کے روضے۔ زیارتیں۔ درگاہیں مشہور عام اور مرجع الخلائق ہیں۔ لیکن سلسلہ اویسیہ کا کوئی ظاہر نشان نہیں ــــــ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا روضہ نہ ظاہر ہے نہ معروف۔ اسی طرح حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت سے سلسلہ اویسیہ کے اولیاء سے سلسلہ اویسیہ کا فیض جاری ہے۔ مگر ان کی حقیقی ہیئت معروف نہیں ــــــ اب چنیوٹ میں یہ سلسلہ اویسیہ کا ظاہر اً نشان ہوگا۔ جہاں سے حقیقی دینِ محمدیؐ کی ترویج چار دانگ عالم میں ہوگی۔ آپ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ ایک وقت آئے گا یہاں اتنا اژدہام ہوگا کہ جگہ نہیں ملے گی ــــــ بے حد و حساب خلقِ خدا کا ادھر رجوع ہوگا۔ اور وہ یہاں سے فیض اویسی سے مستفید ہوں گے۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حصولِ فیض کے دو معروف طریقے ہیں۔ ایک تو آدمی حاصل کرتا ہے۔ یعنی مانگتا ہے اور پالیتا ہے۔ لیکن مانگنے میں مانگنے والے کی اپنی استطاعت اور اہلیت کا عمل دخل ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی استطاعت اور اہلیت کے مطابق مانگتا ہے ــــــ لیکن اس کے مقابلہ میں دوسرے طریقے "عطا" کی بات ہی اور ہے۔ کیونکہ اس میں معاملہ مانگنے والے کا نہیں بلکہ سخی کا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ تو اپنے مرتبہ۔ شان اور اپنے حساب سے دیتا ہے۔ اور یقیناً بے حساب دیتا ہے ــــــ آپ نے فرمایا "شبیر شاہین کا بھی یہی معاملہ تھا۔ اُس نے مانگا نہیں بلکہ اُس کو عطا کیا گیا ــــــ وہ ولی اکمل تھا۔ وہ اقطاب کی مجلس میں شامل تھا۔ اس کے ذمہ دین کی ترویج و اشاعت کی گئی" ــــــ

جناب شبیر شاہینؒ عطا کے اس فلسفہ کی حقیقت کا بکمال ادراک رکھتے تھے۔ محترم شیخ مسعود صاحب کو ۲۶ جون ۱۹۸۹ء کو یہ فلسفہ سمجھاتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ "بس اتنا سمجھ میں آیا۔ کہ اگر خود مانگا جائے تو عطا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ مانگنے والے کی مانگنے کی استطاعت محدود ہے۔ لہٰذا اگر شہنشاہ کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے بے پناہ خزانوں کے منہ کھولتے ہیں۔ تو اپنے معیار کے پیش نظر عطا کا حد و حساب سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ جب وہ عطا فرماتے ہیں۔ تو بے حد و حساب! اس لئے مانگ کر اپنا

ہی ''نقصان'' ہے۔ کہ مانگنے سے جو ملتا ہے۔ وہ محدود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے بازو اور ہاتھ پھیلا کر شہنشاہ کی بارگاہ میں سر جھکائے بیٹھے رہیں۔ تو عطا کا سمندر چونکہ لامتناہی ہے۔ اس لئے لامتناہی طریقہ سے ملتا بھی ہے۔''

غلام شبیر شاہینؒ کے آباؤ اجداد چنیوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء کو غلام رسول صاحب جو کہ ایک فقیر منش آدمی تھے کے گھر پیدا ہوئے ___ اپنی تعلیم امتیازی حیثیت سے مکمل کرنے کے بعد آپ نے بحیثیت لیکچرار کیمسٹری پانچ سال تک اسلامیہ کالج چنیوٹ اور اسلامیہ کالج سول لائن لاہور میں فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۸ء میں ایمپلائمنٹ ووچر سکیم کے تحت انگلینڈ تشریف لے گئے۔ پہلے شفیلڈ میں اقامت گزیں ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں وہاں سے بلیک برن آ گئے۔ اور اسی کو اپنا مستقل مسکن بنایا ___ آپ وہاں زیادہ عرصہ تدریس کے پیشہ سے (Pleckgate School میں) منسلک رہے۔ صحافت سے بھی شغف تھا۔ اسی دوران ایجوکیشنل ایڈوائزر اور اعزازی مجسٹریٹ کے قابل عزت عہدوں پر بھی فائز رہے۔ آپ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔

جناب شبیر شاہینؒ کی گھٹی میں عشق رسولؐ پڑا ہوا تھا۔ طریقت و روحانیت سے لگاؤ اور دلچسپی اور حقیقت کی جستجو و تلاش بھی ابتدا ہی سے تھی ___ یہی دلچسپی آپ کو سائیں مولا بخش صاحب تک لے گئی۔ وہ مخصوص علم۔ نفسیات اور گفتگو کے فن کے ماہر تھے۔ شاہین صاحب جلد ہی انکے گرویدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سوچا کہ انہیں انگلینڈ ہی منگواتے ہیں۔ تا کہ جہاں کچھ عرصہ انہیں انکی خدمت اور ان سے کماحقہٗ مستفید ہونے کا وافر موقع ملے گا۔ وہاں انکا حلقہ احباب بھی انکے پیر سے مستفید ہو ___ آپ نے تین مہینے کے ویزا پر ٹکٹ بھیج کر انہیں منگوالیا ___ یہ غالباً ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ آپ نے نہ صرف اپنے پیر کا اپنے حلقہ احباب میں تعارف کرایا۔ بلکہ بارغبت۔ بزور دوست اور احباب کو ان سے بیعت کرایا ___ ان میں شیخ مسعود صاحب اور انکی بیگم بھی شامل تھے ___ شاہین صاحب کے گھر سائیں صاحب کی محافل منعقد ہونے لگیں۔ جن میں کثیر تعداد میں لوگ جن میں غیر مسلم بھی شامل تھے۔ شریک ہوتے۔ لیکن جلد ہی حقیقت الحال۔ انکے مقاصد۔ اور انکا فلسفہ صلح کل سامنے آ گیا۔ تو نہ صرف جتنی ان سے محبت تھی اتنی ہی نفرت ہوگئی۔ بلکہ پیروں اور صاحبِ روحانیت حضرات پر

سے انکا اعتقاد بھی ختم ہو گیا ـــــ

جناب شبیر شاہین صاحب اس دور کے حوالہ سے اپنی کیفیت کو قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں رقمطراز ہیں "اور پھر "مشٹنڈوں" کے خلاف نفرت کو جلا ملتی اور ان کو ڈھونڈ کر ان پر برستا رہتا تھا۔ اُن "نام نہاد" ولیوں سے دفاع کا ڈھنگ تو سیکھ لیا مگر حقیقی علم۔ رموز و اسرار اور متعلقہ آداب سے قطعی نابلد رہا۔ اور انہی وجوہات نے جہاں فطرت میں بے اعتمادی کو راسخ کیا وہیں ایک بے باک اور لاپرواہ طبیعت بھی میسر آ گئی۔ اس محاذ پر پسپائی سے گریز نے میری صلاحیتوں کو (اب معلوم ہوا) منفی بنیادوں پر مستحکم کرنا شروع کر دیا۔"

جناب شبیر شاہین صاحب اس دور میں اچانک سلسلہ اویسیہ سے محترم محمد بشیر صاحب مدظلہ العالی کے ذریعہ متعارف ہوئے۔ ان دونوں حضرات کا ایک دوسرے سے غائبانہ تعارف تو تھا۔ لیکن پہلی دفعہ بالمشافہ ملاقات ۱۹۷۹ء میں ایک مشترکہ دوست کے گھر ہوئی۔ شاہین صاحب محفل پر چھا جانے والی شخصیت کے مالک تھے۔ تقریر اور گفتگو کا انہیں خداداد ملکہ حاصل تھا ـــــ وہاں وہ معجزہ اور کرامت پر گفتگو فرما رہے تھے ـــــ وہی مروجہ بات کہ نبی کے ہاتھ سے سرزد ہو تو معجزہ ہوتا ہے اور ولی سے سرزد ہو تو کرامت ہوتی ہے ـــــ محمد بشیر صاحب نے اپنے مخصوص دھیمے انداز میں اس میں یہ اضافہ فرمایا۔ کہ بات ایک ہی ہوتی ہے۔ ولی بھی اُسی طاقت سے اسکا صدور کرتا ہے جس سے کہ نبی کرتا ہے ـــــ شاہین صاحب چونکہ حقیقتِ حال اور اصل کیفیت سے واقف نہ تھے۔ اسلئے بہت جز بز ہوئے ـــــ اس ملاقات کے چار ہفتے بعد اتفاقاً پھر ملاقات ہو گئی۔ شبیر شاہین صاحب حسبِ معمول موثر کن انداز میں گفتگو بلکہ تقریر فرما رہے تھے ـــــ موضوع اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ تھا۔ "اولی الامر"[1] انکے نزدیک قرآن تھا ـــــ چونکہ سائیں صاحب والے معاملہ سے وہ

---

[1] قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے "اولی الامر" کے بارے میں بتایا کہ یہ جو عام تصور ہے کہ اس سے مراد حکمران ہوتے ہیں وہ نہیں بلکہ اس سے مراد وہ خاص جماعت ہے جسے مشاہدۂ باطن حاصل ہوتا ہے اور وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر مامور ہوتے ہیں۔

پیروں سے الرجک ہو چکے تھے۔اسلئے وہ کہہ رہے تھے۔کہ میں کسی شخصیت۔ہستی کو نہیں مانتا۔''کتاب'' ہی سب کچھ ہے ـــــ محمد بشیر صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔کہ آپ کے ماننے نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔حقیقت تو حقیقت ہی ہوتی ہے ـــــ انہوں نے تصحیح کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ''اولی الامر'' کتاب نہیں بلکہ ایک بندہ۔ایک شخصیت ہوتی ہے۔جس کو''امر'' کا اختیار ہوتا ہے ـــــ شاہین صاحب نے بات کاٹ کر کہا کہ مجھے پتا نہیں۔میں اُسکو نہیں مانتا۔بشیر صاحب نے زور دیکر کہا کہ مجھے پتا ہے اسی لئے بتا رہا ہوں ـــــ اگر آپ چاہیں تو آپکو بھی باور کرایا جاسکتا ہے ـــــ شاہین صاحب نے کہا کہ میں نہیں مانتا۔آپ جو چاہیں کرلیں۔بشیر صاحب نے جذبات میں آکر کہا میں انشاء اللہ ثابت کرادوں گا ـــــ محمد بشیر صاحب نے قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی کتاب''شرح منازلِ فقر'' انہیں دی۔کہ آپ اسے پڑھیں۔باقی باتیں انشاء اللہ اگلی ملاقات پر ہوں گی ـــــ انہوں نے کتاب کو سرسری طور پر پڑھا ـــــ کتاب پر قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کا ایڈریس موجود تھا۔اپنی علمیت اور ذہانت کے زعم میں اپنے حساب سے بڑا عالمانہ ساخط لکھا جسے مختلف اشعار سے مزین کیا ـــــ قبلہ و کعبہ نے محمد بشیر صاحب کے ذریعہ جواب دیا کہ کسی شبیر شاہین نامی آدمی کا انگلینڈ سے خط آیا ہے۔اسے خط کا جواب پہنچا دیں۔آپ نے مزید لکھا کہ سوال کرنے والا''یونہی قسم'' کا آدمی ہے۔اُسے تو سوال کرنا بھی نہیں آتا ـــــ آپ نے جہاں اس خط میں شاہین صاحب کے سوالات کا مسکت جواب دیا۔وہاں انکی زندگی کے ان پوشیدہ گوشوں کو جنکا علم انکے سوا کسی اور کو نہ تھا۔کو بھی وا کیا ـــــ جب یہ خط محمد بشیر صاحب کو ملا۔تو انہوں نے شاہین صاحب کو ٹیلیفون کیا۔اور بتایا کہ تمہارے خط کا جواب آیا ہے لے جاؤ۔وہ آئے خط لے کر پڑھنا شروع کیا۔خط پڑھتے جاتے تھے۔اور انکی دنیا بلکہ تقدیر بدلتی جارہی تھی۔''انانیت'' کے غبارے سے ہوا نکلنے لگی۔اپنی نا سمجھی۔کم علمی۔کم عقلی پر ندامت و پشیمانی اور حقیقت کا ادراک ہونے لگا ـــــ خط ختم کر کے انہوں نے زار و قطار رونا شروع کر دیا ـــــ خط میں قبلہ پیر صاحب نے بشیر صاحب کو لکھا تھا۔اسے درود شریف دیں۔اور ہمارا وعدہ ہے۔کہ اسکو سب کچھ معلوم ہو جائے گا ـــــ ذرا نارمل ہوئے تو شاہین صاحب نے بشیر صاحب کو درود شریف پڑھانے کیلئے کہا ـــــ بشیر صاحب وہ اصل پرچہ جس پر قبلہ و کعبہ پیر صاحب نے اپنے دست مبارک سے درود شریف لکھ کر انہیں دیا تھا۔انکے

سامنے کیا اور کہا پڑھ لیں۔ جب انہوں نے پڑھا۔ تو انانیت کے سانپ نے پھر سر اُٹھایا۔ بزعم خود عربی زبان کے ماہر ١ تھے۔ اسلئے اس درود میں لفظ ''یا محمدؐ'' کے بارے میں کہا کہ گرائمر کے لحاظ سے فٹ نہیں۔ بشیر صاحب سمجھتے تھے کہ ''مارِ انانیت'' کی شکست خوردانہ حرکت ہے کہ ع بھڑکتی ہے شمع جب خاموش ہوتی ہے ___ اسلئے انہوں نے پیار سے کہا کہ فٹ ٢ ہے۔ اگر دو تین ماہ پڑھنے کے بعد پوچھتے تو شاید پوچھنے کی نوبت ہی نہ آتی ___ نہیں تو میں سمجھا دیتا ___ انہوں نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا کہ تم صبح سے پڑھنا شروع کر دو۔ جو اسکی وجوہات ہیں۔ وہ قبلہ پیر صاحب سے پوچھ لینا۔ شبیر شاہین صاحب گئے تو سہی لیکن اتنے مطمئن نہیں ___ گھر جا کر قبلہ و کعبہ محمد نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کو متذکرہ درود شریف کے بارے میں اعتراضات بھرا خط لکھا ___ آپ نے جواباً تفصیل سے گرائمر کی رو سے اشکال کی پورے طور پر وضاحت کی ___ کافی عرصہ رفعِ تشکیک اور یقین کی پختگی کیلئے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ اور دیکھ کر۔ پرکھ کر۔ یعنی علم الیقین نہیں۔ عین الیقین نہیں۔ بلکہ حق الیقین کے بعد انہوں نے اپنا سب کچھ قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کے سپرد کر دیا۔ وہ فنائے الشیخ کی ایک اعلیٰ و ارفع مثال تھے۔

آپ سمجھتے تھے کہ سب کچھ فنائے الشیخ ہی ہے۔ اسلئے اپنے آقا کے حضور التجا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''مجھے حبِ پیر مل جائے تو میرا مقصدِ حیات پورا ہو جائیگا۔ آپ کی خوشنودی کی مجھے سخت ضرورت ہے۔ یہ خوشنودی حاصل کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ حبِ پیر بھی اور خوشنودیٔ پیر بھی صرف اور صرف عطا ہو تو ہی ممکن ہے۔ یہ تو اعجازِ عطا ہے۔ میں حاصل نہیں کر سکتا بلکہ بھیک کی صورت میں حبِ

---

١ غلام شبیر شاہین صاحب عربی بڑی اچھی بول لیتے تھے۔ جب یہ پاکستان میں تھے تو کئی دفعہ عرب ممالک سے جو وفو آتے تھے۔ انکے ساتھ گفتگو کیلئے بطور مترجم اور گائیڈ کے کام کیا۔

٢ ایک دفعہ مولانا انور کاشمیری صاحب جو کہ بہت بڑے عالم اور صرف و نحو کے ماہر تھے کے سامنے ایک معترض نے یہ درودِ اویسی پیش کیا اور پوچھا کہ آپ بتائیں کہ کیا یہ گرائمر کے لحاظ سے درست ہے؟ ___ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ سوال کرنے والے نے بتایا کہ سید محمد نورالزمان صاحب عیسیٰ خیلوی (اس وقت آپ عیسیٰ خیلوی نسبت سے مشہور تھے) اسکی تعلیم دیتے ہیں ___ یہ سنکر مولانا صاحب نے کہا کہ اگر شاہ صاحب جو ایک بہت بڑے عالم ہیں بیان کرتے ہیں تو پھر لازماً گرائمر کے لحاظ سے درست ہوگا۔ کیونکہ وہ ضرور کسی جوازیت اور قاعدے کے تحت ہی کہتے ہوں گے۔

پیر کی عطا کا ملتجی ہوں۔''

ایک اور بار دل کی یہی التجائیں اور آرزوئیں الفاظ کا یوں روپ دھارتی ہیں۔''میرے بزرگ ومحترم پیر صاحب! مجھے آپ کی''حب''عطا ہے تو میں اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت تصور کروں گا۔.........میرے مرشد صاحب! مجھے براہِ کرم''حبِّ پیر'' سے مالا مال فرما دیں۔ میری جھولی میں اس جنس کی خیرات ڈال دیں تو میری فلاح ہوگئی۔''

اور یہ حقیقت ہے۔ کہ دعا کی توفیق کا اجابت سے قریبی تعلق ہے۔ فرماتے ہیں۔''پیر محترم! یہ حقیقت میرے روئیں روئیں میں، میرے خون کے ذرّے ذرّے میں رچی بسی ہے۔ کہ''عطا'' محض اور محض شیخِ مکرّم کی''خوشنودی'' سے ہی عطا ہوتی ہے۔ سائل کا کام درِ دولت پر آ کر دامن پھیلا کر اظہار طلب کرنا ہے۔ اس کے دامن میں کب، کتنا اور کیسے ڈالا جاتا ہے؟ اس سے وہ مطلق بے خبر ہوتا ہے۔''

لیکن جب طلب صادق ہو ــــ طالب شبیر شاہینؒ ہو ــــ عطا کرنے والے بحرِ جود وعطا محمد نور الدین اویسیؒ ہوں ــــ تو''عطا'' سے مطلق بے خبر بھی نہیں رہا جاتا۔ بلکہ کچھ کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔ جناب شبیر شاہینؒ کی زبانی اس کا احوال سنتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔''میں تو اپنے آقا و مولا کے جود وکرم کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں۔ کہ وہ کونسی گھڑی تھی کہ میں آپ کی بارگاہ سے وابستہ ہوا۔ کہ میری تقدیر کو پھر سے لکھ ڈالا گیا۔''

اس جود وعطا پر شبیر شاہینؒ خود حیران ہو کر پکار اٹھتے ہیں۔''یہ کہیں میرا خواب اور میرا وہم تو نہیں۔ کہ مجھ جیسا کمزور، بے وقعت، غلط کار اور ناکارہ انسان اس قدر انعامات سے بھی نوازا جاتا ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ میرا شہنشاہ عظیم ہے۔ اُن کی عطا، کرم اور اُن کی سخا میں کوئی کلام نہیں۔ بے یقینی اور Confusion ہوتی ہے۔ تو لینے والے کی کوتاہ دامنی اور سیاہ کاری کی وجہ سے! اور پھر اس بات پر کہ جب شہنشاہ دستِ کرم دراز فرماتے ہیں۔ تو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کس کی جھولی میں کیا ڈالا جا رہا ہے۔ بے پایاں کرم کی بارش تو شہنشاہِ مکرم کی صفت ہے۔ اس صفتِ جود وسخا میں میرا آقا و مولا یکتا ہے۔ تو پھر اپنی کوتاہ دامنی کا خیال جھٹک کر مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہوں۔''

اس حیرانی کے ساتھ ساتھ اپنی خوش بختی پر نازاں ہو کر فرماتے ہیں۔''میں جب بھی اکیلا

بیٹھتا ہوں۔تو سوچتا ہوں اپنی خوش بختی کی بابت! کہ مجھے (اپنے احباب کے ہمراہ) اس کائنات کے مالک، حاکمِ وقت، اولی الامر سے ان کی نوازشوں کے طفیل نسبتِ خاکِ پا عطا ہے۔جس میں کائنات کی پوری دولتیں شامل ہیں۔میرے آقا! آپ کے کرم میں کیا شک!''

اپنے رفیق اور دوست محترم شیخ مسعود صاحب کو بھی یہ بات سمجھاتے ہوئے حقیقت ومعرفت کے کئی باب چند لفظوں میں واکرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''میں اپنے مالک، اپنے شہنشاہ کے مقام کا ہرگز ادراک نہیں کرسکتا۔کہ میرا شہنشاہ ماورائے ادراک ہستی ہے۔وہ نائبِ رسولؐ ہیں۔وہ حضورؐ کے نہایت ہی منظورِ نظر شہنشاہ ہیں۔جن کے در سے عطا ہی عطا ہوتی ہے۔.........اپنے مولا وآقا کی غلامی کا پٹا تو ہمارے گلے میں ہے۔اس پٹے کی لاج ضروری رکھی جائے گی۔یہ پٹا ہی نسبتِ پیر ہے۔اللہ کرے ہم سب کیلئے وہ دن آئے کہ ہماری پہچان صرف اور صرف اپنے آقا ومولا کی نسبت سے ہی ہو۔اور میں جہاں بھی ہوں۔ہر طرف سے یہی صدا بلند ہو کہ یہ ہے۔شہنشاہِ دوعالم اور اپنے آقا ومولا کا غلام! کہ غلامی کی اس نسبت کا چرچا ہو''

انکا مشاہدہ اور کشف بڑا زبردست تھا۔انکی بات القائی ہوتی تھی۔ایک طالب کو پل بھر میں بامراد وبامشاہدہ کردیتے تھے ــــــ ایک محفل میں انکی ملاقات صابر رضا صاحب سے ہوئی ــــــ گفتگو کا سلسلہ چھڑا۔آپ نے سلسلہ اویسیہ کی خصوصیات پر روشنی ڈالی ــــــ انہیں درودِ اویسی دیا۔ایک دن موج میں آئے۔صابر رضا صاحب کو بٹھا کر توجہ دی۔وہ لمحوں میں بامشاہدہ ہوگئے۔ان کے بھائی بابر صاحب نے رشک اور حسرت سے اظہار کیا کہ میرا کیا بنے گا۔کہتے ہیں کہ ع رحمت کو بس ایک بہانہ چاہیے ــــــ انہوں نے جلال میں آکر کہا تم بھی بیٹھو ــــــ توجہ دی اور انہیں بھی بامشاہدہ کردیا ــــــ شیخ مسعود صاحب کے صاحبزادے فیصل کو توجہ دیکر اسکا مشاہدہ صاف (Clear) کردیا ــــــ کس کس کا ذکر کروں۔ لاتعداد افراد انکے ذریعہ سے فیضِ اویسی سے مستفید ہوئے۔

آپ کی توجہ اور صاحبِ لفظ ہونے کے متعدد واقعات میں سے ایک چھوٹا سا واقعہ کچھ یوں ہے۔کہ ایک دفعہ آپ پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ایک روز جب آپکے ایک عزیز کام پر جانے لگے۔تو شاہین صاحب نے کہا۔آج بڑی شدید گرمی ہے۔آپ نے سورج کی طرف دیکھا اور فرمایا

''اسے کہو اب بس کرو بڑی ہوگئی۔''انہوں نے کہا'' شاہین صاحب توبہ توبہ کرو۔'' آپ نے فرمایا اس میں توبہ کی کیا بات ہے۔ ہر چیز اللہ نے انسان کے تابع کی ہے ـــــ وہ صاحب کچھ نہ سمجھے۔ اپنے کام پر روانہ ہو گئے۔ ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا۔ کہ زبردست بارش شروع ہو گئی۔ وہ ایک گھنٹہ بعد واپس آ گئے۔ کہ اتنی بارش ہے کہ کام پر نہ جا سکے ـــــ شاہین صاحب نے انکی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اب بھی نہ مانو کہ اللہ نے بندے کو کیا کیا نہیں دیا ـــــ

شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ ایک برہنہ تلوار تھے۔ وہ نہ جھجکتے تھے اور نہ کسی سے ڈرتے تھے ـــــ بڑی حساس اور جذباتی طبیعت پائی تھی ـــــ ایک دفعہ ہسپتال میں زیر علاج تھے ـــــ وہاں آپ نے ایک مریض بڑا ہی پریشان اور مغموم دیکھا۔ پوچھا کیا پریشانی ہے؟ اس نے اپنی پریشانی اور مغمومیت کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ میڈیکل بورڈ نے میرا چیک اپ کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ تمہیں کینسر ہے ـــــ انہوں نے تین دن کے بعد دوبارہ آنے کا کہا ہے۔ کہ تب وہ حتمی فیصلہ (Final Decision) دیں گے ـــــ اسکی پریشانی اور بے چارگی دیکھ کر شاہین صاحب جوش میں آ گئے ـــــ آپ نے فرمایا تمہیں کوئی کینسر نہیں ـــــ آپ نے اسے درود شریف اویسی پڑھایا اور کہا گھر جا کر بکثرت پڑھنا۔ اللہ کرم کرے گا۔ ایک ولی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کب جھوٹے۔ خطا ہو سکتے ہیں ـــــ تین دن کے بعد فائنل چیک اپ کیلئے وہ آیا تو بورڈ نے Declare کیا کہ تم بالکل تندرست ہو ـــــ ایسے لاتعداد واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں ـــــ کہ ایسی ناسوتی کرامات کا ظہور قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے عام مریدوں سے ہوتا رہا۔ شبیر شاہین صاحب کی تو شان ہی بڑی نرالی تھی ـــــ لیکن قبلہ وکعبہ پیر صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں آپکے فیض یافتگان انکو اہمیت نہیں دیتے۔ کیونکہ حقیقی فقیری کا تعلق عالم ناسوت سے نہیں عالم ملکوت سے ہے ـــــ ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ کہ آپکے معمولی اور عام ـــــ عام اور معمولی تو سلسلہ میں کوئی نہیں ـــــ نئے مرید سمجھ لیں۔ بھی ایک مبتدی کو درود شریف دیکر بامشاہدہ کرتے رہے اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔

آپ نے اپنے آپ کو تبلیغ وترویج دین محمدیؐ کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ انکا مشاہدہ اور کشف بڑا زبردست تھا۔ انکی بات القائی ہوتی تھی۔ انکی توجہ بڑی پُر اثر تھی۔

قانون فطرت ہے ___ ارشادِ ربانی ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط (پارہ ۲ سورۃ ۲ آیت ۱۵۵) ___ خواص کیلئے یہ تکالیف اور آزمائشیں بلندی مراتب کا پیام ہوتی ہیں ___ شاہین صاحب بھی عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے۔ مرضی محبوبِ حقیقی جان کر اسے گلے سے لگالیا ___ لیکن یہ اور باقی جسمانی عوارض و تکالیف آپکی تبلیغ میں حائل نہ ہوئیں بستر علالت پر بھی جب ہسپتال میں داخل ہوتے۔ تو تب بھی اپنے مشن کو فراموش نہ کرتے ___

اُنکا ایمان و یقین بڑا محکم اور کامل تھا ___ حقیقت کا با مشاہدہ علم رکھتے تھے ___ دسمبر ۱۹۸۹ء میں قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کو اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں "چند ماہ قبل میں اپنی بیماری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اور علاج کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سوچتے سوچتے مراقبہ کرنے بیٹھا۔ تو تھوڑی دیر بعد اپنے آپ کو حضورؐ اور آپ کی بارگاہ میں دوزانو بیٹھا "محسوس" کیا۔ حضور انورؐ نے آپ کو سرگوشی کے انداز میں ارشاد فرمایا۔ "شفا ہم نے عطا فرمانی ہے۔" سرگوشی کا انداز اس طرح کا تھا۔ کہ یہ الفاظ (القائی طور پر) مجھ تک بھی پہنچ رہے تھے۔ اور فوراً اس کا مفہوم یہ عطا ہوا۔ کہ شفا تو ہم نے عطا فرمانی ہے۔ (لہٰذا علاج کرنا یا نہ کرنا غیر ضروری ہے۔)"

اس کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب و آقا قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی تکالیف اور بیماریوں کا سن کر تڑپ اٹھتے۔ اسکا یہ حل سوچا۔ حالانکہ یہ قبول کب ہوتا ہے!؟ لیکن ان کے خلوص اور عشق کی انتہا کا آئینہ دار ہے۔ وہ عرض پرداز ہیں۔ "میرے شہنشاہ و مولا! اللہ تعالیٰ سے میری پرزور دعا یہ ہے۔ کہ یہ تکالیف، یہ عوارض مجھے مل جائیں۔ اور آپ کو تندرستی۔ صحت اور آرام و سکون ملے۔ .... میرے آقا آپ کی بے خوابی۔ آپ کے جسم کی تکالیف، آپ کا بلڈ پریشر براہِ کرم مجھے عطا فرما دیں۔ اور جان کا ہدیہ حاضر ہے۔ اے میرے مالک و آقا! میری عمر اور جس قسم کی بھی صحت ہے۔ وہ لے لیجئے۔ اور میرے محسن وغمگسار آقا کو درازی عمر اور صحت و تندرستی عطا فرمایئے۔ کہ آپ کی ضرورت پوری کائنات کو ہے۔ اور اس کائنات میں میں بھی شامل ہوں۔ آپ کی ذاتِ بابرکات و باصفات کا سایہ ہم سب پر رہا تو ہی ہم کامران رہ سکتے ہیں۔"

ایک مردِ کامل کیلئے موت ایک اختیاری چیز ہے۔ بہر حال وہ مرضیٔ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ ۸ فروری ۱۹۹۴ء کو قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کو لکھتے ہیں۔ ''بیماری کے اس طویل دور میں آپ کی ذاتِ بابرکات کا سہارا شامل رہا ہے۔ تو اس دباؤ کو بالکل محسوس نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی کوئی غم، نہ ہی کوئی فکر کہ میری زندگی کا مقصد محض اور محض اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہے۔ اور اس انتہائی کٹھن مقصد کا حصول صرف اور صرف آپ کی ذاتِ والا صفات کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم کر کے ہی ممکن ہے۔......... براہِ کرم اپنی خیریت سے مطلع فرمادیں۔ اور میری کوتاہیوں پر صرفِ نظر فرما کر مجھے ابدی و ازلی مقصد کے حصول میں کامرانی کے ساتھ یہاں سے رخصت فرمادیں کہ میں روزِ محشر حضورؐ کی بارگاہ میں شرمسار نہ ہو پاؤں۔''

شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے ایک روز قبل بابر صاحب کو ٹیلی فون پر بتایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری روح تو اجلاسِ محمدیؐ میں پہنچ چکی ہے۔ دیکھیں کون جیتتا ہے؟ ـــــ اور دوسرے ہی دن عین عیدِ قربان کے روز ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ بمطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۴ء بوقت سوا تین بجے یہ ولی اکمل۔ عاشقِ صادق واصل الی الاصل ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ـــــ آپکی میت پاکستان لائی گئی۔ اور آپ اپنے آبائی شہر چنیوٹ میں مدفون ہوئے۔ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا کہ شاہین صاحب کی وفات سے ایک نیا باب کھلا۔ انکی وفات۔ پھر انکی میت کا یہاں لایا جانا یہ سب باطنی سسٹم کے تحت ہی تھا۔

ایک دفعہ راقم الحروف نے قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ پوچھا کہ جناب شاہین صاحب کو اتنے اعلیٰ مراتب سے نوازے جانے کی وجہ کیا تھی!۔ جبکہ سلسلہ میں بڑے بڑے قد آور اور ان سے سینئر احباب موجود ہیں۔ پھر ایسے احباب بھی ہیں جنکی خدمات سلسلہ کیلئے بڑی ہیں۔ قبلہ نے یہ سن کر توقف فرمایا۔ اور کہا بتاؤں شاہین صاحب کو یہ مراتب کیوں عطا کئے گئے؟ میں نے عرض کیا۔ کہ اسی لئے تو عرض کی ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ''اسکے عشق کی وجہ سے!''

انکے مراتب عالیہ اور جلیلہ کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن نہ اس کتاب یعنی ''مکتوباتِ شبیر شاہینؒ'' میں اس کی گنجائش ہے۔ اور شاید نہ ہی زمانہ ایسے واقعات اور کیفیات۔

متحمل ہو۔اور پھر آداب طریقت بھی انکے بیان کرنے میں مانع ہیں۔

عجب در دیست از دل اگر گویم زبان سوزد

وگر در کشم تر سم کہ مغز و استخواں سوزد

بلیک برن

13.12.82

مرشدی و محبی قبلہ صوفی صاحب

السلام علیکم۔آپ کا نوازش نامہ معہ دیگر نوازش ناموں کے نظر نواز ہوا۔آپ کی عنایت کی اطلاع سے اس قدر مسرور ہوا۔کہ ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔میں آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔؟

ان دنوں کرسمس کے رش کی وجہ سے جہاز کی سیٹ ملنی دشوار ہو رہی ہے۔تاہم خدا خدا کر کے 21 دسمبر کی سیٹ مل سکی ہے۔تو میں انشاء اللہ 21 دسمبر کو یہاں سے روانہ ہوں گا۔آپ کے نوازش نامہ کا جواب لکھنے میں تاخیر اسی وجہ سے ہوئی کہ حتمی پروگرام طے نہ ہو پا رہا تھا۔

قبلہ محترم! میرا قیام لاہور والے گھر میں نہیں بلکہ چنیوٹ والے گھر ہو گا۔کہ والدین ان دنوں وہیں پر مقیم ہیں۔چنیوٹ میں ہمارے گھر کا پتہ حسب ذیل ہے۔

نمبر 391 شاہین منزل محلہ عثمان آباد۔چاہ ماڑیا نوالہ چنیوٹ

میں لاہور بھی خط لکھ رہا ہوں کہ اگر آپ کو وہاں اس پروگرام کی اطلاع نہ مل سکی۔تو وہ آپ کو چنیوٹ تک لے جاویں گے۔

آپ کی اس تکلیف کا بہت ہی احساس ہے۔کہ آپ نے اتنی نوازش فرمائی ہے۔خدا کریں کہ آپ کی زیارت سے مشرف بار ہو سکوں۔

دراصل محکمہ تعلیم میں نوکری کے جہاں بہت سارے فوائد ہیں وہاں ایک اخلاقی پابندی یہ ہے۔کہ سارے سال کے دوران کم از کم 52 ماہ کی کل چھٹیاں بن جاتی ہیں۔اس کے علاوہ مزید چھٹیاں لیتے ہوئے ضمیر ملامت کرتا ہے۔یہی وجہ ہے۔کہ باوجود پرنسپل کے کہنے کے صرف ایک ہفتہ کی مزید چھٹی کیلئے درخواست دی حالانکہ میں تو اس کے بھی حق میں نہ تھا۔بہر حال جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔

میری طرف سے دیگر احباب کو السلام علیکم باقی بوقت زیارت!

والسلام

احقر

شبیر شاہین

جو پتہ لاہور کا بشیر صاحب آپ کو دے آئے تھے۔ وہ میرے سسرال والوں کا ہے۔(طاہر ملک مکان نمبر ۹ مین بازار رام گلی نمبر 2 برانڈرتھ روڈ لاہور۔) فون بھی آپ کے پاس ہے۔ 321462،321162, ہمارے گھر کا لاہور کا پتہ ہے۔شہباز حسین۔جمیل بلڈنگ سلطان پورہ روڈ۔ لاہور فون 333192 لیکن اس پتہ پر ان دنوں کوئی نہیں ہوگا۔ بلکہ سب چنیوٹ ہی ہوں گے۔

❁❁❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۲۶اپریل ۱۹۸۳ء

مکرمی ومحترمی قبلہ پیر صاحب!

السلام علیکم۔کل روز برادرم رزاق صاحب کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ میرا عریضہ آپ کی خدمتِ اقدس میں پہنچ چکا ہے۔تو خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات کے تحت یہ عریضہ لکھنے بیٹھ گیا۔آپ کی یاد فرمانے کی نوازش کا ممنون ومشکور ہوں۔میں تو ابھی تک محکمہ ڈاک کی روایتی ''مہربانی'' کی بدولت اسی خیال میں تھا۔کہ میرا عریضہ تا حال سرِراہ ہی ہوگا۔تاہم اس کفر کے ٹوٹنے پر قدرے تشفی ہوئی چلو اپنا ایک مخالف تو کم ہوگیا۔

خط لکھنے میں تاخیر کی وجہ اپنی کم مائیگی اور کوتاہ کرداری ہی تو ہے۔ورنہ خیال ہر سانس کے ساتھ 3404 لنک روڈ میں ہی رہائش پذیر رہتا ہے۔کل سے سیف الدین سیف کی غزل کے چند اشعار ذہن میں گھوم رہے ہیں۔ہر بات کو توکل کے حوالے کرکے بلاسوچے سمجھے کہہ دیتا ہوں عرض ہے۔

تو نہ آیا تو ہم چلے آئے　　　تیرے در پر صنم چلے آئے

پچھلے جمعہ کی رات کو برادرم بھٹی صاحب کے حسبِ ارشاد راچڈیل میں اشرف صاحب کے ہاں بشیر صاحب اور میں حاضر ہوئے۔خلافِ توقع ایک مولانا سے واسطہ پڑا۔حضرت ایک تو کریلے تھے دوسرے نیم چڑھے۔یعنی مولوی کے ساتھ حاجی اور ''صاحبِ علم'' بھی تھے۔وہ مومن کی تعریف جاننا چاہتے تھے۔ویسے کافی بے تکے اور ٹیڑھے تھے۔سیدھی زبان کے قائل نہیں تھے۔تو اُن کو اپنے انداز میں جو وہ چاہتے تھے۔حاضر کردیا۔تاہم مختصراً مومن کی تعریف عرض کی۔کہ غلامِ محمدؐ جو سنتِ ابراہیمؑ کے تابع صفاتِ الٰہیہ کے مشاہدہ سے شرف یاب ہو مومن کہلاتا ہے۔واللہ اعلم بالصّواب!

محترم قبلہ! میں آزمائشوں کا متحمل نہیں۔اور نہ ہی اپنے آپ پر اعتماد ہے اسی وجہ سے اپنی ''طلب اور رسد'' کو ڈرتے ہوئے مختصر ہی رکھا ہوا ہے۔ایک ہی بات ہے۔کہ اپنے مہربانوں پر بھروسہ ٹوٹ کر کرنا اپنی متاعِ حیات ہے۔جو ہو وہ عقل وخرد کے پیمانوں سے ناپنا اپنے بس کا روگ نہیں۔یہ

احسان کیا کم ہے۔ کہ حضورؐ نے اپنی کمال شفقت سے اپنی محبت کا دم بھرنے کا جذبہ عطا فرما رکھا ہے۔ اللہ اس عشق کو سلامت رکھیں آمین۔ میری جانب سے محترم راجہ سرور صاحب کو السلام علیکم۔ برادرم راجہ اکبر صاحب کو آداب اور بھائی ہمایوں صاحب اور دیگر احباب و مہربانوں کو السلام علیکم قبول ہو۔

آپ کا تابعدار

شبیر شاہین

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ○

بلیک برن

۱۳ اپریل ۱۹۸۴ء

مکرمی ومحترمی قبلہ پیر صاحب

السلام علیکم ۔آپ کا 15 فروری کا مرسلہ نوازش نامہ مارچ کے دوسرے ہفتہ کے دوران نظر نواز ہوا۔ جس میں آپ کی صحت کی خرابی کے اثرات جان کر دل از حد ملول ہوا۔ اور غالباً اسی خرابیٔ صحت کے پیشِ نظر خط کا جواب طویل کرنے میں ہچکچاہٹ سی محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ پہلے ہی میں اپنی ناسمجھی کی بدولت آپکی علیل طبع پر بوجھ بن بیٹھا ہوں۔ لیکن ایک تو شوق اور دوسرے سعادت کی لگن کے علاوہ فریضہ کے طور پر بھی چند سطور لکھنے کی ضرورت آن ہی پڑتی ہے۔ گو کہ میں کسی زمانہ میں اپنی تحریر کے بارے میں کافی پر اعتماد ہوا کرتا تھا۔ لیکن ذہن وجسم نے جس طریقہ سے جواب دینا شروع کر دیا ہے۔ اس سے ہر صلاحیت (اگر کوئی باقی رہ ہی گئی ہوتو) پر سے اعتماد ختم ہوتا جا رہا ہے۔ بدیں وجہ، وجہ تحریر میں مخفی بے ادبی کے ارتکاب سے ہی بیخبر ہو جاتا ہوں۔ لہٰذا براہِ کرم ان دنوں کی ذہنی اور قلبی کیفیات کے پیشِ نظر ایسی کسی بھی کوتاہی کو نظر انداز فرما دیں گے تو مزید ممنونِ احسان ہوں گا۔

قبلہ پیر صاحب! آپ نے ان اڑھائی، تین سالوں کے دوران جس قدر شفقت اور دلجوئی مرحمت فرمائی ہے۔ اس کا ممنون تو میں ہوں ہی، لیکن عدم واقفیت اور لاعلمی کی بنا پر مجھے بے حد غلط فہمیوں کا شکار کر دیا ہے۔ اور غالباً اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا۔ کہ میرا نفس مجھے بار بار دھوکے پہ دھوکا دیتا چلا آیا۔ اور اس نفس کی شرارت کے ہاتھوں میں جس قدر تنگ ہوا۔ اور اپنے نفس کی اصلی تصویر کی ایک جھلک دیکھی۔ تو انتہائی دکھی ہو گیا ہوں۔ دنیا میں 30/40 سال گزارنے کے دوران کس قدر تلخ وترش تجربات ہوئے۔ اور کس طرح سے اپنے نفس کی بے راہ رویوں کا شکار رہا۔ اس کی بدولت اپنی منزل سے ہی دور ہوتا چلا گیا۔ بس ایک ''خیالی شوق'' برقرار رہا۔ کہ حضور پاکﷺ سے ''محبت'' ہے۔ اور نام نہاد ''اولیاً'' کی تمکنت اور ان کے مریدوں کا مشتنڈہ پن اور ان ''اولیاً'' سے منسوب کرامات نے راہِ طریقت کا جو نقشہ ذہن پر چھاپ دیا۔ اس کا یہی حشر ہونا تھا۔ کہ اپنے آپ کو ''کچھ'' بہت بڑا ''انسان'' سمجھنے کی غلطی کر

بیٹھا۔اب جبکہ میں پچھلے 6/7 ماہ کی ''وارداتوں'' کا جائزہ لیتا ہوں۔تو ایک تو مجھے شرم سی آتی ہے۔ دوسرے انتہائی دکھ اور تاسف میں مبتلا ہو گیا ہوں۔کہ میں اپنے مقصد سے ہی دور تر چلا گیا ہوں۔یہ آپ کی ذرہ نوازی ہی کی بدولت ممکن ہوا۔کہ آپ نے ازراہِ نوازش اس حقیر کو زمین سے اٹھا کر کہاں بلندی پر بٹھا دینے کے ارشادات سے نوازا۔جو اپنے طور پر اٹل ہوں گے ہی۔لیکن اب جب میں اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہوں۔تو ایسے محسوس ہوتا ہے۔کہ ایک پرانا ''کھوکھا'' ہوں جس پر ''ذہنی گلکاری'' کا لیپ تھا۔ اور جب وہ لیپ ہٹنا شروع ہوا۔تو اس ''کھوکھے'' کی اصل حقیقت سامنے آنا شروع ہو گئی۔جس میں نفس کی اس فیکٹری سے ''انا'' کے بنڈل بن بن کر ایک طوفانِ بدتمیزی کی طرح آن کھڑے ہوئے۔اور غالباً یہ ''انا'' کا بنڈل شیطانی بارود خانے میں اضافہ کا باعث بنا۔اور میں شاید ان ظاہری حالات کی روشنی میں (جو اُن دنوں رونما ہو رہے تھے) حالات اور ماحول کا تجزیہ کرنے بیٹھا۔اور اس پر ردعمل کا اظہار ہوا۔جو سراسر ''انا'' کے تابع تھا۔اور میں قبلہ بھٹی صاحب کی بابت غلط فہمی کا شکار ہو گیا۔قبلہ پیر صاحب! زورِ بیان اور زورِ تحریر کے تحت تاویلیں پیش کر کے اپنے راہ کی طوالت کا باعث بننا پریشانیوں کو دعوت دینا ہے۔حالانکہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔کہ برادرم بشیر صاحب اور برادرم محترم بھٹی صاحب نے طریقت کی راہ پر طویل عرصے گزارے ہیں۔اور اس راہ کے نشیب و فراز سے کافی حد تک آگاہ ہیں۔اور پیر صاحب کے کرم کی بدولت وہ سرخرو بھی ہیں۔تو وجوہات اور اسباب جو کچھ بھی ہوں۔قبلہ پیر صاحب قصوروار میں ہی ہوں۔کہ میں حالات کی نزاکت کو نہ پہچان سکا۔اور نہ ہی برادرم بھٹی صاحب کے بارے میں ہی ان کے جائز مقام کا اندازہ کر سکا۔(اور نہ ہی ابھی اندازہ ہے۔بلکہ قیاس ہی ہے۔کہ انشاءاللہ وہ مراتب کے حامل ہیں۔اور ان پر پیر اکمل کا کرم ہے۔) اور ''مروجہ مشنٹڈی طریقت'' کے ایک روایتی دلدادہ احمق کی طرح اُن سے ''بے خطر'' الجھ بیٹھا۔جس کا نتیجہ میری اپنی ہی خرابی بنا۔اس تاسف اور افسوس کے ساتھ ساتھ جو پریشانی اور تکلیف پیش آ رہی ہے۔اس کے تقاضا کے پیش نظر آج میں اپنے Hands Up کر کے یہ عرض کر رہا ہوں۔کہ محترمی و مجبی! میں کم ظرف اور کوتاہ نظر احمق سلسلہ اویسیہ کو ذرہ بھر دینے کے قابل ہرگز نہیں۔بلکہ سلسلہ اویسیہ کی چوکھٹ پر ایک بھکاری بن کر فرسودہ حالی کی تصویر بن کر کھڑا ہوں۔اور سلسلہ کے در سے بھیک کا محتاج ہوں۔جس سے میری بگڑی

بن جائے۔ یہ خام خیالی ہے کہ میں سلسلہ اویسیہ کو کچھ دے سکتا ہوں۔ ایک بے ہودہ سا خیال ہے۔ البتہ اگر میرے ذمہ کوئی ڈیوٹی لگائی جائے۔ تو اسکی ادائیگی کی استطاعت بھی میری ایک احتیاج ہوگی۔ کیونکہ میں کچھ بھی اپنی ذات کیلیئے کر سکنے کا ہی اہل نہیں ہوں تو کسی کو کیا دے سکتا ہوں۔ مجھے برادران بھٹی اور بشیر صاحبان سے اور دیگر احباب سے کچھ سیکھنا ہے۔ اور وہ ہیں آداب! آپ کا ارشاد کہ میرے ذمہ تبلیغ کا کام بھی آن پڑا ہے۔ اس کو پورا کرنے کا سلیقہ بھی انہی احباب سے سیکھنا ہے۔ بلا احتیاط چند ہفتوں کے دوران پندرہ بیس احباب کو درود شریف دیکر تبلیغ کے تقاضے پورے نہیں ہو جاتے۔ اور پھر جبکہ میرا اپنا ہی مقصد ابھی دور ہے۔ تو میں کسی بھی دوست کی راہنمائی کیسے کر سکتا ہوں۔ غالباً اسی وجہ کو سامنے رکھ کر آئندہ کا لائحہ عمل یہ ہے۔ کہ کسی دوست سے بات چیت ہو تو ان کو بشیر صاحب یا بھٹی صاحب کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دے دوں۔ کیونکہ میں خود کو اہل نہیں پاتا۔ محترمی و مجی! یہ ہرگز نہیں کہ میرے درود شریف دینے سے کسی کو نفع نہ ہوگا۔ اگر میرے پیر صاحب کی عنایت ہے تو ان پر بھی ضرور کرم ہوں گے۔ ان سطور میں میں نے حتمی فیصلہ آپ کی بارگاہ میں چھوڑا ہے۔ میں یہ بھی نہیں عرض کر رہا کہ یہ لائحہ عمل کوئی میرا ''فیصلہ'' بن چکا ہے۔ میں نے صرف اپنے خیال کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ کسی طرح سے بھی اپنی ''ذہنی اور قلبی''''آزادی'' کا نعرہ لگانا شومئی قسمت کو آواز دینا ہے۔ خیالات کا یہ گنجلک محض اپنی پریشانی کی بدولت بنا ہے۔ اور یہ پریشانی اس ''انا'' کی بدولت جو میرے نفس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ محترمی قبلہ پیر صاحب اب تو میں اپنے آپ سے اس قدر ڈر گیا ہوں۔ اور اپنا نفس مجھے میرا سب سے بڑا دشمن نظر آرہا ہے۔ کہ مجھے اپنے آپ سے نفرت ہوگئی ہے۔ یہ اسی نفس کے موٹاپے کی بدولت ہی ہے۔ کہ میں اپنی منزل مقصود کے قریب تر آکر اس قدر دور چلا گیا ہوں۔ کہ دل میں اس خیال سے درد اٹھتا ہے۔ اور آنکھوں میں آنسو چھلک جاتے ہیں۔ کہ میرا مطمع نظر ہی اور کا اور نہ ہو جائے۔ اور حصولِ مقصدِ حقیقی کی بجائے ''انا'' کی درگاہ پر اپنے ہی مقصد کا بلیدان چڑھ جائے۔

دراصل دنیاداری میں جن لوگوں سے پالا پڑا (یا مشٹنڈے پیروں کی مجالس میں بیٹھا) تو میری بات سے عموماً کسی نے کبھی اختلاف رائے کیا ہی نہ تھا۔ اور یہ بات آج میرے لئے زہرِ قاتل بن چکی ہے۔ اور اُسی ڈگر پر چلتے چلتے ''جوش خطابت'' سے مجبور ہو کر برادرم بھٹی صاحب کے کسی باطنی مصلحت

کے تابع منصوبہ میں دخل اندازی کا مرتکب ضرور ہوا۔ کہ ان رموز اور ان باتوں سے قطعی لاعلم اور نابلد تھا۔ اور شوق بھی تھا۔ کہ ''نئی نویلی'' دولت کے حصول کے بعد اس کا استعمال تبلیغی صیغہ میں کروں۔ حالانکہ وہ میرے لئے مناسب نہ تھا۔ اور یہ ان احباب کا اخلاق تھا۔ کہ انہوں نے مجھے اشارۃً ٹوکا نہیں۔ اور یوں بات تھوڑی سی آگے بڑھی۔ جس کے بعد ذہنی فیکٹری نے طرح طرح کے خیالات سے ''نوازا'' اور یوں اس دلدل میں پھنستا چلا گیا۔ اس کے بعد اپنے ہی خیالات سے جنگ شروع ہوئی۔ اس جنگ میں کون جیتا اور کون ہارا اس کا ہی پتا نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہوا۔ کہ اپنے آپ پر سے اعتماد ہی اٹھ گیا ہے۔ اور اب یہ اعتماد بحال ہوگا تو نہ جانے کب؟ قبلہ! حالات اور واردات کا تاثر بھی شامل ہوگا۔ اپنی قسمت کے تقاضے شروع سے ہی ایسے رہے۔ کہ اپنی ہی کوتاہ نظری نے سادہ حالات کو ہمیشہ کٹھن سے کٹھن تر بنا دیا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق یہ تخلیقی عمل ہی کا حصہ ہے۔ قسمت کو کوسنے دینا رضائے الٰہی میں دخل اندازی کا ارتکاب بن جاتا ہے۔ تو کس کھاتے میں ڈالوں ذہن کے الجھاؤ کو۔ یہ ہو جائے کہ ذہن سوچنا بند کر دے تو ذہنی ارتقائی عمل مردہ، ایسے میں میاں محمد بخش صاحب یاد آتے ہیں۔ کہ ع

لِسّے دا کی زور محمد نَس جانا یا رونا

محترمی قبلہ نَس (بھاگ) کر کہاں جا سکتا ہوں۔ کہ صاحبِ باطنؒ اور انؒ کا نور کل کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اب ایک ہی صورت باقی ہے۔ کہ رودوں۔ ذہن و قلب و جسم کی صلاحیتیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ واویلا کرنے اور اضطراب کا اظہار کرنے سے بے ادبی کی بدولت منزلِ مقصود دور تر ہو جاتی ہے۔ اور جب اپنے آپ پر اختیار نہ رہے۔ تو واویلا ہو ہی جاتا ہے۔ اب تو ایک انجانا سا خوف بھی طاری رہتا ہے۔ اور کبھی کبھار موہوم سی امید بھی ابھرتی ڈوبتی محسوس ہوتی ہے۔ اس انجانے خوف اور امید کے ملے جلے ماحول میں دن گزر رہے ہیں۔ حالانکہ اب کی بار بھی ارادہ یہی تھا۔ کہ آپ کو خط کی طوالت کے ذریعہ زیادہ زحمت نہ دوں۔ لیکن قبلہ اپنے بس میں نہیں رہا۔ تو یہ ارتکابِ جرم پھر سرزد ہو گیا۔ بے بضاعتی کے اس دور میں میرے روزمرہ کے کام بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ کبھی کبھار موت کی تمنا بھی شدت اختیار کر جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک بے ادبی ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں۔ اور وہ الفاظ جنکے استعمال پر ناز تھا۔ وہی ہر طرف سے زنجیر کی مانند گھیرا ڈال کر جکڑ دیتے ہیں۔ تو قبلہ پیر صاحب! الفاظ کا استعمال ہی وبالِ

جان، مقصد سے دوری بنتا جارہا ہے۔ بدیں وجہ اب تو میں شوقِ تبلیغ کو پورا کرنے سے بھی ڈر گیا ہوں۔

پیر صاحب محترم! میں گزشتہ گزری زندگی اور گندم نما جو فروشوں کی زیادتیوں کے علاوہ احباب ومجالس میں پذیرائی وغیرہم کی لغویات کی بدولت ایک ذہن کا حامل رہا۔ اتنی تفصیل میں اس لئے جارہا ہوں۔ کہ جوں جوں خط کی طوالت بڑھ رہی ہے۔ اعترافات کی فہرست لمبی ہوتی جارہی ہے۔ اور دل ودماغ پر جو بوجھ اور جو پریشانیاں براجمان ہیں ان سے چھٹکارا حاصل ہوتا جارہا ہے۔ ویسے بھی زندگی بھر اگر میں نے مسائل پر بھرپور انداز میں زبان درازی کی ہے۔ تو اپنے محاسبہ میں (اپنی دانست کے مطابق) بھی کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ (ممکن ہے۔ کہ حقیقت کی کسوٹی پر وہ خام ہی ہو)

ایک طویل عرصہ اس طرح پر گزرا کہ۔

نہیں ساحل تِری قسمت میں اے موج! ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا

ایک عقیدہ سا بن گیا جس سے جھلاہٹ ہوتی تھی۔ اور میں اپنی زبان کے تازیانے لوگوں پر برسانے لگ جاتا تھا۔ اور ''مشٹنڈی ولایت'' کے ''اولیاً'' پہلوتہی اور مصلحت کوشی کر کے گزر جاتے تھے۔ لیکن ایک انجانی سی، موہوم سی خواہش، کسک دل میں رہتی تھی۔ اور اپنی تنہائیوں میں تجزیہ کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہایا کرتا تھا۔ اور پھر ''مشٹنڈوں'' کے خلاف نفرت کو جلا ملتی اور ان کو ڈھونڈ کر ان پر برستا رہتا تھا۔ اُن ''نام نہاد'' ولیوں سے دفاع کا ڈھنگ تو سیکھ لیا مگر حقیقی علم۔ رموز واسرار اور متعلقہ آداب سے قطعی نابلد رہا۔ اور انہی وجوہات نے جہاں فطرت میں بے اعتمادی کو راسخ کیا وہیں ایک بے باک اور لاپرواہ طبیعت بھی میسر آگئی۔ اس محاذ پر پسپائی سے گریز نے میری صلاحیتوں کو (اب معلوم ہوا) منفی بنیادوں پر مستحکم کرنا شروع کردیا۔ بریکیں سخت لگانے پر بھی جو Momentum تھا اس سے عادات کی یہ گاڑی رکتے رکتے چندگز، چند فرلانگ گھسٹتی چلی گئی۔ بعدہٗ ان بریکوں کے نتیجہ میں جو رفتار ساکت ہوئی تو قویٰ اور اعصاب پر اثرات مرتب ہوئے اور سکونتِ رفتار ایک سکتہ کی حالت میں بدلتی ہوئی محسوس ہوئی جس سے طبیعت پریشان ہوئی۔

قبلہ محترمی پیر صاحب! میں ان سطور کی طوالت کے زیربار ہوں۔ ان خیالات، ان سطور میں اگر کوئی بے ادبی یا گستاخی کا پہلو مضمر ہو تو براہِ کرم میری اصلاح فرمادیں۔ کیونکہ مجھے تو آپ کی نظرِ کرم کی

ضرورت ہے۔اور اسی کے حصول کی استدعا ہے۔رہا اظہارِ خیالات تو یہ اس سنت کے تحت کہ دائی سے پیٹ اور پیر سے باطن مخفی نہیں رہتا۔اور اپنے حصے اور کارن کی تقصیر کا اعتراف مجھے چند خلشوں سے آزاد کر دے گا۔

آپ کے حسب ارشاد بڑے پیر صاحب محترم کا عرس مبارک بخیر و عافیت سرانجام ہوا۔ برادرم بھٹی صاحب اور راچڈیل کے احباب اور نیلسن کے احباب نے بھی شرکت فرمائی۔ برادرم بشیر صاحب نے بڑی لگن اور خلوص کے ساتھ اس نیک کام کو سرانجام دیا۔

آپ کی طرف سے منازلِ فقر کے بارے میں اجازت کے لئے ممنون ہوں۔میں نے برادرم بشیر صاحب سے بات چیت شروع کی ہوئی ہے۔ان کی رائے کا احترام واجب ہے۔جونہی اس معاملہ میں تفصیلات طے ہو جائیں گی تو انشاءاللہ اس کام کو شروع کر دیا جائے گا۔

19.4.84 قبلہ پیر صاحب! اس مقام پر پہنچ کر میں نے اس خط کو آپ کی بارگاہ میں ارسال کرنے کا ارادہ ترک کیا تھا۔لیکن اپنی حالت سے مجبور ہو کر اس خط کو مزید مکمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔پیر صاحب میں ان دنوں ذہنی اور جسمانی حالت کے علاوہ قلبی طور پر بھی انتہائی مخدوش حالت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔تصور ہی تصور میں Change Of Mind سے حالت بدلی نہیں تو پھر ان سطور کو لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔محترمی و مجی! میں نے گزشتہ دو (۲) اڑھائی سال کے دوران کافی بکواسیات کی ہیں۔ اور یہ ان ہی لچھنوں کا نتیجہ ہے۔کہ نہ دن کو آرام ہے۔اور نہ ہی رات کو سکون ہے۔حالات اس قدر گھمبیر ہو چکے ہیں۔کہ ان دنوں تقریباً گوشہ نشین سا ہو گیا ہوں۔دن میں کئی بار آنسو چھلک چھلک جاتے ہیں۔اور اگر کوئی بھی مجھے دیکھے تو چہرے پر ہوائیاں اڑتی ہوئی صاف دیکھ سکتا ہے۔پیر صاحب آپ کے ارشاد عالیہ سے قطعی اختلاف نہیں کہ یہ ابتلاً نہیں بلکہ تخلیقی عمل کا حصہ ہے۔لیکن جب سے بھٹی صاحب کے ساتھ واقعہ ہوا۔اس کے ٹھیک چار ماہ بعد سے یہ عمل جاری ہے۔بھٹی صاحب کے ساتھ الجھاؤ کی صورت بھی محض انجانی حالت میں ہوئی۔اور چند فقراتِ غلط کا استعمال ہوا۔غالباً دسمبر 1983ء میں خواب کی حالت میں دیکھا۔کہ ایک بہت بڑی بلڈنگ میں داخل ہوا۔ایک طویل و عریض فرش پر چلتا ہوا۔آخر میں چند سیڑھیوں کے پاس پہنچا۔احساس یہ تھا۔کہ ان سیڑھیوں کے اوپر چند کمرے ہیں۔

جن میں سے ایک میں سرکارؐ جلوہ افروز ہیں۔ میں پہلی سیڑھی پر قدم رکھنے ہی لگا تھا۔ کہ پیچھے سے کوئی صاحب تشریف لائے۔ بغیر توقف کیے حکم دیا کہ یہیں ٹھہرو۔ اور سیدھے اوپر چلے گئے۔ وہ اوپر جا کر ایک میز پر سے کاغذات سنبھالنے لگ گئے اور میں ان کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ اور وہیں کھڑا رہا۔ اور خواہش تھی کہ اُن سے آنکھیں دوچار ہوں۔ اور شاید چلنے کا اشارہ کریں لیکن ان کے انداز میں غصے کا عنصر تھا۔ اسی حالت میں آنکھ کھلی۔ اس کے بعد سے میرا درود شریف کا ورد باقاعدگی سے جاری ہوا۔ لیکن اب کیفیت یہ ہے۔ کہ میں درود شریف پڑھوں تو بھی سکون نہیں اور اگر نہ پڑھوں تو دل و دماغ معطل! دسمبر سے اب تک کوئی کام نہیں کر سکا۔ جسم میں جان نہیں رہتی۔ باوجودیکہ کاروبار وغیرہ شروع کیا تھا۔ اور قرضہ کی قسطیں اس قدر زیادہ ہیں۔ آمدنی بالکل نہیں رہی۔ حالات کا گھیرا دن بدن تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور ڈوبتے چلے جانے کا احساس بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ نہ مراقبہ میں Con-centration باقی ہے۔ نہ تجلیات جن سے حوصلہ افزائی ہو۔ پیر صاحب میں کیسے عرض کروں کہ میں بالکل بیکار ہوتا چلا جا رہا ہوں۔ باطن میں پیش رفت تو رہی ایک طرف دن عافیت سے گزرنے سے ہی رہ گیا ہے۔ الفاظ بھی نہیں ساتھ دیتے کہ میں اس کیفیت کو بیان کر سکوں۔ قبلہ میرے Hands Up ہیں۔ براہِ کرم مجھے اپنی نظر کرم کی عنایت سے اس بھنور سے باہر نکال لیجئے۔ یہ احساس ہے۔ کہ یہ سب کچھ اپنا کیا دھرا ہے۔ سلسلہ کی بات چیت کے دوران احتیاط نہیں رہ سکتی۔ کہ شوق یہ ہوتا ہے کہ مخاطب ہر حال میں درود خوانوں میں شامل ہو جائے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو میری محبت اور الفت چاہتے ہیں۔ ان سے رغبت کے ساتھ بات چیت کی بجائے بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ جس کا غم اندر ہی اندر کھاتا رہتا ہے۔ لیکن معاملہ اپنے بس میں نہیں رہا۔ معاشرہ میں عزت و تکریم کی بجائے نفرت حصہ میں آتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہاں وہ شبیر شاہین کہ دندناتا ہوا پھرا کرتا تھا۔ اور آج یہ حالت ہے۔ کہ سُدھ بُدھ ہی نہیں رہی۔ تسلیم کہ وہ دور اچھا نہ تھا۔ لیکن اب جو جانکنی کی کیفیت ہے۔ پیر صاحب! یہ خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے۔ پیر صاحب! میں نے حالات کو کبھی تفصیل سے نہ لکھا تھا۔ بشیر صاحب درود شریف کی باقاعدگی کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور میں پرنٹنگ میں اتنا مصروف رہتا تھا۔ کہ ادھر زیادہ توجہ نہ دے سکتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا۔ کہ جب پڑھنا ہوا پڑھ لیا جائے گا۔ کام کی بھرمار تو اب بھی ہے۔ میں نے 4 ماہ قبل جو سٹاک

خرید اتھا۔اس کو پورا کر کے نکال نہیں سکتا۔اور یوں جو قرضہ لیا وہ بھی اپنے پلے پڑا ہوا ہے۔اور اب درود شریف جس قدر باقاعدگی کے ساتھ پڑھ رہا ہوں اس سے جانکنی کی کیفیت میں کمی ہرگز نہیں آتی۔اس خط کو پوسٹ نہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔کہ آپ کی طبع علیل پر بار نہ گزرے۔لیکن سکون ہی جاتا رہا۔تو یہ عریضہ مکمل کر کے ارسالِ خدمت کئے بغیر چارہ نہیں رہا۔

آج آپ کے تمام خطوط نکال کر نظر ڈالی۔تو اپنی بدقسمتی پر آنسو نکل آئے کہ آپ نے مجھے کس قدر آزادی دے رکھی تھی۔اور اس آزادی کو سلب کروانے کا ذمہ دار میں خود ہی ہوں۔محترمی ومجی! کیا وہ دور پھر سے واپس آجائیگا۔یا اس تخلیقی عمل کی چکی میں پس پس کر اپنے گزرے دنوں کو یاد کر کر کے روتا ہی رہوں گا؟ جس درود خوان دوست کے بارے میں سوچتا ہوں۔تو وہ انتہائی سکون اور لگن کے ساتھ خوش وخرم چلے جارہے ہیں۔اور ایک میں ہوں کہ پیرِ محترم کے کرم کے رموز کو نہ سمجھ سکا۔اور آج پچھتا رہا ہوں۔کہ اس سزا کے نزول کا میں خود ہی ذمہ دار ہوں۔اور اب شاید پچھلی کیفیات لوٹیں گی بھی یا نہیں۔؟ پیرِ محترم میں آج جتنا دکھی ہو کر یہ سطور نذر کر رہا ہوں۔سراسر واویلا ہے۔جو حکم عدولی بنتا جارہا ہے۔لیکن قبلہ انتہائی بے بسی کے عالم میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔خدارا میری اعانت اور مدد فرمائیے۔کہ میں اب زیادہ دیر متحمل نہیں ہو سکتا۔اور اس قدر گھبرا گیا ہوں۔کہ آج شہناز بھی گھبرا گئی ہے۔اور اس سے التجا کر بیٹھا ہوں۔کہ وہ میری کیفیت کی تفصیل آپ تک خط کے ذریعہ پہنچادے۔اور اب پیر صاحب اس سے آگے مزید لکھنے پہ احساس ہو رہا ہے۔کہ الٹی سیدھی ہانکتا ہی چلا جاؤں گا۔جس سے محض بوریت اور بوجھ ہی پیدا کروں گا۔

شہناز، شاہ نواز، شاہ وقار اور بلال کی طرف سے مودبانہ سلام عرض ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ عطا فرمادیں آمین

آپ کی دعاؤں

اور توجہ خاص کا طالب

شبیر شاہین

براہِ کرم طوالت کی معافی عطا فرمائیے۔اور جب طبیعت متحمل ہو تو ہی اس عریضہ کو پڑھیئے۔

تکلیف کیلئے معافی کا خواستگار ہوں۔ گو ایک وارثِ علم رسولؐ کو الفاظ بر قرطاس کی ضرورت نہیں۔ لیکن میری بپتا سے سکون کی یہی صورت ہے۔

786

چنیوٹ

۱۳ اگست ۱۹۸۵ء

محترمی ومکرمی پیر صاحب قبلہ!

السلام علیکم۔آپ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ ارسال کرنے میں تاخیر کیلئے معذرت خواہ ہوں۔میں 28 جولائی کو لاہور پہنچا تو دوسرے دن کاتب سے معاملات طے کرنے میں مصروف رہا۔ایک اعلیٰ کاتب جو اخبار امروز کی جلی سُرخی لکھتے ہیں۔ان سے معاملہ طے ہوا۔ یکم اگست کو چنیوٹ آیا تو اس وقت شام کے چھ بجے تھے۔اس وقت سے لیکر آج تک لوگ آتے جاتے رہے ہیں۔اباجی کے فاتحہ کے سلسلہ کے علاوہ بے شمار دوست سلسلہ اویسیہ کی بابت بھی آجا رہے ہیں۔ یہاں آنے کے بعد چار پانچ روز کے بعد میں پھر بیمار ہو گیا تھا۔افاقہ ہونے پر ۹ اگست کو لاہور گیا۔اور رات واپسی ہوئی ہے۔امید ہے۔کہ انشاء اللہ منازل فقر کی کتابت بطریقِ احسن سرانجام ہو گی۔اس سلسلہ میں طاہر صاحب کی کاوش قابل تعریف ہے۔

برادرم محترم راشد کچلو صاحب سے ملاقات ہوئی۔وہ طاہر صاحب کے بہت پرانے ساتھی نکلے وہ ۱۱ تاریخ کو جنرل صاحب کے ہاں جانے والے تھے۔انشاء اللہ پھر ان سے ملاقات کروں گا۔ لاہور اب کی بار کے قیام کے دوران دھوپ کے اندر دوپہر کے وقت باہر نکل جانے کی وجہ سے صحت کافی متاثر ہوئی خدا کا شکر ہے۔کہ ہیٹ یا سن سٹروک سے بچاؤ ہوا ورنہ کسر نہیں باقی رہی۔

اسی دوران اباجی کیلئے قرآن خوانی ہوئی۔شہباز کے لڑکے کا عقیقہ انشاء اللہ 21 اگست کو طے پایا ہے۔یہاں سے فارغ ہو کر انشاء اللہ میں اور طاہر صاحب 23 اگست بروز جمعہ علی الصبح آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے۔اور اسی رات شاید واپسی کیلئے درخواست ہے۔دراصل کار کا سفر گرمی میں بے حد تکلیف دہ ثابت ہوا ہے۔بدیں وجہ فلائنگ کوچ پر ہی حاضر ہوں گے۔اجازت عطا فرمادیں۔

امید ہے۔کہ آپ کی طبع گرامی قدر بخیر و عافیت ہو گی۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ سے ہی

نوازے رکھیں آمین۔ برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہو۔اور باجی صاحبہ کو سلام ان کا شکریہ ادا کرنے سے الفاظ قاصر ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو بچوں سمیت اپنی امان میں رکھیں۔آمین۔

جملہ احباب کی خدمت میں سلامِ خلوص۔کار لائق سے یاد فرمادیں۔

فقط والسلام

آپ کا تابعدار

شبیر شاہین

شاہین منزل 391۔عثمان آباد

چاہ ماڑیانوالہ۔چنیوٹ۔ضلع جھنگ

بلیک برن فون کرنے پر معلوم ہوا تھا۔کہ بلال کو بخار کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑا اور دوسرا بچہ 15 تاریخ کو ہرنیا کے اپریشن کے سلسلہ میں داخل ہوگا۔دعائے خیر و عافیت کی درخواست ہے۔

786

بلیک برن

۲۰ ستمبر ۱۹۸۵ء

میرے انتہائی محترم ومکرم پیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اپنی زندگی کی معراج سے مراجعت کے بعد پاکستان چھوڑے ہوئے ابھی کوئی 21/22 روز بیت چکے ہیں۔ لیکن ہر چند کوشش اور ارادے کے باوجود آپ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ نہ ارسال کر سکا۔ اور بدیں وجہ چنیوٹ اور لاہور بھی خط نہ لکھ سکا۔ کہ اوّل فریضہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دینا تھا۔ اس تاخیرِ ناگزیر کا سب سے بڑا سبب یہاں پہنچتے ہی میری طبیعت کی اچانک خرابی تھا۔ ورنہ کوتاہی نہ کرتا۔ بیماری کے اچانک اور غیر متوقع حملہ کی بدولت جسم وذہن کی توانائی ہی جاتی رہی۔ اور چاہنے کے باوجود طبیعت اس طرف نہ آئی۔

جب ۲۹ اگست کو جہاز اسلام آباد سے روانہ ہوا تو عملہ کو میں نے ذیابیطس کی وجہ سے خصوصی کھانا فراہم کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے دوہا سے میرے لئے اس مخصوص خوراک لینے کا بندوبست کیا۔ اور یوں جہاز کا عملہ بھی مطمئن تھا۔ کہ یہ سپیشل خوراک ہے۔ اور میں بھی اس کو بے دھڑک کھاتا رہا۔ دراصل کھانے میں کچھ ایسی ڈشز بھی تھیں جو کلی طور پر چینی سے بنائی گئی تھیں۔ اس پر طرّہ یہ کہ سامان کا وزن بھی میری استطاعت سے زیادہ تھا۔ جو میرے منع کرنے کے باوجود طرفین (چنیوٹ اور لاہور والوں) نے بھر دیا تھا۔ نیز ہوائی اڈہ سے فارغ ہو کر کوچ سٹیشن پہنچا تو کوچ تقریباً 2 گھنٹہ قبل چھوٹ چکا تھا۔ اور اگلا کوچ قدرے تاخیر سے جانیوالا تھا۔ طبیعت پر بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ تو وہاں سے ٹرین لینے کی ٹھانی۔ اس بار برداری نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور شوگر کا لیول جو تین ہفتے سے صفر تھا۔ اچانک 2 فیصد سے بھی تجاوز کر گیا۔ وہی جسم میں درد، ذہن ماؤف اور وہی اچاٹ سی طبیعت۔ دوسرے روز آپ کا عطا کردہ نسخہ بنالیا کیونکہ نسخہ کا پورا سامان ماسوائے چنوں کے لاہور سے 23 اگست کو ہی خرید کر اٹیچی کیس میں رکھ لیا تھا۔ یہ نسخہ ۵ روز تک استعمال کیا۔ طبیعت بتدریج بحال ہونا شروع ہوئی۔ اب یہ

معلوم نہیں کہ یہ نسخہ صرف ۵ روز تک ہی درکار ہے۔ یا دہرایا بھی جا سکتا ہے۔؟ ۳ ستمبر کو سکول کھلنا تھا۔ ۲ ستمبر کو ڈاکٹر سے Fitness کا سرٹیفکیٹ لیا اور سکول جانا شروع کر دیا۔ پورے سکول کے سٹاف میں میں واحد ایشیائی ہوں۔ تمام ساتھیوں نے بے حد تعاون کیا اور کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ سب گورے ہیں۔ اور یوں گاڑی ہچکولوں سے سٹارٹ ہو ہی گئی۔

یہاں پہنچنے پر ریلوے سٹیشن سے لینے بشیر صاحب ہی تشریف لائے اور سب سے پہلے انہی سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے روز برادرم بھٹی صاحب سے فون پر بات ہوئی۔ اور آپ کا مشفقانہ سلام پہنچایا۔ ۸ ستمبر کو جناب عبدالخالق صاحب کے بڑے صاحبزادے ظہور کی شادی میں شرکت کی غرض سے برادرم بشیر صاحب کے ہمراہ برادرم بھٹی صاحب اور میں برمنگھم گئے۔ اور وہیں پر محترم طالب میر صاحب کے نیاز حاصل ہوئے۔ ان کے ساتھ ۴/۳ گھنٹے کی محفل رہی اور احباب کو مختصراً آپ کے ارشاداتِ عالیہ حسبِ توفیق پہنچائے۔ سبھی احباب نے انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ سنا۔ اور آپ کے ارشادات سے مستفیض ہوئے۔ پھر رات گئے ہم بلیک برن لوٹ آئے۔ اور بھٹی صاحب رات ۱۱ بجے کے قریب بخیریت گھر پہنچے۔ اس کے بعد تصویروں کی فلمیں دھلوانے کیلئے بھیجی تھیں۔ چند تصاویر ارسالِ خدمت ہیں۔ چند تصاویر خصوصاً برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کے کمرہ والی زیادہ روشن نہ بن سکیں کیونکہ میں کیمرہ لے کر ان کے کمرہ کے دروازے کے باہر تھا۔ اور فلیش گن کی روشنی پورے طور پر دروازے کے راستے گروپ تک نہ پہنچ سکی۔ اور مجھے بھی اس بات کا خیال نہ رہا۔ تاہم ارسالِ خدمت ہیں۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف!

23/9/85 یہاں تک تو عریضہ 15 ستمبر کو ہی مکمل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک اور کچھ بھی نہیں سُوجھا کہ قلم بند کر سکوں۔ دراصل یہ ایک دو مرتبہ جو جھٹکا سا بیماری کی وجہ سے آیا ہے۔ اس سے قوتِ یادداشت بیحد متاثر ہوئی ہے۔ کئی چھوٹے موٹے اہم نکات ذہن میں آئے لیکن محو ہونے کے بعد آج تک واپس لوٹ کر ذہن میں نہیں آئے۔

میرے محسن! میں صرف ایک التجا کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میری تمام کمزوریوں، خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود آپ نے ازراہِ کرم مجھے اپنی بارگاہ میں باریابی عطا فرمائی ہے۔ براہِ کرم مجھے اپنے

قدموں سے الگ نہ فرمایئے۔ پیر صاحب قبلہ! ایک خوف سا رہتا ہے۔ کہ مجھ میں بے شمار کوتاہیاں ہیں۔ اوران کی بدولت ہی نہ پکڑ میں آجاؤں۔ مجھے حبِ پیر مل جائے تو میرا مقصدِ حیات پورا ہو جائیگا۔ آپ کی خوشنودی کی مجھے سخت ضرورت ہے۔ یہ خوشنودی حاصل کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ حبِ پیر بھی اور خوشنودیٔ پیر بھی صرف اور صرف عطا ہو تو ہی ممکن ہے۔ یہ تو اعجازِ عطا ہے۔ میں حاصل نہیں کر سکتا بلکہ بھیک کی صورت میں حبِ پیر کی عطا کا ملتجی ہوں۔ میرے رہنمائے حق! جس احساس کو کبھی میں عشق سمجھتا تھا۔ وہ لفاظی ہی تھی۔ آپ کے حسبِ ارشاد لفظ عشق کا استعمال میں نے بے حد کم کر دیا ہے۔ کہ اصل لفظ اور حقیقت تو حُبّ ہی ہے۔ اور یہ حبّ عطا ہی ہو سکتی ہے۔ نہ کمائی جا سکتی ہے۔ اور نہ پیدا کی جا سکتی ہے۔ التجا ہے۔ کہ آپ مجھ پر احسان فرمایئے۔ اور اپنے قدم مبارک میں جگہ عطا فرما دیجئے۔ میرے رکھوالے! میں بے حد ناتواں، نادان، اور کمزور ہوں اور بے ہمت ہوں۔ آپ کی بارگاہ سے قرب کا احساس ایک ایسا بادبان ہے۔ جس کی بدولت میری ناؤ بحفاظت منزلِ مقصود تک پہنچے گی (یا پہنچی ہے؟) پیر صاحب! مجھے اپنے بات کرنے کے سلیقے پر بھروسہ نہیں۔ اگر بے ادبی کا کوئی پہلو نکل آئے تو از راہِ عنایت معافی کا خواستگار ہوں۔

آپ کی نگاہِ کرم کا اعجاز ہے۔ کہ میری طبیعت بتدریج روبہ صحت ہے۔ اور انشاءاللہ بہت جلد ہی حسبِ معمول کام کاج سرانجام دینے کے قابل ہو جاؤں گا۔ پچھلے سالہا سال سے شوگر کے جاری رہنے کی وجہ سے اعضاء اور قویٰ کافی کمزور ہو چکے ہیں۔ اور اب پھر نئے سرے سے پرانی حِسیات بیدار ہو رہی ہیں۔

شاہ نواز، شاہ وقار اور بلال کی طرف سے اپنے باوا جی کی خدمتِ اقدس میں محبت بھرے آداب وسلام۔ شہناز کی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام وآداب۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف!

میں گلیاں دا رُوڑا کُوڑا تے محل چڑھایا سائیاں

فقط والسلام

آپ کے آستانہ کا بھکاری

آپ کا بیٹا شبیر شاہین

۸۶

بلیک برن

۱۳۰ اکتوبر ۱۹۸۵ء

مکرّم و معظّم قبلہ پیر صاحب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ بَرَکَاتُہٗ

آپ کا پیغام محترم شیخ صاحب کی زبانی پہنچا۔ مجھے انتہائی افسوس ہے۔ کہ میرا سابقہ خط انتہائی ادھورا تھا۔ دراصل جب مجھ پر پھر بیماری کا غلبہ ہوا۔ تو اس کے ایک دو (۲) ماہ بعد تک اثرات مرتب ہوتے رہے۔ اور جسم کے علاوہ ذہن بھی تقریباً ماؤف سا رہا۔ جب آپ کو وہ عریضہ تحریر کر رہا تھا۔ تو باوجود ہزار کوشش کے مزید لکھنے کیلئے کچھ بھی ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ اور ان ہی حالات میں جوں توں کر کے وہ عریضہ ادھورا ہی آپ کی خدمتِ اقدس میں ارسال کر دیا تھا۔ اُس کے بعد ہی پھر چنیوٹ اور لاہور خطوط لکھے۔ شیخ صاحب کی زبانی پیغام ملنے پر میں نے طاہر صاحب سے لاہور فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی البتہ چند روز بعد ہی ان کی طرف سے کتابت شدہ صفحات کی فوٹو کاپیاں ملیں اور ساتھ ہی یہ اطلاع بھی کہ وہ کاپیاں آپ کی خدمت اقدس میں بھی ارسال کر دی گئی ہیں۔ تو گونہ تسلی ہوئی۔ دراصل ان دنوں میں تخلیقِ کائنات والے مضمون کو دوبارہ نقل کر رہا ہوں۔ کہ کاتب کو چھوٹے بڑے ٹکڑوں اور حاشیوں کو تسلسل میں لانے میں دشواری نہ رہے۔ اور ساتھ ہی تمثیلی خاکوں کو خوبصورت طریق سے ڈرائینگ کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ کتابت میں ترامیم و اغلاط کی نشاندہی اور تصحیح کے بعد ان کو یہ بھی ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔

محترم عبدالخالق صاحب کی طرف سے 7,000 روپے کی رقم کی ترسیل کا جان کر اتنا ہی عرض کرنا باقی ہے۔ کہ طاہر صاحب کی حسبِ خواہش منازل فقر کے اخراجات انہی کے ذمہ ہو جائیں اور پھر اس کے بعد چونکہ ''نورالعرفان'' کی بھی کتابت و چھپائی کا کام کرانا ہے۔ تو ان کو اس ''نور العرفان'' کے اخراجات پورے کرنے میں مدد دے دی جائے تو بہتر ہے۔ پیر صاحب مجھے پورا احساس ہے۔ کہ کتابوں کی اشاعت طوالت پکڑ گئی ہے۔ آپ کی نظر کرم رہی تو انشاء اللہ اب مزید زیادہ دیر نہیں ہو

گی۔انشاء اللہ اب میری طبیعت کافی سنبھل چکی ہے۔اور کام کرتے وقت پہلے کی طرح کی سستی اور تھکاوٹ نہیں طاری ہوتی۔دراصل میں نے 2,500 روپے کا ایک ڈرافٹ طاہر صاحب کے نام بنوایا تھا۔جس کا مقصد یہ تھا۔کہ منازل فقر میں ان سے درخواست کروں کہ میرا بھی حصہ ڈال دیں۔بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔کہ یہ ڈرافٹ بھی مجھے آپ کی خدمتِ اقدس میں آپ کے نام ہی ارسال کرنا چاہیے تھا۔لیکن چونکہ یہ نام اب تبدیل ہونا ناممکن ہے۔تاہم یہ ڈرافٹ بھی آپ کی خدمتِ عالیہ میں ارسال کر رہا ہوں۔اس استدعا کے ساتھ۔کہ براہِ کرم آپ ہی اپنے دستِ مبارک سے طاہر صاحب تک یہ ارسال فرمادیں۔اس ساری زحمت کیلئے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔تاہم آپ ہی مالک ہیں۔کہ جیسے آپ حکم فرمادیں وہی سر آنکھوں پر، مجھ سے کافی غلطیاں سرزد ہورہی ہیں۔جن کیلئے میں معافی کا خواستگار ہوں۔ابھی تک میرے قویٰ پورے طور پر نارمل نہیں ہوئے تاہم الحمدللہ کہ آپ کی نظرِ کرم کے طفیل بیماری اور اس کے 60 فیصد سے متجاوز اثرات سے نجات حاصل ہوئی۔کل ہسپتال میں سپیشلسٹ سے ملاقات ہوئی۔اور میری صحت یابی کی رفتار سے وہ بھی مطمئن تھا۔آپ کی نگاہِ کرم کا نتیجہ ہے۔کہ میں نے قلبی اور طبعی طور پر اپنے آپ کو ایسا تندرست 1953/54 کے بعد اب محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میرے مُحسن، میرے آقا یہ سب آپ کی عنایات کا اعجاز ہے۔میرے مالک و محسن! کبھی کبھار ذہن چند لمحات کیلئے اوٹ پٹانگ کا شکار ہو جاتا ہے۔جس سے طبیعت میں کافی تکدّر ہو جاتا ہے۔حالانکہ یہ جانتے ہوئے کہ ایسے خیالات درست نہیں ہیں۔پھر بھی وہ در آتے ہیں۔اور یوں پریشانی اور چین کے درمیان ایک ہنڈولے کی طرح جھولتا رہتا ہوں۔خدا کرے کہ اس کیفیت سے نجات مل جائے۔آمین

میرے محترم و مکرم پیر صاحب! کئی روز سے نورِ سیاہ کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔کہ آپ کے حسبِ ارشاد نور کی انتہائی شدت سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔سائنسی نقطہ نگاہ سے جو حقائق سامنے ہیں۔ ان کی بدولت فی الحال سمجھنے سے قاصر ہوں۔اس ڈر سے کہ آپ کی طبعِ گرامی پر بوجھ نہ بنے۔اس کو زیرِ قلم لاتے ہوئے ہچکچاہٹ سی ہوتی ہے۔تاہم الجھن یہ ہے۔کہ سفید نور سات مختلف رنگوں کا آمیزہ ہے۔جو درج ذیل ہیں۔

بنفشی (Violet) نیلگوں (Indigo) نیلا (Blue) سبز (Green) زرد (Yellow) نارنجی (Orange)

سرخ (Red)۔ ہمیں جب کوئی چیز سرخ دکھائی دیتی ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز ان سات رنگوں میں سے صرف سرخ کو منعکس کر رہی ہے۔ جبکہ باقی چھ رنگوں کو جذب کر رہی ہے۔ یہاں یہ بات اضافی طور پر سمجھ میں آجاتی ہے۔ کہ نور کے کسی بھی رنگ کا نظر آنا اس شخص کے قلب کی کیفیت کی عکاسی ہے۔ یعنی سفید رنگ کا مطلب اس قلب سے تمام رنگ منعکس ہو رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ جبکہ سیاہ چیز ان ساتوں رنگوں کو جذب کر لیتی ہے۔ اور کوئی بھی رنگ منعکس نہیں ہو رہا ہوتا۔ اسی طرح ناری کیفیتوں کی بابت یہ تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ درجہ حرارت کے بدلنے سے کسی چیز کی رنگت تبدیل ہوتی ہے۔ یعنی انتہائی حدّت کی وجہ سے مادّہ سفید ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ چونکہ ارشاد یہ ہے۔ کہ نور کی انتہائی شِدت کا رنگ سیاہ ہے۔ یہ امر فی الحال سمجھ میں نہیں آیا گو آپ کے ارشاد کو من وعن تسلیم کر لینا میرا ایمان ہے۔ لیکن ایک دو (۲) مرتبہ مجلسوں میں اس بات کا تذکرہ ہوا۔ جو کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اور اسکی سائنسی توجیہہ ذہن میں نہیں آئی۔ اس باب میں ارشاداتِ عالیہ سے نوازیں تو عنایت ہوگی۔

میرے بزرگ و محترم پیر صاحب! مجھے آپ کی ''حب'' عطا ہے تو میں اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت تصور کروں گا۔ ویسے یہ حقیقت ہی میری خوش بختی کی علامت ہے۔ کہ مجھے آپ کے قدموں میں جگہ عطا ہے۔ آپ سے نسبت ہے۔ ورنہ میں کیا ہوں اور میری وقعت کیا ہے۔؟ کبھی کبھار تو اس خوش بختی کے بھروسے میں اپنی اوقات بھول بیٹھتا ہوں۔ کہ گرد و پیش سے ہی بے نیاز سا ہو جاتا ہوں۔ میرے قبلہ و کعبہ! مجھ میں ہزار ہا خامیاں، کوتاہیاں ہیں مجھ میں تجاہل و تساہل بھی موجود، مجھ میں انانیت کی بھی کمی نہیں، غرضیکہ حضور والا میں کمزوریوں کا مرقع ہوں۔ لیکن اس حقیر و ناچیز کو آپ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ تو کچھ پرواہ نہیں۔ البتہ کبھی کبھار ایک آدھ روز کیلئے ذہن پھیر چکر کا شکار ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن آپ کی نگاہِ لطف و کرم اور عنایات، بے پایاں سے جلد ہی راہِ راست اور صحیح ڈگر پر ذہن آجاتا ہے۔ میرے مرشد صاحب! مجھے براہِ کرم ''حبِّ پیر'' سے مالا مال فرما دیں۔ میری جھولی میں اس جنس کی خیرات ڈال دیں تو میری فلاح ہو گئی۔ پیر صاحب! میں اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود بلاشبہ ایک غریب الحال و غریب الطبع انسان ہوں۔ اس بیماری کے بعد جو پچھلے 3/4 سال سے شدت اختیار کر گئی تھی۔ مزید کسر نکل گئی۔ حافظہ جاتا رہا تھا۔ اور تو اور لکھنے پڑھنے کی ہمت نہ رہی تھی۔ الحمدللہ کہ نظر کرم سے

میرے دلِدّر اور میری بیماری دور ہوئی۔اور میں پھر سے ان کھوئی ہوئی صلاحیتوں کی مراجعت کو محسوس کر کر خوش بھی ہوتا ہوں۔اور تشکر کے آنسو بھی نکل نکل پڑتے ہیں۔

قبلہ و کعبہ محترم پیر صاحب! چند روز قبل تک آپ کے ارشادات کی اتباع نہ کر پانے کے خیال نے بہت تڑپایا۔ کہ آپ کا ارشاد تھا۔ کہ حکیم نور احمد صاحب سے مشورہ کر لینا وہ حماقت کی وجہ سے نہ کر پایا۔ تو بہت کوفت رہی۔ تہیہ کیا کہ مزید علاج معالجہ ہی نہیں کروں گا۔اور جو ہسپتال سے دوا ملی تھی اسی پر اکتفا کروں گا۔قبلہ پیر صاحب صرف کریلا کچا استعمال کرنے کی جسارت کر رہا ہوں جس نے بے پناہ نفع دیا۔ اگر حکم ہو تو جاری رکھوں۔؟ پھر آپ کا ارشاد پروفیسر طاہر القادری سے ملاقات کی بابت بھی بجا نہ لا سکا۔ بے حد پریشان رہا۔ کاش میں مزید کوشش کر کے ان سے آپ کے حسبِ ارشاد ملاقات کرتا۔ان حکم عدولیوں نے بہت رلایا اور بہت تڑپایا۔ میرے محسن میں شرمندہ ہوں۔تاہم شاید میری قسمت میں یہ سعادتیں ہی نہیں تھیں۔اور پھر میرے پیر صاحب، پیر اکمل، وسیع القلب ہیں۔ میری ان کوتاہیوں کو اپنی خصوصی مہربانی سے ضرور معاف فرما دیں گے۔اور میری اس نالائقی کی بدولت اپنی نظر سے گرنے سے بچالیں گے۔ یہ التجا و استدعا ہے۔

حضور والا کے سابقہ ارشادات واحکامات کی روشنی میں جوں جوں سوچتا ہوں اپنی خوش بختی پر ناز بھی ہوتا ہے۔اور ڈر بھی لگتا ہے۔ کہ کہیں اپنی ابتک کی کوتاہیوں کی بدولت میں اعزاز سے محروم نہ ہو جاؤں۔ اَلْاَمَانُ۔ میرے پیر صاحب میں آپ کی عطا کردہ ہمت و توفیق کے بل بوتے پر انشاءاللہ سلسلہ اویسیہؒ کی ترویج اور تبلیغ، نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اپنی خدمات وقف کرنا چاہتا ہوں ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

قبلہ پیر و مرشد! اپنی تنہائیوں میں جب کبھی بھی امتدادِ زمانہ، بے بضاعتیوں یا محرومیوں، دکھوں اور تکلیفوں سے گھبرا اٹھتا ہوں تو کم از کم تصور میں آپ کی ذاتِ عالیہ کا سہارا لیتا ہوں، آپ کے قدموں میں سر رکھ کر عافیت محسوس کرتا ہوں۔ آپ کے آگے باہیں پھیلا کر عافیت ڈھونڈتا ہوں۔ محسوس کرتا ہوں۔ میرے پیر صاحب! مجھے آپ کا سہارا، گوشۂ عافیت عطا ہوا۔ جو میری زندگی میں ایک نئی اور انوکھی بات ہوئی۔ التجائے کرم کا یہ ملتجی یہ استدعا کرتا ہے۔ کہ میرے ان سہاروں کو قائم و دائم رکھے گا۔ ورنہ میں ٹوٹ

پھوٹ کا بالکل متحمل نہیں ہوسکوں گا۔ میرے پیر ومرشد! آج طبیعت اداس ہے۔ کہ کبھی دیدار کی جھلک عطا ہوتی ہے۔ تو پھر انتظار کرتے کرتے پتھرا جاتی ہیں آنکھیں۔ پیر صاحب میں نکما ہوں تبھی تو ایک بہت بڑے پیر، پیر اکمل کی ضرورت پڑی۔ ورنہ کسی عام حضرت صاحب سے ہی بگڑی بن جاتی۔ اس نکمے اور نالائق کو آپ کی نظرِ کرم، آپ کی عطا، آپ کی عنایت، آپ کے در کی بھیک، آپ کی جودوسخا ہی کی ضرورت ہے۔ آج طبیعت بھر آئی ہے۔ ان جذباتی الفاظ کیلئے معذرت خواہ ہوں۔

شہناز راضی خوشی ہے۔ اور سلامِ قدمبوسی بجالاتی ہے۔ بچے راضی خوشی ہیں۔ اور اپنے دادا جان کے حضور ہدیہ سلام وآداب پیش کرتے ہیں۔ فقط والسلام

آپ کے درِ عالیہ کا بھکاری۔ آپ کا بیٹا

شبیر شاہین

آج بھٹی صاحب سے فون پر بات ہوئی تھی۔ وہاں سب خیریت ہے۔ اور انتہائی مودبانہ سلام عرض کرتے ہیں۔ ان کے ہاں سب خیریت ہے۔ برادرم بشیر صاحب کے ہاں پرسوں حاضر ہوا تھا۔ سلام عرض کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں سب خیریت ہے۔ کل رات شیخ صاحب سے ملاقات ہوئی وہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ان کے اہلِ خانہ بھی بخیریت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔

آپ کی خدمتِ عالیہ میں جو چند شب وروز گزرے۔ کاش وہ اسی طرح دوام ہو جائیں۔ اس ناچیز کو اپنی بارگاہ میں شرفِ باریابی کی پھر اجازت کب عطا ہو؟ خدا کبھی تو وہ وقت لائیں گے۔ کہ آپ کی زیارت سے مشرف باد ہوں گا۔ اور آپ کے قدموں میں سر ڈالوں گا۔ میری طرف سے برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کو خصوصاً سلام عرض ہے۔ دیگر تمام احباب کو السلام علیکم عزیز صاحب کے بچوں کو پیار اور باجی صاحبہ کو مودبانہ آداب وسلام ان کا شکریہ!

ہمارے ایک درود خوان بھائی۔ ظفر ملک صاحب کے بڑے بھائی ریٹائرڈ کرنل محمد علی صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں تھوڑا بہت درود شریف پڑھتے ہیں۔ ان سے گفتگو ہوئی تو آپ کے نیاز حاصل کرنے کا اشتیاق ہے۔ واپسی پر قدمبوسی کیلئے حاضر ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے۔

786

بلیک برن

۸ جون ۱۹۸۶ء

محترمی ومکرمی قبلہ پیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ آپ کی جملہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے کیلئے الفاظ نہیں۔ کہ آپ اپنی تمامتر مصروفیات اور ناسازیءِ طبع کے باوجود اتنا تردّد فرماتے ہیں۔ کہ تشکّر کا اظہار شایانِ شان نہیں۔ اور اس کا بدل کوئی لفظ بھی نہیں۔

اب جبکہ میری بیماری کی تشخیص کے بعد علاج معالجہ کو تقریباً ایک سال ہو چکا ہے۔ اور آپ کی نظرِ عنایت سے تیزی سے میری صحت روبہ ترقی ہے۔ تو اب ذہن وقلب کو یہ موقع مل رہا ہے۔ کہ صحت اور اس کی خرابی کی بدولت مُرتبہ اثرات کا جائزہ وتجزیہ کروں۔ گو اب بھی کبھی کبھار طبیعت پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔ تاہم اچھے اوقات میں جب جائزہ لیتا ہوں۔ تو پچھلے چند سالوں کی کیفیت کو یاد کر کے کافی حیرانی بھی ہوتی ہے۔ اور اندازہ کرتا ہوں۔ کہ میں کس قدر بیمار تھا۔ دراصل شوگر کے بیلنس میں گڑبڑ سے جب شوگر خون میں بڑھنے لگتی ہے۔ تو اس میں موجود گلوکوز کی مقدار میں بھی اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ (قبلہ! یہ میڈیکل حقائق ہیں۔ محض خوشی کے جذبات کے تابع عرض کر رہا ہوں۔ نہ کہ اپنی معلومات کے اظہار کیلئے! کہ دل یہ ہی چاہتا ہے۔ آپ کی خدمت میں ہر خط میں دل کھول کر رکھ دوں لیکن طوالت کا خوف آڑے آتا ہے۔) گلوکوز کی ایک خاص مقدار دماغ کے صحت مندانہ فعل کیلئے ضروری ہوتی ہے۔ جب یہ گلوکوز والا خون دماغ میں گردش کر کے واپس آتا ہے۔ تو لبلبہ (Pancreas) سے انسولین اس میں شامل ہو کر گلوکوز کو ختم کر دیتی ہے۔ شوگر کے مریض کا لبلبہ، انسولین بنانا بند کر دیتا ہے۔ یا ناکافی انسولین پیدا ہونے کی وجہ سے خون کے اندر موجود گلوکوز میں بتدریج اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے گلوکوز کی زیادہ مقدار دماغ میں پہنچتے رہنے سے اس کا فعل متاثر ہونا شروع ہوتا ہے۔ جس سے دماغ تھک جاتا ہے۔ دماغ کے تھک جانے سے پورا اعصابی نظام سخت متاثر ہوتا ہے۔ اور ایک دفعہ کا یہ حملہ

جسم کو کئی کئی روز کیلئے بے جان بنا کر رکھ دیتا ہے۔ Muscles بے جان ہو جاتے ہیں۔ اور نیند اور غنودگی کا ہر وقت غلبہ رہتا ہے۔ علاج شروع ہونے سے قبل کے دو (۲) سال کا عرصہ شوگر کے مرض کی شدید زد میں گزرا۔ اور چونکہ اس وقت میں اپنی بیماری کی نوعیت سے ہی بے خبر تھا۔ اس لئے گلوکوز کے ان اثرات کے تحت زندگی گزر رہی تھی۔ جس سے مستقل چڑچڑاپن، ڈیپریشن، بینائی پہ شدید دباؤ، ذہنی صلاحیتوں پر بد اثر، زبان میں لکنت غرضیکہ پوری صلاحیتیں بُری طرح متاثر تھیں۔ اور افسوس اس بات کا ہے۔ کہ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں جب حاضر ہوا تھا۔ تو گو کہ علاج شروع ہو چکا تھا۔ لیکن میری تمام ذہنی و جسمانی صلاحیتیں اپنے کمترین نقطہ پر تھیں۔ پاکستان سے واپسی کے بعد تین چار ماہ تک یہ اتار چڑھاؤ جاری رہا۔ الحمدللہ کہ اب یہ صلاحیتیں آہستہ آہستہ عود کر رہی ہیں۔ تو پتہ چلا کہ میں نے اس بیماری کے زیر اثر 15/20 سال گزارے ہیں۔ اور ذہنی صلاحیتیں بتدریج زوال و انحطاط پذیر رہیں۔ گو کہ رفتار انتہائی سست تھی بدیں وجہ معلوم نہ ہوا.......... ان نامساعد حالات کی وجہ سے پچھلے تین چار سالوں کے دوران مجھ سے "بے بسی" کی بدولت بارگاہِ پیر میں بھی بے ادبیاں سرزد ہوتی رہی ہیں۔ جن کو سوچ کر پریشانی ہوتی ہے۔ تاہم اس سلسلہ میں سوائے دست بستہ معافی کی عرضداشت کے اور کچھ نہیں پیش کر سکتا! ع

گر قبول افتدز ہے عزّ و شرف!

محترمی قبلہ پیر صاحب! میں بقائمی ہوش و حواس آپ کی بارگاہ میں دانستہ ایسی کسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کہ جس سے کسی بے ادبی کے ارتکاب کی بُو بھی آئے۔ لیکن قبلہ مجھ جیسا نامکمل شخص جب ایک ولی اکمل سے مخاطب ہوتا ہے۔ تو اپنی کی سر توڑ کوشش کے باوجود آداب کے تقاضوں کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہو پاتا اور ہزار کوشش کے باوجود بے ادبی کے پہلو سامنے آسکتے ہیں۔ تو اندریں حالات صرف ماضی، حال اور مستقبل کی ایسی "لاشعوری" بے ادبیوں کے سرزد ہونے کے احتمال کے پیش نظر ہمہ وقت دست بستہ معافی کی درخواست گزارتے رہنے سے ان خامیوں اور ان کوتاہیوں کا مداوا ہوتا رہتا ہے۔

میں اکثر درود خوانوں کی محفل میں اور اکیلے بیٹھا یہ سوچ سوچ کر حیران ہوتا رہتا ہوں۔ کہ میری ایسی خوش بختی کہ میں ایک ولی اکمل کی نگاہِ کرم کے طفیل ان کی بارگاہ سے متعلق ہوں۔ ورنہ کروڑہا انسان بلکہ کلمہ گو

ایک ولی اکمل کے بارے میں جانے بغیر، اس کے فیض سے محروم، اس جہان سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ولی اکمل، نائبِ رسولؐ، وارثِ علمِ رسولؐ کی بارگاہ سے اِس زندگی کے دوران تعلق ہو جانا انتہائی خوش بختی ہے۔اور یہ خوش بختی یہ خوش نصیبی شبیر شاہین جیسے شخص کے حصہ میں بھی آئی ہے......

اور قبلہ یہ تعلق، یہ سلسلہ اویسیہ سے وابستگی، میرے پیرِ محترم کی مرضی، ان کی منشا اور ان کی منظوری کے بغیر ناممکن ہے۔اور اس تعلق کا موجود ہونا ہی پیرِ اکمل کی خوشنودی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ورنہ ایک نامکمل شخص جان سے بڑھ کر کسی بڑی قربانی کا تصور نہیں رکھ سکتا۔اور ''جان'' دے کر قربانی کے لوازمات پورے نہیں ہو سکتے۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے۔کہ حق ادا نہ ہوا

میرے جان سے عزیز پیر محترم! الفاظی کا یہ استعمال قربانی پر ''بحث'' جیسی بے ادبی کے ارتکاب پر محمول نہ فرمائیں۔کہ آپ کے ارشادات کے بارے میں ہمہ تن گوش رہنا۔اور حسبِ ضرورت خدمت بجالانے کے جذبہ کو ہی بیشک قربانی کا نام دیا جاتا ہے۔آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر! انشاء اللہ میری پوری کوششیں ایسے ہی مواقع کے انتظار میں صرف ہوں گی۔''بشرطِ صحت''! کہ اس نامراد بیماری کے دوران ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں بری طرح متاثر ہوتی ہیں۔اگر ایسے میں کوئی ایسی بات منہ سے نکل جائے یا ضابطۂ تحریر میں آنیوالا مواد آپ کی نظر میں آداب سے گرا ہوا ہو تو ازراہِ کرم میری مجبوری پر محمول فرما کر معاف فرما دیا کریں۔اور میری صحت کی بحالی کی طرف نظر التفات و کرم فرمائیں تا کہ میں چند روزہ باقیماندہ زندگی میں آپ کے بے پایاں کرم کے مستفیض ہوتا رہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔کہ کیا میں آپ کی طرف سے بیان کردہ حقائق کو من وعن قبول کر لیتا ہوں۔یا کہ ان کو اصولاً ''درست سمجھ کر'' تسلیم کرتا ہوں؟ تو محترمی و محبی! بیشتر باتوں کی عقلی و منطقی دلیلیں میسر ہوتی ہیں، جن کا تعلق حواسِ خمسہ سے ہوتا ہے۔تو ان کو سمجھنے کی (اکثر و بیشتر کامیاب) کوشش کرتا ہوں۔تاہم ایسے مسائل و حقائق جن کا صرف ''ادراک'' سے تعلق ہو۔اور جو ''القا'' و ''مشاہدہ'' جیسے عظیم ذرائع سے ہی علم میں آ سکتے ہوں ان کو بہر حال، ارشادِ شیخ، حدیثِ نائب رسولؐ جان کر من وعن تسلیم کرنا ہی یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ہے۔تادمِ تحریر یومنون بالغیب کے یہی معانی، یہی مفہوم ذہن میں آیا

ہے۔یہی کچھ سمجھ میں آیا ہے۔کہ ایک ''نبی''، ایک اولی الامر، ایک ولی اکمل، ایک پیر اکمل یعنی ایک شیخ کا ـــ میرے اپنے شیخ کا حرف ـــ حرفِ اوّل اور حرفِ آخر ہوتا ہے۔ یہی حقیقت ہوتی ہے۔ جو بیان کی جاتی ہے۔ ورنہ اگر سمجھ کر ہی، دیکھ کر ہی تسلیم کرنے کی سنت قائم ہو جاتی تو وہ ہر شخص کیلئے لَنْ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً پر منتج ہوتی۔ جو سراسر ناکامی، نامرادی اور ناقبولیت پر دلیل ہے (میں ایک بار پھر دست بستہ عرض کرتا ہوں۔ کہ براہِ کرم ان سطور میں کسی بے ادبی کا پہلو در آئے تو معاف فرما دیجئے گا) لہٰذا جو آپ فرمائیں گے وہ میرے لئے۔ قطعی حقیقت ہوگی۔

پیر محترم! یہ حقیقت میرے روئیں روئیں میں، میرے خون کے ذرّے ذرّے میں رچی بسی ہے۔ کہ ''عطا''، محض اور محض شیخِ مکرّم کی ''خوشنودی'' سے ہی عطا ہوتی ہے۔ سائل کا کام درِ دولت پر آ کر دامن پھیلا کر اظہار طلب کرنا ہے۔ اس کے دامن میں کب، کتنا اور کیسے ڈالا جاتا ہے؟ اس سے وہ مطلق بے خبر ہوتا ہے۔ اور ''اگر'' کوئی سائل اپنے ''باخبر'' ہونے کا ارادہ کرنے کی بھی غلطی کر بیٹھے تو وہی سوالات (کب، کتنا، کیسے) سوہانِ روح بن جایا کرتے ہیں۔ رہی بات ناقص علم کا غم، تو قبلہ یہ کلمہ بھی محض جلد بازی یا ناسمجھی کی بدولت لکھا گیا ہوگا۔ جس کیلئے معذرت خواہ ہوں۔ (آج معذرت در معذرت اس لئے جاری ہے۔ کہ ان دنوں مجھے اپنی طرف سے کی گئی بے ادبیوں کا شدت سے احساس ہو رہا ہے۔ کہ میں بوجوہ اپنے پیر صاحب، پیرِ اکمل کی لامحدود ذات کو شایانِ شان زاویہ سے نہ دیکھ سکا۔) اور یہی خیال رہ رہ کر آ رہا ہے کہ ع

دل کا کیا رنگ کروں، خونِ جگر ہونے تک

(گو کہ دل، اس کا رنگ، جگر اور خونِ جگر سب ناسوتی اصطلاحات ہیں تاہم یہ مصرع کافی جملوں کا اچھا نعم البدل سمجھ کر لکھا ہے۔)

آپ کے نوازش نامہ کے ذریعہ محترم قبلہ ڈاکٹر محمد عبدالحفیظ صاحب قریشی کی یورپ (اور انگلینڈ) کے دورہ کی اطلاع ملی۔ تو قبلہ میر صاحب سے فون پر بات ہوئی اس دوران محترم میر صاحب بلیک برن تشریف لائے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کے آنے کی اطلاع ہے۔ لیکن حتمی طور پر صحیح تاریخ کا پتہ نہیں تھا۔ رات انہوں نے یہاں گزاری (غالباً یکم یا دو (۲) مئی کا واقعہ ہے) پھر میں،

بشیر صاحب میر صاحب کے ہمراہ ہڈرز فیلڈ بھٹی صاحب کے ہاں حاضر ہوئے۔ تو وہاں طے ہوا۔ کہ قبلہ میر صاحب کراچی فون کر کے 8/9 مئی کو حتمی پروگرام کے بارے میں معلوم کر کے ہمیں فون سے ڈاکٹر صاحب کی تشریف لانے کی تاریخ سے آگاہ فرمادیں گے۔ اور بشیر صاحب اور بھٹی صاحب اور میں ائیر پورٹ پر ڈاکٹر صاحب کو مل کر آپ کے حسبِ حکم Surprise دیں گے۔ لیکن ہمیں کوئی اطلاع نہ مل سکی۔ لامحالہ 10 مئی کی رات کو بشیر صاحب نے اور بھٹی صاحب نے میر صاحب سے فون پر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ محترم ڈاکٹر صاحب صبح (11 مئی کو) لندن ائیر پورٹ پر پہنچ رہے ہیں۔ بلیک برن اور ہڈرز فیلڈ سے کم از کم 250 میل کا فاصلہ، اتوار کا دن اور سوموار کو کام سے چھٹی نہ لے سکنے کی مجبوریوں کی بدولت بروقت ائیر پورٹ پر پہنچنا ناممکن تھا۔ تاہم ہم تینوں کو اس کا بے حد افسوس ہوا۔ کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں حالات آڑے آ گئے۔ ساؤتھ آل سے دوست ائیر پورٹ پر ضرور پہنچ گئے تھے۔ کہ وہ صرف 15 میل دور تھے۔ اور آدھ گھنٹہ کے اندر اندر وہاں پہنچ سکتے تھے۔ تاہم میر صاحب سے طے ہوا۔ کہ براہِ کرم ڈاکٹر صاحب کے تفصیلی پروگرام سے مطلع فرمادیں۔ نیز اس دوران قبلہ ڈاکٹر صاحب سے فون پر بشیر صاحب کی تفصیلی بات چیت ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ وہ 6 جون تک تو کانفرنسوں کے سلسلہ میں مصروف رہیں گے۔ پھر پتہ چلا کہ ڈاکٹر صاحب نے 6 جون کی بکنگ کروا رکھی ہے۔ کہ واپس کراچی تشریف لے جائیں گے۔ اور بشیر صاحب، بھٹی صاحب اور میں نے پھر پروگرام بنایا کہ 6 جون سے قبل اطلاع ملنے پر ایک ہی گاڑی میں ان سے نیاز حاصل کرنے کی غرض سے حاضری دیں گے۔ لیکن پھر انتظارِ اطلاع کر کر کے بشیر صاحب نے میر صاحب کے ہاں فون کیا تو پتہ چلا کہ بھٹی صاحب تو میر صاحب کے ہاں چکر لگا کر اور ڈاکٹر صاحب سے مل کر واپس ہڈرز فیلڈ جا چکے ہیں۔ میں اور بشیر صاحب انتہائی حیرت و پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ تاہم ڈاکٹر صاحب سے رابطہ قائم کیا انہوں نے پھر میر صاحب سے رابطہ قائم کرنے کا فرمایا۔ کہ "مردہ بدستِ زندہ" کے مصداق میر صاحب ہی کو تفصیلی پروگرام کا پتہ تھا۔ خدا خدا کر کے ڈاکٹر صاحب نے ایک ہفتہ اور بڑھایا اور یوں امید بندھ چلی کہ قیام میں طوالت سے پیاسوں کو سمندر سے شبنم تو ضرور ملے گی۔ پھر پروگرام بنا کہ ڈاکٹر صاحب بلیک برن تشریف لائیں گے۔ اور دو (۲) تین روز قیام فرما کر سیر و تفریح کے بہانے ہمیں کچھ وقت اپنی معیت و مجلس میں رکھ کر

اپنے ارشادات وخیالات سے مستفیض فرمائیں گے۔ کہ جمعرات کا دن آ گیا۔ رات معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ڈاکٹر صاحب آئندہ اتوار کو جائیں گے۔ لہٰذا جمعہ کے دن شام کو برمنگھم (خالق صاحب کے ہاں) پہنچ جاؤ۔ اور دو (۲) چار گھنٹے کے قیام کے بعد پھر وہ واپس لندن چلے جائیں گے۔ ہم نے یہ موقع غنیمت جانا۔ اور بشیر صاحب، شیخ صاحب، بھٹی صاحب اور میں جمعہ کو بعداز دوپہر برمنگھم پہنچے۔ شام 8 بجے کے قریب میر بمعہ ڈاکٹر صاحب قبلہ پہنچ گئے۔ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور رات ان کے ساتھ گزری ان کے دلچسپ پیرایہ اور مفید گفتگو سے محظوظ ہوئے۔ فجر کی نماز کے بعد مراقبہ، ناشتہ کر کے وہ لندن تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس گھروں کو۔ اس محفل کی یاد باقی زندگی دلوں میں رہے گی۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مخصوص اور دلچسپ انداز میں سلسلہ اویسیہؒ کی تاریخ وواقعات (جن کے وہ پچھلی نصف صدی کے لگ بھگ سے خود چشمدید گواہ بھی ہیں) بیان فرمائے۔ ان میں دینی اور دنیاوی موضوعات بھی شامل تھے۔ جن پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے مخصوص انداز ونقطہ ہائے نظر کا بھرپور اظہار خیال فرمایا۔ تاہم اس رات کی آخری ساعتوں کے دوران ڈاکٹر صاحب نے انتہائی جذباتی انداز میں پیر صاحب قبلہ مولوی محمد امین صاحبؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری دینے کے ارادہ کا اظہار فرمایا۔ ع

اَج سِک مِتراں دی ودھیری اے

میں اپنی طرف سے آپ کے حسبِ ارشاد کافی عرصہ سے وزیراعظم پاکستان کے نام درخواست لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ کئی بار دبے لفظوں میں احباب سے ذکر کیا۔ لیکن چونکہ اپنے مخصوص مسائلِ صحت کی وجہ سے قدرے غیر خود اعتمادی سی تھی۔ کہ شاید یہ تاخیر کسی مصلحت کے تابع نہ ہو۔ اور میں جلد بازی میں کوئی قدم اٹھا کر مزید تکلیف کا باعث نہ بن جاؤں جس سے حالات میں الجھاؤ کی بدولت مجھے تکلیف بھی آ سکتی تھی۔ بشیر صاحب کے بچے 22 جون کو واپس آ گئے ہیں۔ اس سے قبل اس درخواست کا ڈرافٹ تیار ہو گیا تھا۔ جو مکمل ہو گئی تھی۔ اور پچھلے ہفتہ کے روز (5 جولائی کو) پوسٹ ہوئی۔ یہ درخواست میں لے آیا تھا۔ کہ وزیراعظم کے نام رجسٹری کر دوں گا۔ تو صبح معلوم ہوا۔ کہ نہ ہی بشیر صاحب کا خط اور نہ ہی یہ درخواست ڈاک کی نذر کی جا سکتی ہے۔ کہ ڈاکخانہ کے عملہ کے کچھ لوگ ہڑتال پر تھے۔ اور ڈاک وصول نہیں ہو رہی تھی۔ معلوم ہوا۔ کہ کوئی 15 میل دور کے ایک شہر برنلے میں ڈاک کا

انتظام حسبِ معمول ہے۔صرف 12 گھنٹہ بند ہونے میں باقی تھا۔میں نے بشیر صاحب کوفون کیا کہ یہ صورتحال ہے۔اوران کوجلدی گھر سے گاڑی لے کر نکلنے کیلئے عرض کیا اور یوں بشیر صاحب کا خط، وزیر اعظم کی درخواست اور سفیر کونقل ارسال کی جاسکی۔امید ہے۔کہ درخواست کا یہ انداز آپ کو پسند آیا ہو گا۔اور انشاء اللہ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلے گا۔تاہم آپ کی نظر کرم اور دعائیں اس کامیابی کیلئے انتہائی ضروری ہیں۔

اس سال ہم نے قبلہ بڑے پیر صاحبؒ کا عرس مبارک ۲۷ مارچ کو رکھا تھا۔جس کی اطلاع آپ کی خدمتِ اقدس میں احباب کے خطوط کے ذریعہ پہنچ گئی تھی۔ برادرم بھٹی صاحب اس سلسلہ میں ۲۶ مارچ کو ہی بلیک برن تشریف لے آئے تھے۔کہ شام کواچانک طاہر صاحب کا فون آگیا۔دراصل میں نے ان کوقدرے سختی سے خط لکھا تھا۔مجھے غالباً اس سے ایک روز پیشتر کتابت شدہ منازلِ فقر کا مسودہ ملا۔۲۷ مارچ کوعرس مبارک پرتھوڑا سازردہ کھالیا جس کے بعد ۲۹ مارچ سے میری طبیعت انتہائی خراب ہوگئی۔طاہر صاحب نے 3/4 اپریل کوآپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا پروگرام بنایا تھا۔ جس کے مطابق وہ آپ کے ہاں حاضر ہوگئے تھے۔میں نے طبیعت کی خرابی کے دوران ہی جیسے تیسے تصحیح کر کے 5/6 اپریل کومسودہ برادرم نثار صاحب کی خدمت میں نظر ثانی کی خاطر ارسال کر دیا۔انہوں نے 15 اپریل کولوٹایا تین دن خاکے مکمل کرنے اور نئے خاکے تیار کرنے میں لگےاور سارا مسودہ ان کو 21/22 اپریل کو پوسٹ کیا چونکہ وہ رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ گیا توکم وبیش 10/12 دن بعد ملا ہو گا۔اس کے بعد پورے مسودے کی تصحیحات کی جانی تھیں۔میں نے طاہر صاحب کوخط لکھا ہے۔کہ فون پران سے رابطہ قائم نہیں ہورہا تھا۔جس میں ان کوقدرے زور دے کرآپ سے رقم کی بابت رابطہ کیلئے عرض کیا ہے۔وہ شریف آدمی تکلفات کا شکار ہے۔اور غالباً آپ سے اس معاملہ پر بات نہ کر سکے۔اور نہ ہی لکھ سکے۔اگرممکن ہوتو آپ ان کوفی الوقت مزید 6000 روپے ارسال فرمادیں۔میں نے ان کو نعت حضرت خواجہ اویس قرنیؓ اور شجرہ عالیہ قادریہؒ ارسال کر دیا ہے۔کہ وہ کتابت کرادیں۔کہ منازل فقر میں شامل ہوسکیں۔ان سے نورالعرفان کا بھی تخمینہ برائے 1000 جلد مانگا ہے۔اور کتنا عرصہ کتابت اور طباعت پر لگے گا۔مجھے امید ہے۔کہ وہ انشاء اللہ آپ سے جلد ہی رابطہ قائم کر کے آپ کی خدمتِ

اقدس میں پوری معلومات پیش کردیں گے۔

اپنے تمام قصور اپنی جھولی میں ڈالتا جاؤں تو میری راہیں آسان ہوتی جائیں گی۔منازلِ فقر کی پروگریس کافی سست رہی۔جس کی سب سے بڑی وجہ میری صحت کی خرابی رہی۔اور دوسرے رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعہ ترسیل میں تاخیر وغیرہ۔میں اس کیلئے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔برادرم نثار صاحب نے کافی حد تک نور العرفان کی تصیحات کر کے بذریعہ بشیر صاحب مجھے مسودہ بھیجا تھا۔خرابیٔ طبع کیوجہ سے اب اس کو میں نے پڑھنا اور تصیح کرنا شروع کیا ہے۔اور نئے میٹریل کا اضافہ اور صفحہ وار عنوانات بھی شروع کر رہا ہوں۔آپ کی نظر کرم شامل حال رہے تو میں اس کو عنقریب پایہ تکمیل تک پہنچا کر آپ کی خدمت میں (بذریعہ بشیر صاحب) ارسال کردوں گا۔انشاءاللہ یہ میری انتہائی خوش بختی ہے۔کہ مجھے یہ موقع عطا ہوا ہے۔کہ میں بھی اس کار خیر کے انجام دینے کی سعادت حاصل کرسکوں گا۔براہِ کرم میری صحت کی مجبوریوں کو تساہل پر محمول نہ فرمایا جائے۔انشاءاللہ آپ کی ہدایات کی روشنی میں اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت کے لئے اپنی پوری کوشش کروں گا۔

کچھ عرصہ قبل میں فجر کے مراقبہ کے دوران دیکھتا ہوں۔کہ یہ سائن ہیں جن میں سے نچلے مستطیل میں Again لکھا نظر آیا۔اور اوپر والے حصہ میں Free لکھا نظر آیا اور پھر اس کی جگہ Born نظر آیا پھر Free اور پھر Born نظر آیا۔جو اس ترتیب میں تھا۔

Born	Free	Born	Free
Again	Again	Again	Again

براہِ کرم اس کیفیت پر تھوڑی سے روشنی ڈال دیجئے تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

شہناز بخوشی وبخیریت ہے۔اور مودبانہ سلام عرض کرتی ہے۔بچوں کی طرف سے دست بستہ آداب بشیر صاحب اور ان کے اہل خانہ کی طرف سے مودبانہ سلام۔تمام درود خوان بہنوں اور بھائیوں کی طرف سے السلام علیکم۔میری طرف سے برادران یوسف صاحب، ہمایوں صاحب۔عزیز الرحمٰن صاحب، راجہ اکبر صاحب، راجہ سرور صاحب اور دیگر احباب کو السلام علیکم۔برادرم عزیز الرحمٰن کے اہل

خانہ کو میرا اور شہناز کا السلام علیکم ان کے بچوں کو پیار فقط والسلام

آپ کی نظرِ کرم کا طالب

شبیر شاہین

ایک اور بات جس کو لکھنا بھول گیا تھا۔ وہ یہ کہ آپ کی نظرِ کرم کے صدقے مجھے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے دفتر سے ایک خط ملا۔ کہ میں وزارتِ داخلہ اور عدالتِ عالیہ کے ریجنل آفس میں انٹرویو کیلئے حاضر ہوں تا کہ میری تقرری بطور آنریری مجسٹریٹ عمل میں لائی جا سکے۔ انٹرویو کے بعد گو حتمی فیصلہ نہیں ہوا لیکن ریجنل آفس نے سفارش کر کے بھیج دی ہے۔ اور چیف جسٹس (جس کو یہاں لارڈ چانسلر کہتے ہیں) نے رسمی منظوری دینی ہے۔ شاید اس سال نہیں تو اگلے سال انشاء اللہ تقرری کے کاغذات آ جانے کی قوی امید ہے۔ گو اس میں تنخواہ کا عمل دخل نہیں۔ لیکن معاشرے میں خاصا قابلِ تحسین گردانا جاتا ہے۔

786

بلیک برن

6.12.86

محترمی قبلہ پیر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا 31 اکتوبر کا لکھا ہوا نوازش نامہ 21 نومبر کو ملا۔ میں اور بشیر صاحب حیران تھے۔ کہ اتنی دیر! بعد میں پتہ چلا۔ کہ پاکستان میں حالیہ فسادات کے بعد ڈاک کا نظام ابھی بھی نارمل نہیں ہو سکا۔ پریشانی اس بات کی ہوئی کہ آپ کی میرپور سے واپسی 20 نومبر کو ہونا تھی۔ اور بوجہ اس تاخیر کے آپ کو فون کرنے کی صورت بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

محترم بشیر صاحب نے تو آپ کی خدمت میں خط غالباً 27 یا 28 نومبر کو ہی لکھ دیا تھا۔ لیکن میں ابھی تک صرف یہاں تک ہی لکھ پایا ہوں۔ آپ کے نوازش نامہ کے آنے سے قبل میں نے طاہر صاحب کو 4/5 مرتبہ فون کر کے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ان سے بات نہ ہو سکی۔ اسی طرح کی مایوسی سے بچنے کیلئے میں نے ان کو اکتوبر کے اواخر میں ایک خط لکھا تھا۔ جس کا جواب نہ آیا۔

میں نے پچھلے ہفتے طاہر صاحب کو ایک اور خط لکھا تھا۔ جس میں آپ کے خط کی نقل بھی ارسال کر دی تھی۔ اور ان کے تجاہل اور تساہل کا ذکر کیا تھا۔ کہ عجیب بات ہے۔ کہ لاہور جیسے شہر کاتباں میں بیٹھ کر یہ حادثہ ہو۔ کہ سوا سال کے دوران صرف 200 صفحات کی کتابت نہ ہو سکے۔

قبلہ پیر صاحب! آپ نے مشورہ پر عمل کرنے کی تحریک دی۔ قبلہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر! اگر آپ کا یہ حکم ہے۔ کہ اشاعتِ کتاب کا معاملہ فی الحال بند کر دیں۔ تو اس سے مُفر میرے لئے بد قسمتی ہو گی۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ کہ ہم سب (انسان) انتہائی کمزور اور ناتواں واقع ہوئے ہیں۔ حدیث خداوندی کے تحت کہ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ...... نہ ہو تو کوئی بھی شخص ایمان کی طرف رجوع نہ کر سکے۔ تبلیغ وارشاد کا کام کتابوں کا مرہونِ منت نہیں ہوتا بلکہ ایک ولی اکمل کی توجہ مبارک ہی کی بدولت علم وعرفان کی روشنی سے قلوب منور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک نظر ہی کا یہ اعجاز ہوتا ہے۔ ورنہ انسان ہمیشہ سے کمزور ہے۔ اور اس کی کمزوری اس کو ہر لحہ آڑے آتی رہتی ہے۔ اور اسی کمزوری کی بدولت وہ ایک

ولی اکمل، اولی الامر کے سایہ عاطفت میں پناہ ڈھونڈتا ہے (پیر صاحب! مجھے تو یہ بھی یقین نہیں رہا۔ کہ میں جو بات کر رہا ہوں وہ ٹھیک بھی ہے۔ یا نہیں۔ اور اس میں کوئی بے ادبی کا پہلو تو نہیں آتا۔ اسی ڈر کی وجہ سے قلم اٹھاتے ہوئے ڈر اور خوف آنے لگتا ہے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں؟) تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا مسودہ ارسال فرمانے کی بجائے ایک رسولؐ کے ذریعہ اس کا اجرا فرمایا۔ جس میں رسولؐ کی قلبی توجہ، نظر شامل کر کے آئندہ تا قیامت اس بات کو قائم کر دیا۔ کہ رسولؐ کی اس سنت کا اجرا ہر دور میں اسی فارمولے کی بنیاد پر رہے گا۔ کہ حضورؐ کی توجہ مبارک بذریعہ اولی الامرِ وقت اسی تبلیغ و ارشاد میں ہمیشہ شامل رہے گی۔ آپ کی نظرِ کرم ہی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ حقیقت مجھ جیسے شخص تک بھی پہنچ گئی۔ اور بیسیوں دوسرے احباب تک پہنچی۔ جس میں ہر لحہ ولحظہ آپ کی توجہ شامل رہی۔ ورنہ عبادات و مجاہدات میں کمال رکھنے والے لاکھوں لوگ یہاں پر موجود ہیں۔ جن کو یہ باطنی توجہ میسر نہیں۔ تو ان کے حصہ میں یہ نعمت نہیں آئی اور نہ آسکتی ہے۔ تاوقتیکہ ان کو توجہ میسر آئے۔ ان پر نظرِ کرم ہو کمزور اور ناتواں انسانوں کو حقیقی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ کی نظر کرم اور توجہ کا جاری رہنا ہی ہم سب کی خیر و عافیت کی ضمانت ہے۔ ورنہ کسی کے بھی پلے خاک تک نہیں!

رہی میری اپنی بات تو محترم قبلہ پیر صاحب! شاید میں زیادہ کمزور ہوں۔ اس کمزوری کا دوسرا نام ناری قوتوں کا انتہائی قوی ہونا ہے۔ میں اپنی ان خامیوں میں سے سب سے بڑی خامی (جسے ''تنقید کی عادت'' کا نام دیا جا سکتا ہے) کے ہاتھوں سخت نالاں ہوں۔ اور التجا ہے۔ کہ براہِ کرم میری اصلاح فرمادیں۔ مجھ پر نظرِ کرم فرمادیں۔ اور میری بے ادبیوں کو معاف فرمادیں۔

فون کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ برادرم نثار صاحب تو کافی عرصہ ہوا۔ (اکتوبر میں ہی) پاکستان جا چکے ہیں۔ کل خالق صاحب سے فون پر بات ہوئی۔ (کہ میرا فون پچھلے 14 ماہ سے کٹا ہوا کل ہی دوبارہ ملا ہے۔) ان تک آپ کا پیغام پہنچایا تو انؒ کا جواب یہ تھا۔ کہ ''پیر صاحب کو عرض کر دیں۔ کہ 12000 روپے کی رقم چونکہ کتاب کی مد میں بھیجی گئی تھی۔ اگر کتاب کا معاملہ فی الحال التوا میں ڈال دیا گیا ہے۔ تو جب کبھی بھی کتاب کی اشاعت شروع ہو گی براہِ کرم یہ رقم اس وقت استعمال فرمالیں۔ کتاب کی مد میں بھیجی گئی اس رقم کو اسی مد میں رہنے دیا جائے تو نوازش ہو گی۔ اور اس کو وہیں رہنے دیا جائے۔

جب کبھی ضرورت ہوئی استعمال کرلی جائے''

میری طبیعت ستمبر اور اکتوبر کے دوران کافی خراب رہی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں۔ 7 اکتوبر سے وزارتِ انصاف کی طرف سے اعزازی مجسٹریٹ کے طور پر میری تقرری ہوئی ہے۔ آپ کے کیس کے بارے میں کافی عرصہ سے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ کہ اس وقت کس مرحلہ میں ہے۔ ہم نے ایک تفصیلی خط حسبِ ارشاد وزیر اعظم کو لکھا تھا۔ جس کی کاپی اور اردو ترجمہ آپ کی خدمت میں رجسٹری کے ذریعہ ارسال کیا تھا۔ براہِ کرم اس بارے میں مطلع فرما دیں۔ نیز آپ کی عینک کا نمبر آپ کو مناسب ملا یا نہیں۔ اس بارے میں تشویش رہتی ہے۔ کہ آپ کی صحت کے پیش نظر یہ اضافی تکلیف باعثِ پریشانی بنی رہتی ہے۔ ایک عرض ہے۔ براہِ کرم آپ اپنے اوپر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔ اور صحت کا خاص خیال فرمایا کریں۔ میری اس تحریر میں اگر کسی قسم کی کوئی بے ادبی ہوگئی ہو تو براہِ کرم معاف فرمادیں۔ شہناز اور بچوں کی طرف سے دست بستہ السلام علیکم۔ بشیر صاحب اور ان کے اہل خانہ کا مودبانہ سلام فقط والسلام

آپ کا مخلص

شبیر شاہین

کتابت کی گڑبڑ جو طاہر صاحب کے تساہل سے ہوئی اس سے ہونے والی کوفت کا میں ذمہ دار ہوں جس کیلئے انتہائی شرمندہ ہوں اور خلوص دل سے معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے طاہر صاحب کو لکھا ہے کہ کتابت شدہ مسودہ جس حال میں بھی ہو۔ وہ مجھے ارسال کر دیں۔ یہ بشیر صاحب اور میں نے سوچا تھا۔ کہ اس مسودہ کے آجانے کے بعد آپ کی اجازت سے مزید کوئی بھی قدم آپ کے حسبِ ارشاد اٹھایا جائے گا۔

برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور اہل خانہ کو السلام علیکم۔ محترم ہمایوں صاحب راجہ سرور صاحب راجہ اکبر صاحب اور دیگر احباب کو السلام علیکم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۲۶ اگست ۱۹۸۷ء

مکرمی ومحترمی قبلہ پیر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا نوازش نامہ کافی روز ہوئے نظر نواز ہوا۔ ایک طرف تو یہ خوشی تھی۔ کہ آپ نے اپنے کلام سے نوازا تو ساتھ ہی اس بات سے کوفت بھی ہوئی کہ چند بے وقوفوں کے کارن آپ کو اتنے طویل خط کی زحمت سے گزرنا پڑا باوجودیکہ آپ کی صحت اس طویل تحریر کی شاید متحمل نہ ہوتی ہو۔ جن لوگوں کی بدولت آپ کو اس کوفت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اگر انہوں نے اپنی عاقبت سے آنکھیں بند کرلیں ہیں۔ تو یہ ان کی بدبختی! رہا ان لوگوں سے ہمارا واسطہ تو وہ محض اور محض آپ ہی کی نسبت سے تھا۔ اگر کوئی ساتویں آسمان پر بھی پرواز کی قدرت رکھتا ہو تو اس کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنا گناہِ عظیم ہے۔ تاہم اُن سے میں کچھ کہہ تو نہیں سکتا۔ لیکن اُن سے کسی قسم کا رابطہ تو کیا ان کا نام لینا بھی عبث ہے۔

آپ نے ازراہِ نوازش خط لکھ کر جو کرم کیا ہے۔ وہی کیا کم ہے۔ اگر آپ نے مشترکہ خط لکھا تو یہ تو آپ کی سہولت پر منحصر ہے۔ آپ کی صحت و عمر کے تقاضوں کے پیشِ نظر یہ بھی ایک تحفۂ عظیم سے کم نہیں ہے۔ کہ اس ناچیز کو آپ نے اپنے خطاب سے نوازا ہے۔ میں اپنی خوش بختی پر بڑا ہی نازاں ہوں پیر صاحب! کہ آپ نے مجھے اپنے قدموں میں جگہ عطا فرما رکھی ہے۔ میرے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہوسکتا ہے؟ آپ اپنی صحت کی طرف دھیان دیجئے گا تو یہ بھی اس غلام پر ہی عنایت ہوگی۔ کہ قبلہ آپ کے آٹھ صفحات لکھنے میں کس قدر عرق ریزی ہوئی اس خیال سے ہی دِلی رنج ہوتا ہے۔ لیکن آپ کی طرف سے عنایت کردہ الفاظ بھی آپ کی کرم نوازی ہی ہے۔ آپ جس طرح سے بھی خطوط لکھیں وہ سر آنکھوں پر!

میں نے طاہر صاحب کو خط لکھ کتابت شدہ اور اوریجنل مسوّدہ منگوالیا تھا۔ اس کی ساری کی ساری عبارت پڑھ لی ہے۔ اور چند ایک غلطیاں، سرورق شجرہ ہائے عالیہ اور حضرت اویسؓ کا منظوم درو

شریف کاتب کو براہِ راست کتابت کیلئے بھیج دیا ہے۔اور ساتھ ہی اُن کو 500 روپے کا ڈرافٹ بھی بھیج دیا ہے۔تاکہ وہ تساہل نہ برتیں۔اس عریضہ کے ہمراہ کتاب کی ایک ڈمّی (Dummy) ارسال کر رہا ہوں۔کتاب کی لمبائی شاید ایک سنٹی میٹر زیادہ کرنی پڑے گی اور سرورق کی عارضی کتابت میں نے خود کر دی ہے۔تاکہ کوَر (Cover) سے متعلق آپ کو اندازہ ہو جائے۔اس سرورق کی چھپوائی مسعود راہی صاحب کی کی ہوئی ہے۔جو ہم نے مل کر ان کے گھر پر اُن کی مشین پر کی تھی۔انہوں نے آپ کی خوشی اور آپ کی پسند کیلئے مختلف رنگوں سے سرورق بنائے ہیں۔یہ سرورق صرف ایک ہی طرف (یعنی فرنٹ پر ہی) چھپے گا۔اور جو عبارت آپ نے مرحمت فرمائی ہے۔وہی لکھی جائے گی۔آپ براہِ کرم اپنے حکم سے آگاہ فرما دیں۔کہ کتاب کا سائز وغیرہ ٹھیک ہے۔اور کون سا رنگ سرورق پر لگایا جائے۔اسی طرح میں نے دو (۲) قسم کے حاشیے اور تین مختلف سائز کے صفحات بھی ساتھ ہی ارسال کئے ہیں۔میرا اور بشیر صاحب کا خیال ہے۔کہ صفحہ سائز نمبر۲ مناسب ہے۔اور حاشیہ بیل والے کی بجائے دوسرا لگایا جائے جو اس سائز سے مزید باریک ہو جائے گا۔یہ صرف عارضی طور پر آپ کے ارشاد کے حصول کی سہولت کے پیش نظر ہے۔حاشیہ مزید محنت اور احتیاط سے تیار کیا جائے گا۔انشاءاللہ اس معاملہ میں آپ کی ہدایات کا شدت سے انتظار ہے۔کیونکہ آپ کی ہدایات موصول ہونے پر ہی صفحات قطع بُرید کے بعد چسپاں کرنے کا کام شروع ہو سکے گا۔

دو (۲) ہفتے قبل میرا ایک بچپن کا دوست ملا۔جو کہ مرزائی ہے۔اس سے گاہے گاہے بات چیت ہوتی رہی۔اسی دوران ایک مسلمان بچہ جو کہ آج سے دس سال قبل میرا شاگرد رہا تھا۔اس کو مرزائی دوست میرے پاس لے آیا۔اس لڑکے کا نام یوسف خان ہے۔اور کراچی سے تعلق رکھتا ہے۔بڑا پریشان تھا۔اور اس سے بات چیت ہوئی تو مطمئن ہوا اور درود شریف لے گیا۔اس کے اندر حقیقت کی طلب کافی ہے۔اور تین چار روز میں آپ کی نظرِ کرم کے طفیل اس کو کافی تسلّی ہوئی اور اس پر حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔اور اس کا کام بس یہی رہ گیا ہے۔کہ آپ کی باتیں سنے اور درود شریف پڑھے (اس لڑکے نے یہاں سے ڈگری حاصل کی ہے)۔یوسف خان کو آپ کی زیارت دوسرے روز ہی عطا ہو گئی تھی۔اور متواتر اس خواہش کا اظہار کرتا رہتا ہے کہ جب خط لکھو تو میرا اسلامِ خلوص و ادب قبلہ

پیر صاحب کی بارگاہ میں لکھنا ضرور! تو قبلہ یوسف خان کا دست بستہ سلامِ خلوص وعقیدت قبول فرمائیے۔ اوراس پرعنایات فرمائیے۔

میں کافی عرصہ سے اس پس وپیش میں رہا کہ آپ کو لکھوں یا نہ لکھوں؟ کہ یہ بات اتنی اہم ہے بھی یا نہیں؟ لیکن آپ کی بارگاہ میں اس کا تذکرہ کئے بغیر میرا گزارہ نہیں۔قبلہ آپ کے کرم کے اعجازات تو بے پایاں وبیکراں ہیں مجھے چند ماہ قبل وزارتِ انصاف وعدل برطانیہ نے اعزازی مجسٹریٹ مقرر کیا ہے۔اور میں پہلا پاکستانی ہوں جو اس شہر میں مجسٹریٹ تعینات ہوا ہوں کوئی 90 کے قریب گورے مجسٹریٹ اور تین ہندوستانی ہیں۔ ہفتہ میں ایک روز (ہر جمعرات کو) میں عدالت میں ڈیوٹی پر ہوتا ہوں۔ اسی طرح بلیک برن کی نمائندگی کیلئے بھی مجھے منتخب کیا گیا ہے۔اور یہ محکمہ تعلیم نے اعزاز دیا ہے۔ کہ تعلیم کے نظام میں دوررس تبدیلیوں کیلئے سفارشات مرتب کرنے کیلئے ایک کمیٹی بنی ہے۔جس میں بیس پچیس شہروں سے زیادہ تر گورے نمائندے پچھلے ایک سال سے غور وخوض کرتے ہیں۔اس کا نام Working Party on Education ہے۔اس کیلئے مجھے میٹنگ میں کسی وقت بھی ضرورت ہو۔ بلاحیل وحجت پڑھانے سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔یہ سب آپ کی نظرِ کرم کے طفیل ہے۔ کہ معاشرے میں کھویا ہوا مقام پھر سے بحال ہو رہا ہے۔

پچھلے دنوں ایک کل برطانیہ مشاعرہ ہوا جس میں چند معروف اہلِ قلم کے علاوہ ایک آدھ پیر اور ملّاں بھی آئے ہوئے تھے میں نے ایک غزل لکھی جو دس سال کے بعد ممکن ہو سکی۔شاید یہ جسارت میرے لئے ٹھیک نہ ہو۔ وہ غزل درج کر رہا ہوں۔

غزل

خانۂ شوق میں، ہر بزم کے ہنگامے میں
عشق کے راز ہیں سر بستہ نہاں خانے میں
قیل اور قال کا غوغا ہے جہاں میں ہر سُو
حال مطلوب رہا دل کے نہاں خانے میں
نفخِ روح نے بخشی ہے بشر کو عظمت!

ورنہ بس تنگِ حرم دہر کے افسانے میں

تھا تو مسجودِ ملائک ہی مگر ہائے فقیہہ !

سیم وزر کیلئے جا پہنچا ہے بت خانے میں!

اجتہادِ غمِ دوراں سے فراغت نہ ہوئی

کھو گئے شیخ محض نان کے ہنگامے میں!

قتلِ منصورؒ تھا ملّاں کی جہالت ، لیکن

کوئی تفریق نہیں شمع و پروانے میں!

کوئی میخوار نہیں جامِ وِلا جو تھامے!

ہر طرف جام وسبو بکھرے ہیں میخانے میں

کوئی صَنم '' ہے یہاں اور کوئی ہے بکم '' !!

زندہ لاشیں ہیں سجی ہر سو صنم خانے میں

نغمۂ عشق کی سوغات لئے پھرتا ہوں

جہل و نا اہلی و کم ظرفی کے ویرانے میں!

شاہ یثربؐ کی عنایات ہیں اُس پر صاحب!

ورنہ کیا رکھا ہے شبیر سے دیوانے میں!!

پچھلے دنوں حاجی عبدالشکور صاحب (پشاور والے) جو بشیر صاحب کے برادرِ نسبتی ہیں۔اپنی بچی کی شادی کے سلسلہ میں معہ اپنی فیملی کے آئے ہوئے تھے۔پرسوں گئے ہیں۔یہ ایک ماہ میں اور بشیر صاحب بے حد مصروف رہے ہیں۔شادی بفضلہٖ ٹھیک ٹھاک سرانجام پا گئی ہے۔میرے بچے ٹھیک ٹھاک ہیں۔اور آپ کی توجہ کے طلبگار ہیں۔شہناز ٹھیک ٹھاک ہے۔اور آپ کی بے پایاں نوازشات پر شاداں ہے۔سلامِ خلوص عرض کرتی ہے۔ہمارا چھوٹا بچہ بلال 32 سال کا ہے۔خوب مستی کرتا ہے۔ لیکن ابھی تک باتیں شروع نہیں کر سکا۔جس سے تھوڑا سا متفکر ضرور ہوں۔تاہم اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ اس پر اپنا فضل فرما دیں آمین۔میری طرف سے برادران عزیز الرحمٰن صاحب۔یوسف صاحب۔

ہمایوں صاحب اور راجہ سرور صاحب کو السلام علیکم باجی انوری صاحبہ کو سلام و آداب ان کے بچوں کو پیار

فقط والسلام

آپ کے در کا گداگر

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

23.9.87

محترمی ومکرّمی قبلہ پیر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خیال میں ڈوبا رہا اور اچانک یہ شعر زبان پر وارد ہوا۔ جو کہ حسبِ حال ہے۔

میرا شوق، میری عبادت یہی ہے سدا محفلوں میں ترِے تذکرے ہیں

کل رات برادرم بشیر صاحب نے ذکر کیا۔ کہ جناب عبدالخالق صاحب کو آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا جس میں آپ کی ناسازیٔ طبع کا ذکر تھا۔ میں نے اسی وقت جناب عبدالخالق صاحب کو فون کیا۔ لیکن وہ اس وقت گھر پر نہ تھے۔ آدھ گھنٹے کے انتظار کے بعد وہ جب واپس آئے تو انہوں نے فون کیا۔ علیک سلیک تو غالباً میں ہوئی۔ ان سے آپ کے نوازش نامہ اور اس میں آپ کی حالیہ بیماری کی بابت پوچھا۔ تو انہوں نے بتلایا۔ کہ آپ کے بائیں بازو پر تکلیف وارد ہوئی۔ چونکہ ان کا فون خراب تھا۔ بات زیادہ دیر تک نہ ہو سکی۔ اب آج پھر ان سے ان کی دکان کے فون پر بات ہو گی۔ آپ کی اس حالیہ تکلیف کے بارے میں جان کر سخت کوفت اور اذیت ہوئی۔ شہناز نے ذکر کیا تو وہ بھی پریشان ہو گئی۔ قبلہ محترم! ان حالات میں اتنی دور بیٹھ کر کچھ نہیں کر سکتا سوائے اسکے کہ چند آنسو بہا لئے جائیں۔ میرے پیرِ بے نظیر! اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہم سب ناتوانوں پر ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھیں آمین اور آپ کی یہ تکالیف اگر ہم بانٹ کر اپنے اپنے حصہ میں لے لیں تو یہ ہزار صحتوں سے بڑا تحفہ ہو گا۔

امید ہے۔ کہ اب آپ کی صحت میں اضافہ اور ترقی ہو چکی ہو گی۔ آپ براہِ کرم اپنا علاج جاری رکھیں ویسے میری دانست میں بلڈ پریشر کے شدید اضافے کی وجہ سے آپ کے بازو کی نسوں پر بوجھ پڑا ہے۔ جس سے کہ یہ کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ رات کو میں نے برادرم بشیر صاحب سے بات کی۔ کہ صحت وحالات کے اس غیر تسلی بخش دور میں اگر یہ تجویز پیش کروں۔ کہ تحریر کی زحمت آپ کو نہ دی جائے۔ بلکہ آپ اپنے ارشادات کسی کیسٹ پر ٹیپ کروا کے بھیج دیا کریں۔ (اگر ضرورت ہو تو) اور ہم

بھی اسی طریق سے آپ کو کیسٹ ارسالِ خدمت کر دیا کریں۔ تو اس سے ایک تو خط پڑھنے کی زحمت نہ ہوگی۔ دوسرے ہم لوگوں کی طرف خط لکھنے کے تردّد کا دباؤ بھی آپ پر نہ پڑے گا۔ اگر آپ اس تجویز کو قبول فرمالیں۔ تو انتہائی مسرت ہوگی۔ اور اگر اس تجویز میں کوئی سُقم ہو تو براہِ کرم معاف فرمادیں۔ جناب عالی! ہم تو یہاں ہر سانس آپ کے ذکر و کرم کے طفیل لے رہے ہیں۔ بس آپ ہی کے ذکرِ خیر سے صبح ہوتی ہے۔ اور آپ ہی کے ذکر عالی کے ساتھ بستر پر دراز ہوتے ہیں۔ اور آپ کے کرم کے سوتے جسم کے روئیں روئیں سے پھوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی صحت کاملہ برقرار رہے۔ تو ہمیں بھی سکون اور چین کی سانس ملتی ہے۔ اگر آپ کو خدانخواستہ تکلیف ہو تو ہم سب یہاں تڑپ اٹھتے ہیں۔ شہناز کی طرف سے سلامِ خلوص۔ یوسف خان صاحب اور بشیر صاحب کا مودبانہ سلام بچوں کی طرف سے فرداً فرداً آداب

آپ کی نظرِ کرم کا محتاج

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بلیک برن

14.12.87

مکرمی و محترمی قبلہ پیر صاحب دام ظِلّکم

اَلسَّلامُ عَلَیکُم وَ رَحمَۃُ اللّٰہِ بَرَکَاتُہٗ

آپ کا انتہائی شفقت بھرا نوازش نامہ میرے اور برادرم بشیر صاحب دونوں کے نظر نواز ہوا۔ یوں تو ہر نوازش نامہ ہی پیامِ عید ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھار الفاظ کا فراخدلانہ استعمال خوشی اور تشکر کے تحت آنسو لے آتا ہے۔ زہے نصیب کہ آپ نے ازراہِ نوازش و کرم مجھ جیسے لا اُبالی اور متلوّن مزاج انسان کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ مرحمت فرما رکھی ہے۔ اپنی اس بے پایاں خوش بختی پر خلوت و جلوت دونوں میں وفورِ جذبات و تشکر کی بدولت ہنس پڑتا ہوں۔ اور پھر یہ جذبات پگھل کر دامنِ تار تار کیلئے زینت کا باعث بنتے ہیں۔ میرے محترم القام مُحسن یہ آپ کے کرم کا اعجاز ہی تو ہے۔ کہ میں مستقبل سے ہی بے نیاز ہو گیا ہوں۔ کہ بقول محمد میاں بخش صاحب ع میں گلیاں دا روڑا کوڑا تے محل چڑھایا سائیاں

پچھلے کئی ہفتوں سے شب و روز میں اور برادرم بشیر صاحب نے کتاب کے مسودہ کی قطع و برید اور حاشیہ بندی کا کام مکمل تو کر لیا تھا۔ اور حاشیوں کی چھپائی کیلئے پرنٹر کو آڈر دے آئے تھے۔ اور ساتھ ہی اس کو 500 پونڈ کا بیعانہ بھی دے آئے ہیں۔ اور جو وقت ابھی پرنٹر کے ہاتھوں میں مسودہ دینے تک کا ہے۔ ہم نے پورے مسودہ کو آخری بار پھر سے چیک کرنا شروع کیا۔ تا کہ کوئی ایسی غلطی نہ رہ جائے جو انتہائی اہم نوعیت کی ہو۔ الحمد للہ فائنل مسودہ انتہائی خوبصورت اور اچھا لگتا ہے۔

چند روز قبل محترم عبدالخالق صاحب (بشیر صاحب کے چچا) کو اچانک پاکستان جانا پڑا تھا۔ ان کو حال ہی میں نے اور برادرم بشیر صاحب نے خط لکھا تھا۔ امید ہے۔ کہ اس دوران وہ آپ کے ہاں شرف باریابی اور زیارت سے مستفیض ہو چکے ہوں گے۔ وہ اپنے بڑے بھائی صاحب کے اچانک شدید بیمار ہو جانے کی وجہ سے راتوں رات نکل پڑے تھے۔ ان پر فالج کا شدید حملہ ہوا تھا۔ تاہم آمدہ اطلاعات کے مطابق ان کی حالت پہلے سے کافی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت یاب فرما دیں آمین۔

امید ہے۔ کہ حضور کی صحت وطبیعت بفضلہٖ تعالیٰ ٹھیک ٹھاک ہوگی۔ براہِ کرم آپ اپنے علاج کے بارے میں تھوڑا بہت تردّد فرمالیا کریں۔ اس سے ہم سب کو سکون ملے گا۔ میں نے جناب عبدالخالق صاحب سے فون پر عرض کیا تھا کہ اگر آپ (قبلہ محترم) راضی ہو جائیں تو آپ کی عینک کا ڈبل شیشہ لگوا لیں۔ اور آنکھیں تسلی بخش طور پر ٹیسٹ کروا کے درست نمبر حاصل کر لیں۔ یوں عینکوں کو بدلتے رہنے سے بھی چھٹکارا ہوگا۔ اور آپ کو نمبر درست نہ ہونے کی وجہ سے تکالیف میں بھی کمی ہو جائے گی۔ امید ہے۔ کہ آپ ازراہِ کرم میرے اس پروگرام کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے عبدالخالق صاحب کو اس کام کی اجازت عطا فرمادیں گے۔ شکریہ!

میرے پیرِ بے نظیر صاحب! یہ آپ ہی کی نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ کہ میں اپنے آپ کو پھر سے انسانوں میں شمار کرنے کا حوصلہ محسوس کرنے لگا ہوں۔ یہاں تو تہی دامنی، بے عملی، اور کم عقلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آپ نے جو عطا و سخا کا اکرام مجھ پر کیا ہے۔ میں اس کیلئے سر بسجود ہوں۔ لیکن ابھی بھی آداب و عجز سے پورے طور پر جانکاری نہیں ہو سکی۔ البتہ میری ترستی نگاہیں آپ ہی کے دست کرم کی تلاش میں رہتی ہیں۔ کبھی آپ کی خواب میں زیارت ہو جائے تو اس سے نکلنے اور ملنے والے سرور کو عید کے سرور اور خوشی کے طور پر مناتا ہوں۔ میری نکتہ چیں (بے معنی) عادت نے مجھے ارتقائے مراتب کے مشاہدات سے محروم ضرور رکھا ہے۔ لیکن میرے طبیب اور میرے حکیم نے جو طریق علاج مجھ بیمار کیلئے منتخب کر رکھا ہے۔ اس کے آگے سر تسلیم خم ہے۔ گو میں اس قدر کمزور ہوں۔ کہ کبھی کبھار گھبرا اٹھتا ہوں لیکن حضور کی پشت پناہی سے ؎ بڑے مزے میں کٹ رہے ہیں مرے شب وروز میرے آقا!

مثلاً آج صبح بستر پر لیٹے لیٹے ہیکلِ سلیمانی ذہن میں آیا۔ تو القائی طور پر زبان پر حضرت سلیمانؑ کے والدِ محترم کا نام ہیکل اور ان کی ہمشیرہ محترمہ کا نام زولو (Zolo) تھا۔ نہ جانے کیا کیفیت ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ ایسے کئی معاملات آتے رہتے ہیں۔ یہ سب آپ ہی کا کرم ہے۔

کل رات برادرم بشیر صاحب کے ہاں رات گئے تک رہا۔ باجی صاحبہ سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ سب بشمول بچوں کے خوش وخرم ہیں۔ اور سلام بصد عجز و نیاز پیش کرتے ہیں۔ میری اہلیہ گو آپ کے قدموں پر نثار رہتی ہے۔ لیکن سلسلہ کے آداب پورے کرنے سے تساہل برتتی ہے۔ آپ کی نظر

کرم والتفات کی ضرورت ہے۔ بچے بحمدہٖ ٹھیک ٹھاک اور سلامِ قدمبوسی پیش کرتے ہیں۔ تمام احباب کی طرف سے سلام عجز و نیاز قبول ہو۔ عزیزم یوسف خان صاحب تاکید کر گئے تھے۔ کہ خط لکھنے پر ان کا سلامِ عجز و خلوص عرض کر دوں۔

میری طرف سے برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کو السلام علیکم۔ ان کے اہلِ خانہ بالخصوص باجی صاحبہ کیخدمت میں السلام علیکم۔ برادران محمد یوسف صاحب۔ راجہ سرور صاحب۔ راجہ اکبر صاحب اور دیگر احباب (بالخصوص ہمایوں صاحب) کی خدمت میں السلام علیکم

آپ کی نظر کرم کا محتاج

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۲۷ مئی ۱۹۸۸ء

میرے انتہائی معزز و مکرم پیر صاحب!

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ

آپ کا نوازش نامہ بدست شیخ مسعود اصغر صاحب ودیعت ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ ۲ اپریل کو واپس پہنچے تھے۔ اور دوسرے روز آپ کا نوازش نامہ نظر نواز ہوا تھا۔ اس دوران خط لکھنے بیٹھا بھی اور ایک آدھ صفحہ لکھ بھی ڈالا لیکن نہ تو اس خط کو مکمل کر سکا۔ اور نہ ہی بعد ازاں مزید خط لکھ سکا۔ میرے پیرِ محترم! میں اس ''تساہل'' کیلئے معافی کا خواستگار ہوں۔

آپ نے کتاب کو پسند فرما کر بہت نوازش فرمائی۔ ہم سب مشکور و ممنون ہیں کہ آپ نے اس کو بلیک برن کی طرف سے ''تحفہ'' قرار دیا۔ تو اپنی تو زبان ہی گنگ ہو کر رہ گئی۔ اور محض ایک دو مرتبہ سر دُھن کر بس رہ ہی گیا...... جنابِ محترم! مصنّف پاکستان میں، کاتب پاکستان میں، چھاپہ خانے پاکستان میں اور بے شمار لوگ چھاپنے والے پاکستان میں۔ اور کتاب چھپی تو بلیک برن میں۔ اسے محض اور محض سعادت کا انعام ہی سمجھا گیا ہے۔ کہ یہ انعام ہم لوگوں کے حصہ میں آپ کی نظر عنایت کی بدولت آیا۔ ورنہ ہم تو اس قابل نہ تھے۔ کہ ایسی خدمت پر مامور ہو سکتے۔ اور پھر ہر قدم پر آپ کی مدد ظاہراً بھی شامل رہی اور باطناً بھی شامل رہی۔ اور ہر حرف، ہر لکیر خواہ وہ ڈیزائن سے متعلق ہی کیوں نہ تھی۔ آپ کے کرم سے، آپ کی ہدایات کے تحت کاغذ پر آتی چلی گئی۔ سب سے بڑی خوشی تو اس بات کی ہوئی کہ الحمدللہ یہ کام سرانجام ہوا۔ رہا آپ کی پسند کا معاملہ تو قبلہ یہ تو آپ ہی کی ہدایات کا نتیجہ اور ماحصل ہے۔ اور مجھے بھی اسی وجہ سے بے حد پسند آئی۔ کہ یہ آپ کے کرم کا ماحصل ہے۔ اور آپ کو بھی پسند آیا۔ شکریہ!

میں نے کافی زمانے سے یہ ارادہ کر رکھا تھا۔ کہ آپ کو نہ تو ایسی بات لکھوں۔ کہ آپ کو جواباً لمبا چوڑا خط لکھنے کی زحمت اٹھانی پڑے اور نہ ہی کوئی لمبا چوڑا خط لکھ ڈالوں کہ آپ کو پڑھنے کی تکلیف دی

جائے۔اور پھر جب آپ کی نظرِ کرم ہر وقت شاملِ حال ہے۔اور آپ کی زیر نگرانی ہی شب و روز گزر رہے ہیں۔تو ایسا قدم محض اور محض آپ کی صحت کے پیش نظر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ورنہ ہر وقت جب آپ سے ہی خیالوں میں محوِ گفتگو رہتا ہوں۔تو آپ سے تو کچھ چھپا نہیں۔ابھی بھی دل نہیں مان رہا۔کہ ان باتوں کو قرطاس پر منتقل کروں۔کیونکہ یہ سب کچھ تو آپ ہی کی مرضی سے،آپ ہی نے فرمایا،کیا ہے۔جہاں تک صداقت کا تعلق ہے۔تو قبلہ میں قطعی طور پر کسی شک وشبہ کا شکار نہیں۔کہ آپ کے بے پایاں کرم سے مجھے آپ کا ہمیشہ، ہر لمحہ سایہ عطا ہے۔تاہم چند ایک ایسی باتیں جو متشابہات سے تعلق رکھتی ہیں۔وہ میری سمجھ میں نہیں آرہیں.....

۲۸/۵/۸۸ رات گئے یہاں تک لکھ پایا۔اور پھر یہ سوچ کر کہ زحمت دے کر پھر بے ادبی کا مرتکب تو نہیں ہو رہا۔اس خیال سے لکھنا چھوڑ دیا۔رات سوچتا رہا۔اور صبح اٹھ کر پھر یہی بات سوچتا رہا۔کہ آیا مجھے لکھنا چاہیے یا کہ انتظار کرنا چاہیے۔جیسا کہ میں کئی سالوں سے یہ عرض کرتا چلا آرہا ہوں۔کہ مجھ میں عقلِ سلیم کی شدید کمی ہے۔اور پھر میرا دل چونکہ عقل کے تابع کبھی نہیں رہا۔اس لئے میری عقل اور عقلی صلاحیتیں مسلسل کمزور ہوتی چلی گئی ہیں۔اور یہ کہنے میں مجھے عار نہیں کہ مجھ میں سمجھ کا وہ مادہ نہیں جو فوری طور پر فیصلے کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے۔عموماً زندگی کے شب و روز پر عقل کی بجائے دل کا راج رہتا ہے۔اور یہی وجہ ہے۔کہ ''ناسمجھی'' میں آداب ملحوظ نہیں رکھ پاتا۔اور یوں ''بے ادبی'' (کہ وہ خلافِ سرشت ضرور ہے) کا مرتکب ہو کر بے چینی اور بے تابی کا شکار ہو جاتا ہوں۔غالباً اس مرتبہ بھی یہی کچھ ہوا ہے۔کہ بلا ارادہ بلکہ کم عقلی کی بدولت (شاید) بے ادبی کا مرتکب ہو کر بارِ سزا کا اہل قرار پایا ہوں۔

دو تین ماہ پہلے کی بات ہے۔کہ کچھ دوست میرے پاس آئے اور کہا۔کہ وزارتِ داخلہ (برطانوی) نے ایشیائی لوگوں کیلئے ایک گرانٹ کی منظوری دی ہے۔کہ اگر تمام ایشیائی سماجی تنظیمیں مل کر ایک تنظیم کا حصہ بن جائیں تو کچھ کل وقتی سٹاف، دفتر اور اخراجات اور سٹاف کی تنخواہیں وغیرہ وزارتِ داخلہ ادا کرے گا۔اور اس کا ۳۰ فیصد حصہ لوکل گورنمنٹ ادا کرے گی۔اس ضمن میں چند سکھوں اور ہندوؤں اور ایک دو گوری عورتوں کی ملی بھگت سے اس گرانٹ کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔اور جبکہ بلیک برن کے ایشیائی لوگوں میں ۹۵ فیصد ہندوستان یا پاکستان سے تعلق رکھنے والے مسلمان ہیں۔لیکن اس

کے باوجود ہماری نمائیندگی وہاں ہماری اپنی غفلت کی وجہ سے نہیں ہو پائی۔ نیز چیئر مین ایک سکھ عورت ہے۔ جو بہت ہی چالاک اور بے ایمان ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس سے چھٹکارا حاصل ہو۔ جو کہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ تم چیئر مین کا الیکشن لڑو۔ اسی طرح سٹاف بھی سارا مسلمان ہے۔ اور اس کی آفیسر ایک مسلمان لڑکی (کراچی سے) ہے۔ وہ آکر رو پڑی کہ انکل اس سکھ عورت اور گوری عورتوں نے بے حد پریشان کر رکھا ہے۔ جس سے میں متاثر ہوا۔ اور ایک عرصہ دراز کے بعد پھر سماجی معاملات میں حصہ لینے پر آمادہ ہوا۔ تمام تنظیموں کے سربراہوں کو اکٹھا کر کے میں نے ایک شرط رکھی۔ کہ تمام آسامیاں متفقہ طور پر بلا مقابلہ ہوں گی تو میں حصہ لوں گا۔ جس پر اتفاق رائے ہوا۔ اور بعدہٗ چند الجھنوں کے بعد میرا بلا مقابلہ انتخاب عمل میں آیا۔ اور سکھ عورت نے الیکشن میں حصہ نہ لیا.......یہ عمل ۲۸ فروری ۱۹۸۸ء کو مکمل ہوا......

گزشتہ دو روز سے شہناز کے خوابوں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ جو انتہائی معنی خیز، متشابہاتی کیفیات ہیں۔ اور مسلسل چل رہی ہیں۔ آپ نے بے پایاں کرم فرمائے ہیں۔ مجھے اپنی اوقات دیکھ کر اپنی قسمت پر یقین نہیں آتا۔ لیکن چونکہ یہ سارے ارشادات میرے پیرِ محترم نے باطنی طور فرمائے ہیں۔ ان ارشادات کا ایک ایک حرف سچ ہے۔ اور سچ ثابت ہوگا۔

سب سے بڑی خوشی تو ایک لفظ سے ملی۔ جب آپ نے مجھے ''بیٹا'' کہہ کر پکارا۔ جس کی حسرت تھی۔ شکریہ میرے پیر صاحب!

میں کافی دنوں سے اس فکر میں تھا۔ کہ چند روپے ارسالِ خدمت کروں۔ کہ آپ کی طبیعت بھی ناساز رہتی ہے۔ اور وہاں مہمانوں کی بھی آمدورفت کافی رہتی ہے۔ ڈر تو اب بھی رہا ہوں۔ لیکن اپنی خوش بختی اور آپ کے کرم کے پیش نظر یہ جسارت کر رہا ہوں۔ میں تو اپنے رب کی بارگاہ میں یہ ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔ کہ یہ تو میرے رب ہی کی عطا ہے....اور میں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی صف میں اسی طرح ہی شامل ہو سکتا ہوں میرے آقا! براہِ کرم اس حقیر سے ہدیہ کو قبول فرمائیے۔ اور اس جسارت کی بدولت کسی بھی انجانی بے ادبی کے پہلو سے درگزر فرمائیے۔ میں مشکور و ممنون ہوں گا۔ اور پھر.....بیٹے کو اتنی تو اجازت عطا فرما دیں گے نا! حضور؟

کل رات سے میں نے بار بار امام مہدیؑ اور مہدیت اور لیلتہ القدر کے بارے میں نور العرفان اور منازل فقر کا مطالعہ کیا ہے۔اور ہر بار خوبصورت معنی سامنے آتے ہیں جس سے دل کو انتہائی سکون میسر آتا جا رہا ہے۔۲۷ رمضان کی رات جب جملہ کیفیات کا نزول ہو رہا تھا۔تو سورۃ ''القدر'' کی بدولت سمجھنے میں بے حد مدد ملی۔

میرے پیرِ بے نظیر! شہناز بے حد بدل گئی ہے۔اور انتہائی مودبانہ سلام عرض کرتی ہے۔آپ کے بے پایاں کرم کی بدولت ہمارا پورا گھر بے پناہ خوشیوں سے بھر گیا ہے۔بچے بھی خوش ہیں۔اور مودبانہ سلام پیش کرتے ہیں۔کل شام برادرم بشیر صاحب سے ملاقات رہی وہ کل شام ہی برمنگھم سے تین روز کے بعد واپس آئے تھے۔انہوں نے ایک خوبصورت گھر لیا ہے۔اور ان کا موجودہ پتہ ہے۔

Mr.M.Bashir 50-GranvilleRoadBlackBurn,Lancs,England

ان کے اہل خانہ یعنی باجی صاحبہ اور بچے راضی خوشی ہیں۔اور سلام عرض کرتے ہیں۔پرسوں شیخ مسعود صاحب تشریف لائے تھے ایک عرصہ دراز کے بعد۔آپ کا ہی ذکر خیر ہوتا رہا۔آپ کی محبت کو دل میں بسائے وہ آدھی رات کو رخصت ہوئے وہ سب خیریت سے ہیں۔اور سلام عرض کرتے ہیں۔محترم مسعود راہی صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔وہ مودبانہ سلام عرض کرتے ہیں۔کل ان کے والد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

میری طرف سے باجی (بیگم عزیز الرحمٰن صاحب) اور برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کو السلام علیکم۔محترم برادرم ہمایوں صاحب،محترم برادرم یوسف صاحب،محترم برادرم راجہ سرور صاحب،محترم برادرم راجہ اکبر خاں صاحب اور دیگر تمام احباب کو السلام علیکم

آپ نے نور العرفان کی اشاعت ثانی کا ارشاد فرمایا ہے۔میرا ارادہ تو یہ تھا۔کہ پوری کتاب کا مسودہ پھر سے ہاتھ سے لکھوں یا اس کے بیشتر حصے دوبارہ لکھوں (یعنی نقل کروں) تاکہ جو عبارات آگے پیچھے کرنی ہیں یا ترمیم و اضافہ کرنا ہے۔وہ کردوں تاکہ کاتب کو دقت نہ ہو۔جب آپ کا ارشاد عالی ہوگا۔میں اس کام کو شروع کر دوں گا۔تاکہ سب سے پہلے کتابت کا مرحلہ تو طے ہو جائے۔تاہم مطالعہ شروع کر رکھا ہے۔اور ساتھ ہی مزید درستگی بھی کرتا چلا جا رہا ہوں۔آپ کی مدد و نصرت شامل حال رہی تو

انشاء اللہ ہمیں سب کو، اس پراجیکٹ کی سعادت و کامیابی عطا ہوگی۔

۸۸/۶/۲ جو اغلاط آپ نے منازل فقر میں نشاندہی فرمائی ہیں۔ان کا تصحیح کرنے کا طریقہ کار انتہائی سادہ اور اعلیٰ ہے۔ یہاں پر کاغذ کا معلول (Liquid Paper) ملتا ہے۔ جو اغلاط پر لگا کر پانچ منٹ رکھ چھوڑیں تو بالکل کاغذ کی خالی سطح بن جاتا ہے۔ جس پر دوبارہ لکھا جا سکتا ہے۔ میں انشاء اللہ وہ بوتل بھی عنقریب آپ کی خدمتِ اقدس میں ارسال کر دوں گا۔ اور اس کے ہمراہ ایک پن بھی۔

آج دوپہر کو برطانیہ کے ولی عہد جناب شہزادہ چارلس بلیک برن میں آ رہے ہیں۔ اور اس تقریب میں چند مخصوص لوگوں کو ان کے ساتھ کھانے پر مدعو کیا گیا ہے۔ جن میں آپ کا یہ بیٹا بھی شامل ہے۔ یہ سب آپ کی نظرِ کرم کا نتیجہ ہے۔ کہ دنیاوی اعزازات بھی عطا ہو رہے ہیں۔ شکریہ پیر صاحب!

چونکہ یہ عریضہ اتنے دنوں سے لکھ رہا ہوں۔ باتیں تو آتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ تاہم میرے پیر و مرشد! میری آپ سے دست بستہ استدعا ہے۔ کہ ان سطور میں کسی بھی بے ادبی کے ارتکاب کو براہِ کرم درگزر فرما دیجئے گا۔

آپ کی نظرِ کرم و التفات کا محتاج

آپ کا ''بیٹا''

شبیر شاہین

میں اپنی بیگم یعنی شہناز کا بے حد ممنون ہوں۔ کہ اس نے اپنی ذات اور اپنے جذبات کو نظر انداز کر کے میری ہر طرح سے معاونت کی ہے۔ گو کبھی کبھار میں تساہل یا تغافل کی وجہ سے اس کو بلا ارادہ Upset کر بیٹھتا ہوں۔ لیکن اس اللہ کی بندی نے تھوڑی بہت چیں چاں کر کے پھر مجھے حوصلہ ہی دیا۔ میں اس کا مشکور ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بلیک برن

30.6.1988

محترم المقام قبلہ پیر صاحب دام ظِلّکُم!

اَلسَّلَامُ علیکم ورحمۃ اللّٰہِ وبرکاتہٗ

آپ کا نوازش نامہ پرسوں موصول ہوا۔مندرجات پڑھے تو منجمد ہو کر رہ گیا۔ذہن ماؤف ہو گیا۔کافی دیر کے بعد حواس قدرے درست ہوئے۔تو اپنی کم عقلی اور حماقتوں پر آنسو بہاتا رہا۔جب سنبھلا تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ برادرم محترم قبلہ بشیر صاحب کو فون کر کے اپنے گھر آنے کی زحمت دی۔ان سے رات کے ڈیڑھ(12)یا دو(۲) بجے تک ساری باتیں کیں۔اور ماہِ رمضان کے دوران کے پورے واقعات وحالات ان سے Discuss کئے۔ان کی سمجھ کا میں معترف اوران کی مدد کا مشکور ہوں۔وہ آپ کی بے پایاں عنایات سے نوازے ہوئے ہیں۔میری التجا ہے اللہ تعالیٰ ان کے مراتب میں مزید اضافہ فرمادیں۔آمین

میرے پیرِ محترم!میں نے ان تمام سالوں کے دوران اپنی کم عقلی،کم علمی اور جملہ دیگر کمزوریوں کا گاہے برملا اظہار کیا ہے۔میری دانست میں میری عافیت اسی میں ہے اور رہی ہے۔کہ میں ہمیشہ ہی کی طرح اپنے ارادوں کا محور اپنے پیرِ واجب صد احترام کی خوشنودی کو بنائے رکھوں۔اور یہ جو کچھ بھی کہوں یا کروں اس کی اساس،اس کی بنیاد آپ ہی کی خوشی اور خوشنودی کے حصول کی سعی پر مبنی ہو۔میں نے اپنی طرف سے حتیٰ الوسعیٰ اسی پالیسی پر گامزن رہ کر اسی مقصد کو پانے کی خاطر تگ ودو کی ہے۔لیکن میری کم علمی اور کم عقلی (جسے میں عقلِ سلیم کی کمی کہتا رہتا ہوں) کمزور طبیعت اور غلط اندازِ فکر ہی آڑے آتے رہے ہیں۔جن کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔اور یہ بات قبول کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں۔کہ اِن "منفی" اوصاف کی بدولت میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں۔کہ طریقت کے اسرار اور رموز کے عشرِ عشیر کو بھی سمجھ سکوں۔یہ تو آپ کے انعامات واکرامات اور آپ کی بے پایاں عنایات کا صدقہ ہے۔کہ مجھ جیسے ناکارہ،کم علم،کم عقل انسان کو آپ نے اپنے قدموں کی خاک میں شامل فرما رکھا

ہے۔ ورنہ میرے پیرِ بے نظیر! میں تو کبھی کا نیست و نابود ہو چکا ہوتا۔ میری التجا ہے۔ کہ للّٰہ مجھ کم ظرف و کم عقل اور ناتواں ولاچار کو اپنے قدموں کی خاک سے جدا نہ فرمایئے۔ ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گا۔

گزشتہ رمضان کے دوران پیش آنیوالے واقعات و حالات کا انتہائی مختصر حصہ میں نے آپ کو لکھا تھا۔ حالانکہ میں نے تہیہ کر رکھا تھا۔ کہ باطنی طور پر جو بھی حالات پیش آئیں یا ظاہری طور جو بھی میرے در پیش آئے۔ اس کو تحریر میں لا کر نہ تو آپ کو پڑھنے اور جواب لکھنے کی تکلیف دینا چاہتا تھا۔ اور نہ ہی کسی قسم کی پریشانی میں (ظاہری طور پر) ڈالنے کا گناہ سرزد کرنا چاہتا تھا۔ اور جو کچھ میں نے لکھا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے قطعی پتہ ہی نہ چلا۔ کہ خط لکھا گیا۔ اور پوسٹ ہوا۔ تاہم میرے آقا! اب جبکہ آپ کے نوازش نامہ کے ارشادات سامنے ہیں۔ تو اپنی کم عقلی اور ناسمجھی و نااہلی کی وجہ سے سر شرم کے مارے جھک گیا ہے۔ اور کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کسی بھی طرح سے میں کسی (نعوذ باللہ) بحث کا تصور تک بھی کر سکتا ہوں۔ جنابِ عالی! میں نہ تو یہ عرض کر رہا ہوں۔ کہ ایسا کیوں ہوا اور ویسا کیوں ہوا۔ اور نہ ہی ان معاملات کے بارے میں میرے دل میں ''اب'' کوئی شک ہے۔ اُس وقت آپ کی نسبت سے وہ تسلیم کرنے میں متامّل نہ ہوا۔ اور نہ اِس وقت موجودہ ظاہری حکم کو سر آنکھوں پر لینے میں ہی کوئی تردّد ہے۔ کیونکہ اُس وقت بھی آپ ہی کی رضا و خوشنودی پیشِ نظر تھی۔ اور اِس وقت بھی آپ ہی کی رضا و خوشنودی پیشِ نظر ہے۔ اُس وقت جو حکم ہوا۔ اس میں میں قصوروار ہوں۔ کہ میرے احاطہ سے باہر تھا۔ کہ کوئی اور شخصیت اپنے خیالی تصورات کو اس کیفیت میں گڈمڈ کر رہی ہے۔ اور یہی وہ جگہ ہے۔ جہاں پر میں مات ہوا۔ وجہ؟ وہی کم عقلی، نااہلی اور ناسمجھی! اور اِس وقت کا حکم تو میرے پیرِ محترم کے دستِ مبارک سے لکھا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ تاہم اُس وقت بھی (خواہ نااہلی کی بدولت) حکم پیر کا مان رہا تھا۔ اور اب بھی (حقیقتاً) حکم پیر کا ہی مان رہا ہوں۔ جس کا بنیادی مقصد میرے لئے اپنے پیرِ محترم کی خوشی و رضا کا حصول ہے۔ میرا سرِ تسلیم خم ہے۔ میرے مولا و آقا! میں تو آپ کے احکام کے رموز و مضمرات کو ہی سمجھ نہیں پاتا چہ جائیکہ تعمیل ارشاد کماحقہ کر سکوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں ناسمجھی اور کم عقلی کی بدولت غلطیوں کا مرتکب ہوتا چلا جا رہا ہوں۔ اور سوائے ان باتوں کے کہ جن کا علم مجھے میرے پیر صاحب نے عطا فرمایا ہے۔ اور مجھے کچھ پتہ نہیں۔ اور ماسوا اس کے کچھ بھی سمجھنے سے قاصر ہوں۔ براہِ

کرم مجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھئے اور میری لغزشوں، کوتاہیوں کو معاف فرماتے رہیئے.......

جہاں تک کہ یادداشت کا تعلق ہے۔ میری بیماری کی وجہ سے یہ بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ میری یادداشت فوٹوگرافِک تھی۔ کسی تحریر کو پڑھ لیا۔ تو سالہا سال بعد لفظ بہ لفظ اور من و عن دوبارہ لکھ سکتا تھا۔ ایسے جیسے کہ وہ کاغذ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور میں اس کو نقل کر رہا ہوں۔ اور پھر ایک دفعہ جو سن لیا وہ کئی سال تک لفظ بہ لفظ دہرا سکتا تھا۔ لیکن اب ایسا نہیں رہا۔ میرے صاحب! ان باتوں پر بھی تو میرا اختیار نہیں ہے۔ میں ہاتھ باندھ کر یہی عرض کروں گا۔ کہ اس ضمن میں آپ کے بارِ خاطر بن جانے کیلئے معافی کا خواستگار ہوں.........میرے کریم مرشد! میں ایک عرصہ دراز تک دھکے کھاتا پھرا۔ اور آپ کی بارگاہ تک رسائی ہو سکی۔ ایسی حالت میں کہ اب میں اپنی زندگی بھر کی چھپی ہوئی کمزوریوں کو صاف دیکھ رہا ہوں۔ اور ان مجبوریوں کی بدولت آپ کے لئے ظاہراً کوفت کا باعث بنا ہوا ہوں۔ خدارا مجھے معاف فرما دیجئے۔ اور اپنا دستِ شفقت میرے سر پر قائم فرما دیجئے۔ کہ میرے پیرِ مکرّم میں نے زندگی میں کافی کچوکے کھائے ہیں۔ اُن دنوں صرف اور واحد سہارا حضورؐ کے در سے "تصوراً" وابستگی کا رہا۔ اور زندگی کی تلخیوں کو اپنی خلوتوں میں حضورؐ کے در دولت پر "تصورات" میں آنسوؤں کے سانچے میں ڈھال ڈھال کر شب و روز گزارے۔ اور اب جبکہ "حقیقی" لذتوں سے آشنائی اور کامیابی کا وقت نصیب ہوا تو میری کمزوریاں، لاچاریاں (بلکہ کم عقلی اور حماقت) مجھے رلانے لگی ہیں۔ ایسے میں میرا واحد اور واحد سہارا آپ کے دستِ شفقت و کرم کا سایہ ہے۔ للّٰہ مجھے اپنی شفقتوں کے سائے میں گوشۂ عافیت عطا فرما دیجئے.........میرے آقا میں نے آج تک کبھی بھی کسی پر ارادۃً توجہ نہیں ڈالی۔ کیونکہ ایک تو مجھے یہ ہی پتہ نہیں۔ کہ توجہ کیسے ڈالی جاتی ہے۔ دوسرے میرے خیال میں جبکہ یہ سب کچھ باطن (میرے پیرِ محترم) کے ہاتھ میں اُنہی کے فیصلوں پر موقوف ہے۔ تو میں اپنے "ارادہ" سے کسی پر "توجہ" ڈالنے کو "بے ادبی" تصور کرتا ہوں (ڈرتا ہوں۔ کہ مبادا میرا یہ اندازِ فکر بھی غلط نہ نکلے!)

.......رہی بات ایک ہزار روپے کی تو میرے پیرِ محترم! میں نے یہ رقم دو (۲) تین ماہ سے اس ضمن میں وقف کر رکھی تھی۔ بخدا اس میں تو محض "خدمت" کا جذبہ کارفرما ہے۔ ورنہ میرے مالک!

میں تو آپ ہی کا دیا کھا کھا کر دن رات پورے کر رہا ہوں۔ یہ میری انتہائی بدبختی ہے۔ کہ میرے اس فعل کی بدولت آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ جس کیلئے میں دست بستہ معذرت خواہ ہوں۔ قبلہ! میں ایسا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا جس کے نتیجہ میں میں آپ کی خوشنودی سے محروم ہو جاؤں۔ براہِ کرم مجھے اس کی معافی عطا فرما دیجئے۔ اور اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے۔ کہ آپ یہ رقم اپنے کسی کام میں نہیں لانا چاہتے۔ تو خدارا مجھ سے ناراض نہ ہوں کہ آپ کی ناراضگی تو میری ''یقینی موت'' ہو گی۔ اگر آپ مناسب خیال فرما دیں تو اسے کسی اور مصرف میں لا کر اس سے ''چھٹکارا'' حاصل کر لیں۔ (اس ضمن میں تجاویز عرض کرنے کی جسارت نہیں کروں گا)۔ آپ اس رقم کی بابت جو بھی فیصلہ فرما دیں گے۔ وہ میں سر آنکھوں پر لے لوں گا۔ میرے مالک! میں تو آپ کی خوشنودی کی عطا کیلئے کوشاں ہوں الٹا اگر آپ کے مزاجِ عالیہ میں میرے کسی بھی فعل سے تکدّر کا شائبہ تک بھی آئے تو یہ میری بدقسمتی ہو گی اور میں کسی ایسے ارتکاب سے قبل ''موت'' چاہوں گا........

........میرے آقا! دنیا میں میں تو محبتوں اور نفرتوں کے ہنڈولوں میں چڑھا رہا۔ کبھی کسی نے تھوڑی محبت دے دی اور کبھی کسی نے نفرت سے زناٹے دار تھپڑ رسید کر کے ہنڈولا دوسری طرف جُھلا دیا۔ ان نفرتوں سے میں اس وقت سے بے نیاز ہو گیا جب سے آپ کا دستِ کرم عطا ہوا.........

میرے آقا! شہناز کی طرف سے مودبانہ سلام بچوں کی طرف سے مودبانہ سلام۔ شہناز بیچاری ساتھ ساتھ نشیب و فراز میں مبتلا رہتی ہے۔

آپ کے دستِ کرم کے سایہ کا محتاج

شبیر شاہین

اگر کوئی نادانستہ بے ادبی ہو گئی ہو تو براہِ کرم معاف فرما دیجئے کہ میں تو آپ کے کرم کا محتاج ہوں۔

حضورِ محترم! میں معذرت خواہ ہوں کہ اس نا اہلی کی بدولت آپ کو پڑھنے اور لکھنے کی اضافی تکلیف ہو رہی ہے۔ براہِ کرم مجھے معاف فرما دیجئے۔

برادرم بشیر صاحب اور مسعود شیخ صاحب اور مسعود راہی صاحب کیطرف سے السلام علیکم۔

میری اور شہناز کی طرف سے برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور باجی صاحبہ کو سلام۔ برادرم یوسف صاحب اور راجہ سرور صاحب کو السلام علیکم۔ ہمایوں صاحب کو سلام خلوص راجہ اکبر صاحب کی خدمت میں سلام دیگر تمام احباب کی خدمت میں سلام خلوص (شبیر)

جناب خالق صاحب کو ان کا خط ارسال کر دیا تھا۔ بشیر صاحب نے دس روز قبل آپ کی خدمت میں خط ارسال کیا تھا امید ہے مل گیا ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بلیک برن

21.10.88

محترم المقام قبلہ وکعبہ جناب پیر صاحب دام ظِلّکم

اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

آپ سے فون پر رابطہ کا شرف عطا ہوا۔ جس کے بعد تشکر اور تفکر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ آج تک وقت بیتا ہے۔ تشکر اس لئے کہ آپ کی نظر کرم کی بدولت یہ شرف ملا۔ اور تفکر اس لئے کہ آپ کو فون پر اتنی لمبی چوڑی گفتگو کیلئے زحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اندریں حالات شکریہ اور معذرت دونوں واجب الادا ہیں۔

مجھے یہی نہیں سوجھ رہا۔ کہ میں بات کو کس طریقہ سے شروع کروں۔؟ کیونکہ علمی اور عقلی کم مائیگی کی بدولت قدم قدم پر خطرات کا سامنا ہے۔ کہ کہیں میرے پیرِ محترم کو میری کوئی بات ناگوار نہ گزرے.........میرے آقا! یہ کتنی پر لطف، اور بے نظیر قسم کی کیفیت ہے۔ کہ ایک طرف کو یہ طمانیت ہے۔ کہ مجھ جیسے خام انسان کو یہ خوش بختی عطا ہوئی کہ ایک ولی اکمل کے قدموں کی خاک سے تعلق ہوا۔ اس خوش بختی پہ حیران بھی ہوتا ہوں۔ اور پھر کبھی کبھار تو یہ خیال بھی آتا ہے۔ کہ کیا واقعی یہ حقیقت ہے۔؟ کیا یہ ممکن ہے۔؟ پھر دوسرے ہی لمحے یہ احساس کہ ایسا سوچنا بے ادبی ہے۔ کہ قسمتوں کو لکھنے والا تو میرا مرشد، میرا آقا، میرا رہبر، میرا مولا، میرا مالک ہے۔ جسے کائنات کی مِلک عطا ہے۔ تو ایسی اچنبھے والی کونسی بات ہے۔ میرے مالک کو منظور ہوا۔ تو اپنی بارگاہ سے تعلق و ناطہ کا سامان فرما دیا۔ اس خیال سے طمانیت ملتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی دوسرا خیال آکر سوہانِ روح بن جاتا ہے۔ کہ کہیں میری بے علمی اور کم عقلی کی بدولت بے ادبی نہ ہو جائے۔ جس سے کہ میں محروم و مغضوب نہ قرار دیا جاؤں۔ (میرے آقا! ''میری لن ترانیاں'' اور ''میرے فلسفے'' تو بے حقیقت تھے۔ اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ کہ اس پر ''لن ترانی'' کا گمان جو ہونے لگتا ہے) اس خیال کے آتے ہی پریشان ہو جاتا ہوں۔ اک درد سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ جو اچھا بھی لگتا ہے۔ لیکن اس کی چبھن کی تکلیف بھی

ہوتی رہتی ہے۔ یہ کیفیت کیا ہے۔؟ بس اس کی لذتوں تک سے ہی سروکار رکھنے کو جی چاہتا ہے۔اور جب ان کیفیات کے (خدانخواستہ) گم ہو جانے کا خیال آتا ہے۔تو گھبرا جاتا ہوں۔ پھر آپ کے در کی خاک کا تصور آتا ہے۔اور میں آپ کے چوکھٹ پر موجود خاک کے ذرات میں اپنے آپ کو ملا دیکھتا ہوں۔تو حوصلہ ہو جاتا ہے۔ میرے آقا! یہ کیفیات اور اِن کا Cycle تو لامتناہی طریقہ سے جاری و ساری رہتا ہے۔اور روح وقلب پر لطف وکرم کی مسلسل وہمہ وقت ہلکی ہلکی پھوار پڑتی رہتی ہے۔اور یوں شب وروز گزرتے چلے جارہے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا۔

فون پر بات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔کئی روز تک ہمارے گھر میں عید کا سا سماں رہا۔شہناز سرشار تھی۔ بچے بھی اپنی حسبِ استطاعت خوشی کا اظہار کررہے تھے۔دیگر احباب بھی مسرور تھے جب سنا کہ آپ سے نیاز حاصل ہوئے ہیں۔اپنی کم عقلی پر افسوس ہوا۔کہ آپ کی طبیعت کا حال پوچھنے کیلئے تو مجھے خط لکھتے ہی رہنا چاہیے تھا۔لیکن میرے آقا! باوجود ارادہ کے ایسا نہ کر سکا۔کہ شاید اس کی اجازت ہی نہ تھی۔جب دوسری مرتبہ بلال کے گونگے پن کی خاطر آپ کو تکلیف دی تو بعد میں میں کئی روز پریشان رہا۔کہ آپ کو نہ جانے محفل سے، یا کسی اہم کام کو چھوڑ کر دوبارہ فون پر آنا پڑا۔کئی روز تک اس بات کا افسوس رہا۔دوسری بات کہ میں آج تک بلال کی کیفیت کو کیوں ظاہری طور پر پیش خدمت نہ کر سکا۔ میرے مالک! مجھے براہِ کرم میری کوتاہیوں کی معافی عطا فرما دیجئے۔اور اپنی رحمت کے دامن کے سایہ میں جگہ مرحمت فرمائیے۔میری کمزوریاں بے شمار ہیں۔آقا! اور اسی وجہ سے ہر وقت اپنے آپ سے ہی ڈرتا رہتا ہوں۔ایک انجانا سا خوف بھی رہتا ہے۔اور یہ بھی دھڑکا لگا رہتا ہے۔کہ میری بے علمی اور کم عقلی میرے آڑے نہ آجائے۔پھر دوسرے لمحہ ہی اپنے پیرِ محترم کے بے پایاں کرم اور التفات کے بھروسے پر حوصلہ ملتا ہے۔تو پھر بے خوف اور بے دھڑک ہو جاتا ہوں۔لیکن یہ اتار چڑھاؤ (جب تک جاگتا رہوں) دن بھر میں سینکڑوں مرتبہ ہوتا ہے۔اس جوار بھاٹے میں اک لذت ہے۔سرشاری اور خوف کی ان دو (۲) کیفیتوں کے درمیان دِل (قلب) ایک ہنڈولے کی مانند جھولتا رہتا ہے۔میں ان کیفیات کی عنایات کیلئے شکر گزار ہوں میرے آقا!

دِل تو یہی چاہتا ہے۔کہ یوں ہی لکھتا چلا جاؤں لیکن ان سب معاملات سے تو آپ بخوبی

آگاہ ہیں۔ کہ یہ دولت آپ کے اپنے ہی خزانے سے مجھے عطا ہوتی ہے۔ محض طوالت کے ڈر سے ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ کہ طویل خط کو پڑھنے کی زحمت دینا بے ادبی ہے۔

صابر رضا صاحب سے پچھلے سال (1987) کے اگست / ستمبر کے کسی روز مانچسٹر میں ایک مشاعرے میں ملاقات ہوئی تھی۔ میں 7/8 سال بعد (بظاہر بلا وجہ) مشاعرہ میں شریک ہوا تھا۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ احوال کے تبادلہ کے دوران انہوں نے اپنے فیصل آباد سے اور میں نے اپنے چنیوٹ سے تعلق کا بتلایا۔ تو انہوں نے میرے ایک بچپن کے دوست پروفیسر انور محمود خالد کا ذکر کیا اور یوں معاملات بڑھنے میں ایک وجہ پیدا ہوئی۔ تھوڑی دیر ے۔ بعد سلسلہ اویسیہ کے بارے میں چند الفاظ ادا ہوئے تو صابر صاحب سلسلہ اویسیہ کے گرویدہ ہوئے۔ اور جلد ہی گھر پر تشریف لائے۔ اور درود شریف لے گئے۔ چند شعری مجموعوں (غالباً پانچ) کے مصنف ہیں۔ ایک مجموعہ کلام ضیاء حکومت نے ضبط کر رکھا ہے۔ فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلتے ہیں۔ عمر 28 سال کی ہے۔ کپڑے کی اپنی فیکٹری چلاتے ہیں۔ اور سمیت بیوی بچوں بھائیوں بھابیوں کے سلسلہ سے وابستگی کی سعادت سے نوازے گئے ہیں۔ ان دِنوں وہ عمرہ کے بعد ایبٹ آباد اپنے پیر محترم کی قدم بوسی کیلئے پروگرام بنا رہے ہیں۔ جو غالباً اس سال دسمبر کے اواخر میں آپ کی اجازت و کرم سے ممکن ہوگا۔ صابر صاحب ان کے چھوٹے بھائی بابر صاحب اور ان سے چھوٹے عامر صاحب کی طرف سے دست بستہ سلام عرض ہے۔

24/11/88 اس مرحلہ پر آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ حسبِ معمول اس کو سر آنکھوں پر لگایا۔ اور پھر کھول کر نگارشات کو پڑھا پھر پڑھا۔ اس کے بعد شہناز کو دیا۔ اور پھر فوراً فون کر کے بشیر صاحب کو مژدہ سنایا۔ رات ان کے ہاں چلا گیا۔ اور خط پڑھ پڑھ اس کے مندرجات کو سمجھنے کی بار بار کوشش کرتے رہے۔ اور بالآخر معاملہ یہاں چھوڑا۔ کہ خط کے مندرجات کے اسرار و رموز سے مکمل طور پر آگاہی تو ممکن نہیں لہٰذا گاہے گاہے اس پر غور کرتے رہا کریں۔ پھر یہ مژدہ رضا صاحب اور بابر صاحب کو بھی سنایا۔ وہ بھی بے حد خوش ہوئے۔

میرے آقا و مالک! آپ کے خط کے مندرجات کے اندر چھپے ہوئے اسرار کو سمجھنے کی مجھ جیسے ناکارہ انسان میں ہمت کہاں؟ بس یہ تو آپ ہی کا کرم ہے۔ تاہم یہ آپ کے کرم کا نتیجہ ہے۔ کہ میں دنیا

ئیں رہنے کا وقت بڑے مزے میں کاٹ رہا ہوں۔نوکر بندہ بن سکے یا نہ آقا و مولا تو بہر حال اپنی صفاتِ عالیہ سے متصف ہمیشہ کیلئے ہے۔اور میں تو اپنے آقا و مولا کے جود و کرم کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں۔کہ وہ کونسی گھڑی تھی کہ میں آپ کی بارگاہ سے وابستہ ہوا۔کہ میری تقدیر کو پھر سے لکھ ڈالا گیا۔

میرے آقا و مولا! ایک ماہ کے تعطّل کے بعد یہ عریضہ پھر سے شروع کیا ہے۔تو اس کی کئی وجوہات ہیں۔سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے۔کہ کیفیات و حالاتِ کرم اس قدر ہیں۔کہ روزانہ کی ڈائری لکھی جانی چاہیے۔اور مسلسل بدلتی رہتی کیفیات اور مسلسل لطف و کرم کے لئے اظہار تشکر ممکن نہیں ہے۔دل تو یہی چاہتا ہے۔کہ ایک ایک لفظ لکھ دیا کروں اور روزانہ ایک عریضہ ارسال خدمت کروں۔لیکن جبکہ یہ سب آپ ہی کی عطا و کرم ہے۔تو چہ معنی دارد؟ میں دل و جان کی قربانی دے کر بھی آدابِ تشکر پورے نہیں کر سکتا۔اور پھر طویل تحریر آپ کی ذات گرامی قدر کی طبیعت پر بار بن جائے تو الٹا ارتکاب جرم ہوگا۔

میں نے محترم عبدالخالق صاحب (انکل صاحب) اور میر صاحب کو ان کے حصہ کے نوازش نامے ارسال خدمت کر دیئے تھے۔آپ کے حسبِ ارشاد بشیر صاحب نے اور میں نے علیحدہ علیحدہ میر صاحب سے فون پر رابطہ قائم کیا۔اور ان کو ہر طرح کے تعاون کی پیش کش کی تجاویز پیش کیں۔لیکن ....اس باب میں بہتر یہی ہے۔کہ بشیر صاحب ہی تبصرہ کریں۔ویسے ان کا وزارتِ داخلہ (برطانیہ) سے معاملہ مئی جون ۱۹۸۹ء سے پہلے طے نہیں ہو سکتا۔لہٰذا ان کا پاکستان آنے کا پروگرام غالباً اس سے قبل نہ بن سکے گا ویسے بھی وہ خود مختار اور سمجھدار صاحب ہیں۔گو میں نے اپنے طور پر ان کو بہن اور بہنوئی ہونے کے ناطے ہر قسم کے تعاون اور خدمت کا یقین دلایا ہے۔لیکن یوں لگتا ہے۔کہ وہ شاید اس خدمت کو قبول کرنے سے تامّل برت رہے ہیں۔میرے محترم قبلہ! آپ کی نسبت سے ان کی خدمت بھی میرے لئے عبادت ہے۔لیکن شاید عبادت کا یہ حصہ فی الحال نصیب ہونے میں دیر ہے۔کیونکہ میری پر زور گزارش کے باوجود انہوں نے کسی قسم کی انفارمیشن کے کاغذات کی کوئی کاپی (نقل) مجھے عنایت نہیں فرمائی۔پھر بھی جب وہ مناسب خیال فرما دیں گے۔میں خدمت بجالانے میں کسی قسم کی تاخیر نہیں کروں گا۔معاملہ دوری کا نہ ہوتا تو ان کے ہاں صبح و شام جا جا کر بھی اُن کو اپنی وفاداری کا قائل کرنے کی کوشش

ضرور کرتا رہتا۔

آپ کی عطا کردہ دعاؤں کو بلال کیلئے حسبِ ارشاد وہدایات شہناز نے بھی اور میں نے بھی استعمال کیا ہے۔ بلال کے اندر کافی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ تاہم مجھے کوئی وہم وخدشہ نہیں رہا۔ کہ یہ معاملہ تو میرے (اور میرے خاندان کے) مالک وآقا کی بارگاہ میں ہے۔ انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

چندروز قبل رضا کے توسط سے کچھ شعرا ٔاور ادیبوں سے رابطہ ہوا ہے۔ اور ایک صاحبِ طرز ادیب عاشور کاظمی سے بات چیت ہوئی ہے۔ ان سے منازل فقر کے انگریزی ترجمہ کی بابت کسی انگریز مستشرق کی خدمات کے حصول کا ذکر ہوا۔ تو انہوں نے نہ صرف ہر طرح سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا بلکہ بڑے خلوص کیساتھ منازل فقر اپنے مطالعہ کیلئے لی ہے۔ ایک ہفتہ قبل ان کو کتاب ارسال کر دی گئی تھی۔ اور فوری ردعمل تو یہی تھا۔ پیشِ لفظ کے چند اوراق پڑھ کر ہی ہتھیار ڈال بیٹھے تھے۔ اس بارے میں پیش رفت کی رپورٹ آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دوں گا۔ اسی طرح ایک اور جرمن مستشرق این میری شمل (ماہر اقبالیات) سے بھی رابطہ قائم کر کے اس کو کتاب بھیجیں گے۔ فی الحال وہ جرمنی اور لندن میں نہیں بلکہ امریکہ کے دورے پر گئی ہوئی ہے۔ چند ایک اور مستشرق بھی ہیں۔ جو اردو، فارسی وغیرہ پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ اور ان کی مادری زبان بھی انگریزی ہے۔ ایسے لوگوں میں ایک تو پروفیسر ڈیوڈ میتھیوز ہیں۔ اور دوسرے پروفیسر رالف رسل ہیں۔ انشاء اللہ ان کو بھی عنقریب منازلِ فقر ارسال کر دیں گے۔

ایک اور فیصل آباد میں نامور ادیب ہیں۔ جن کا نام ریاض مجید ہے۔ وہ رضا کے شاعری کے استاد ہیں۔ ان سے فون پر بات ہوئی۔ تو ان کو بھی درود شریف دے دیا تھا۔ اور پھر فون پر انکی طرف سے خاصا اطمینان کا اظہار ہوا ہے۔ اور یہ باتیں ان کے حلقہ احباب میں جستجو کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ یہ سب آپ کے کرم کے اعجازات ہیں۔ کہ ہم سب لوگوں پر انعامات واکرامات کی بارشیں ہو رہی ہیں۔

آج سے چار سال قبل انگلینڈ کے ایک کاتب سے نمونہ کے طور پر کچھ کتابت کروائی تھی۔ اور ان سے معاملات طے نہ ہوئے تھے۔ تو پھر ہم لاہور کے کاتب سے رجوع کیا تھا۔ پچھلے کئی ماہ سے یہ کاتب جنکا نام قاضی مقصود ہے۔ صابر صاحب سے مجلس کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ انہی کے شہر اولڈھم

میں مقیم ہیں۔ چند ماہ سے بے حد بے چین تھے۔ کہ صابر صاحب سے باتیں سن سن کر بے حد متاثر ہیں۔ اور کتابت کے موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے بے حد متاسف ہیں۔ پچھلے ہفتہ سے درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ براہ کرم ان پر اپنی نظر کرم فرمائیے کہ آپ کے کرم کے ہم سب محتاج ہیں۔

برادرم بشیر صاحب پچھلے تین چار ہفتوں سے نزلہ، زکام، فلو اور بخار میں مبتلا رہے ہیں۔ گو اب ٹھیک ہیں۔ لیکن کمزوری کے اثرات ابھی تک ہیں۔ گو وہ تھوڑے سے دور چلے گئے ہیں۔ ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اور ملاقات مفصل رہتی ہے........ ان کے حسبِ ارشاد میں نے لیبل کی خود ہی کتابت کر کے یہ تیار کر لئے ہیں۔ اور ان کو کتابوں پر چسپاں کر رہے ہیں۔ امید ہے۔ کہ یہ کاوش آپ قبول فرمائیں گے (آمین) اور عنقریب منازلِ فقر لائبیریریوں کو بھی ارسال کر دیں گے۔ ویسے کتاب جس نے بھی پڑھی دنگ و گنگ رہ گیا۔ سبحان اللہ کہ ہمارے پیرِ محترم کی شان ہی نرالی ہے۔ اور سلسلہ اویسیہؒ کا علم ہی اعلیٰ وارفع ہے۔

میرے محترم ومکرم آقا! چند ماہ قبل باطنی طور پر میرے عرض کرنے پر ارشاد ہوا تھا۔ کہ جو مکان خالی پڑا ہے۔ اس میں منتقل نہ ہوں کہ وہ ہمارے لئے باعثِ خیر و برکت نہیں۔ چونکہ آپ نے حکم عطا فرمایا تھا۔ ایسے احکام سے متعلق اگر ضرورت ہو تو لکھ کر اجازت لی جائے۔ میں مشکور وممنون ہوں گا کہ اگر آپ اس ضمن میں کچھ ارشاد فرمائیے گا۔ ورنہ اس وقت تک میں تو ادھر کا ارادہ بھی نہ کروں گا۔ کہ میں یہ جسارت کر کے کسی بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جاؤں براہِ کرم مجھے معاف فرما دیجئے گا۔

9/12/88 آج اس عریضہ کو شروع کئے ہوئے کافی روز ہو چلے ہیں۔ اور اب تو میں گھبرا گیا ہوں۔ کہ کہیں یہ سلسلہ لامتناہی نہ ہو جائے۔ اور خط ارسالِ خدمت ہی نہ کر سکوں۔ لہٰذا یہ عریضہ آج جس پوزیشن میں بھی ہوا آپ کی خدمتِ اقدس میں ارسال کرنا ہوگا۔ شہناز پروگرام بنا رہی ہے۔ کہ اگلے سال کے اوائل میں پاکستان کا چکر لگائے۔ اور آپ کے درِ دولت کی خاک کو چومنے کی سعادت حاصل کر سکے۔ براہِ کرم اپنی نگاہِ التفات سے نوازیں۔ اور اس کو باریابی کے شرف حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

کل رات صابر صاحب نے بتلایا۔ کہ وہ 24 دسمبر کو یہاں سے جدّہ کیلئے نکلیں گے۔ اور عمرہ

کی سعادت حاصل کرنے کے بعد چند روز کیلئے پاکستان آئیں گے۔ غالباً 27 یا 28 دسمبر کو وہاں پہنچ کر فوری طور پر آپ کے در دولت پر حاضری کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ نوجوان خاصی محبت کرنے والے ہیں۔ اور آپ کے اکرام سے نوازے ہوئے ہیں۔ براہِ کرم ان کو شرف باریابی سے نوازیں۔

امید ہے۔ کہ بہت جلد ہی پروفیسر ہاورڈ صاحب سے معاملات طے ہو جائیں گے۔ اور منازلِ فقر کا انگریزی ترجمہ بھی انشاء اللہ ہونے کی امید ہے۔ یہ تو آپ کی طرف سے منظوری کے بعد ہی ممکن ہو گا۔ براہِ کرم اپنی منظوری سے نوازیں۔ تا کہ ہم سب غلاموں کی کاوشیں بار آور ثابت ہو سکیں۔

برادرم بشیر صاحب کی طرف سے مودبانہ سلام ان کی بیگم صاحبہ کی طرف سے پرخلوص سلام۔ ان کے بچوں کی طرف سے آداب وسلام!

میری بیگم شہناز کی طرف سے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ سلام۔ میرے بچوں شہنواز۔ شاہ وقار اور بلال کی طرف سے آداب وسلام۔ دیگر تمام احباب کی طرف سے مودبانہ سلام۔

امید ہے۔ کہ آپ کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ٹھیک ٹھاک ہو گی۔ اور 'پڑوسی' یعنی نالائق پڑوسی کی طرف سے دائر کردہ مقدمات بھی اپنے حتمی انجام کو پہنچ چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس بد مست معاشرے کو درست فرمادیں تو ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

دیگر کار لائق سے نوازیں۔

آپ کی نظر کرم کا محتاج

شبیر شاہین

گزشتہ میں نے آپ کی خدمت میں تحریر کیا تھا۔ کہ جس سکول میں میں کام کرتا ہوں۔ وہاں کا ہیڈ ماسٹر بڑا متعصب ہے۔ اور میری ترقی روکے ہوئے ہے۔ اس کے خلاف نسلی فسادات ہوئے اور ستمبر میں اس کو مجبور کر کے اس سے استعفیٰ لے لیا گیا ہے۔ اور اس کی جگہ پر جو نیا شخص آیا ہے۔ زبانی جمع خرچ میں ماہر ہے۔ اور بظاہر اچھا لگتا ہے۔ لیکن لگتا ہے۔ کہ یہ بڑا عیار شخص ہے۔ اور زبانی جمع وخرچ سے علاوہ زیادہ کچھ کرنے والا نہیں ہے۔ یا پھر شاید میں ابھی رائے قائم نہ کروں اور دیکھوں کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ویسے اس کے آس پاس حواری پرانے ہی ہیں۔ جو مقاصد ونیتوں کے لحاظ سے

کافی ضرر رساں ہیں۔تاہم سب سے بڑے دکھ دینے والے سے گلو خلاصی ہوئی۔میں اپنے آقا کا مشکور وممنون ہوں۔

❁❁❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

27 جنوری 1989ء

میرے محترم ومکرم پیر صاحب!

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا نوازش نامہ چند روز قبل نظر نواز ہوا۔ میں انتہائی شرمندگی محسوس کرر ہا ہوں۔ کہ میرا سابقہ خط اتنی تاخیر سے لکھا گیا۔ آپ نے جس طرح سے میری اس کوتاہی کو قطعی نظر انداز فرمایا ہے۔ اس سے میرا سر تشکر سے جھک گیا اور ساتھ ہی آپکے جُو دوسخا کا ایک اور مظہر علم میں آیا۔ اور اپنی خوش بختی پر خود رشک آیا۔ کہ میرے مالک و آقا ہر وقت صرف اور صرف عطا اور نوازش کے مینہ برسا رہے ہیں۔ میرے آقا یہ تو آپ کا احسان ہے۔ کہ مجھ جیسے کمزور اور پراگندہ فکر و عمل شخص کو آپ نے اپنی شفقت و عنایت سے اپنے پاؤں مبارک کی خاک کے ذرّوں میں شامل فرمالیا ہے۔ اور یہ آپ ہی کے کرم کا نتیجہ ہے۔ کہ میں اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود اپنے آپ کو محفوظ اور مامون محسوس کرتا ہوں۔ یہ سب آپ ہی کی عطا ہے۔ اور میری یہی اور یہی خواہش والتجا ہے۔ کہ میں ہمیشہ ہمیش کیلئے آپ کی حفاظت کے سائے کا محتاج رہوں۔ میں تو کیا پوری کائنات ہی میرے پیرِ محترم کی حفاظت کے سائے میں پنپ رہی ہے۔

جہاں تک کہ ہم لوگوں کی کتاب کی بابت ''محنت'' کا تعلق ہے۔ تو کچھ بھی کہنے کی مجال کہاں؟ البتہ اتنا ضرور عرض ہے۔ کہ یہ محض اور محض آپ کا بخشا ہوا اعزاز ہے۔ کہ ہم تمام غلاموں کو یہ خدمت سرانجام دینے کی سعادت و توفیق عطا فرمائی۔ جن کے اشارۂ ابرو پر پوری کائنات رقصاں ہو۔ کونسا کام ہے۔ جو نعوذ باللہ سرانجام نہ پائے۔ آپ نے ازراہِ کرم حقیقتِ تصوف کا مسودہ بدست صابر رضا صاحب مرحمت فرما کر اپنے بے پایاں کرم کے خزانے کا منہ وا فرما دیا ہے۔ خط اور مسودہ ملتے ہی میں نے بشیر صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ اور اسی رات ان کے گھر پر حاضر ہوا۔ رات گئے تک ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ ان کے لئے مسودہ کی ایک اور فوٹو کاپی میں نے خود تیار کی اور ان کو دے دی۔ ماضی میں جب ہم لوگ منازل فقر کی کتابت کا انگلستان میں اہتمام کرتے پھر رہے تھے۔ تو ایک بہت ہی معیاری

کاتب سے رابطہ ہوا۔ان کا نام قاضی مقصود صاحب ہے۔ان سے میں نے اور بشیر صاحب نے ایک نمونہ کتابت تیار کروایا تھا جس میں اشعار سیاہ پسِ منظر پر سفید لکھے گئے تھے۔لیکن ان سے معاملاتِ اجرت طے نہ ہو سکے۔یہ غالباً 1984 کی بات ہے۔اسی دوران طاہر صاحب سے بات ہوئی۔اور یوں کتابت لاہور چلی گئی۔منازل فقر چھپ گئی۔اور ہماری حوصلہ افزائی ہوئی کہ یہ حقیر کاوش میرے پیر محترم صاحب کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہوئی۔بعدۂ جب صابر رضا صاحب سے راہ و رسم بڑھی۔تو قاضی صاحب چونکہ انکے پڑوس میں رہتے ہیں۔اور ہر وقت صابر صاحب سے ملنا رہتا ہے۔ان سے باتیں سن سن کر ان کی دلچسپی بڑھ کر بے چینی اور بے تابی میں بدل گئی۔ان کو صرف اشارے سے معلوم ہوا۔کہ منازلِ فقر کی کتابت کی سعادت سے وہ خود محروم ہوئے تو ان کی حالت کافی غیر ہوتی گئی۔اور ایک دن ایسا بھی آیا۔کہ میرے پیرِ محترم نے ان کو اپنے غلاموں کی صف میں شامل فرمایا۔انہوں نے کوئی دو (۲) ماہ قبل درود شریف پڑھنا شروع کیا تھا۔اب جب کہ یہ مسوّدہ عطا ہوا ہے۔تو ان کی خوشی اور بے تابی قابلِ دید ہے۔ان سے یہی عرض کیا ہے۔کہ قاضی صاحب خدمت تو آپ محنت اور شوق کا مظاہرہ کر کے سرانجام دے سکتے ہیں۔لیکن اس کام کی اجرت یہاں کے مروّجہ ضوابط کے مطابق ہم ادا کریں گے۔انہوں نے کتابت کے چند نمونے کر کے مجھے دیئے تھے۔میں نے بشیر صاحب سے مشورہ کیا تھا۔مختلف نمونے مختلف سائزوں میں ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ایک صفحہ چنا گیا تھا۔کہ اس میں عربی، اس کا ترجمہ اور نفسِ مضمون تینوں موجود ہیں۔تاکہ جب آپ کی بارگاہ میں پیش ہوں تو قاضی صاحب کی "مہارت" اور ان کا ہنر ان پہلوؤں سے صفحہ قرطاس پر ہو۔ان تمام نمونوں پر ان کی پشت پر نمونہ نمبر وغیرہ درج ہیں۔(فیصد کے اعداد ہماری رہنمائی کیلئے ہیں) آپ براہِ کرم اپنی پسند ارشاد فرما دیں۔کہ الفاظ کا کیا سائز ہو۔صفحہ کا کیا سائز ہو۔اور خطِ عثمانی یا خطِ ثلث میں سے کونسا خط منتخب کیا جائے۔بشیر صاحب، صابر صاحب، قاضی صاحب اور میں نے آپس میں مشورہ کیا ہے۔کہ ہم خط ثلث کا استعمال کریں۔اور چونکہ کتابت کے بعد اس کتاب کے کل صفحات کی تعداد 120 یا 130 سے زیادہ نہیں ہو گی لہٰذا بڑی تقطیع کا استعمال ہو جس سے کاغذ بھی ذرا بڑا ہو۔(منازلِ فقر کی نسبت) اور الفاظ کا سائز بھی بڑا ہو۔یعنی نمونہ نمبر 2۔لیکن آخری فیصلہ تو آپ کا حکم ہو گا۔جو بجا لانا ہم سب کیلئے سعادتِ

عین ہوگا۔ یہ بھی ارادہ ہے۔ کہ اس کتاب کو گتے کی جلد لگائی جائے۔ لیکن ہمارے ارادے تو آپ کی رضا وحکم کے پابند ہیں۔ اور ظاہری باطنی ہر طرح سے ہمیں آپ ہی کی رہنمائی میسر رہے تو ہی یہ کام یہ خدمت سرانجام دے سکیں گے۔ جیسا کہ آپ کی نصرت، آپ کی راہنمائی ہمیں منازلِ فقر کے ضمن میں عطا رہی ہے۔ جہاں تک کتاب کے نام کا تعلق ہے۔ تو آپ کے ارشاد شدہ دونوں میں سے کوئی نام رکھ لیا جائے۔ یعنی ''حقیقت تصوف'' یا ''تاریخِ تصوف'' یا پھر ''حقیقت وتاریخ تصوف'' جو بھی حکم ہوگا وہ سرآنکھوں پر۔ قاضی صاحب کا خیال وارادہ یہ ہے۔ کہ ٹائیٹل کی کتابت وہ نفیس رقم لاہور والوں سے اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر کروائیں گے۔

آپ کے کتنے کرم ہیں۔ کہ آپ نے مسودہ عطا فرمایا۔ کاتب عطا فرمایا۔ دولت عطا فرمائی اور خدمت کا اعزاز عطا فرمایا۔ سب کچھ عطا فرما کر مزید عطا کے اہتمام کرنے والے پیر محترم آپ کی بارگاہ سلام سے سر جھکا جاتا ہے۔

3 فروری 1989ء اس دوران تحریر میں متعدد وجوہات کی بدولت تھوڑا سا تعطل رہا۔ ایک تو یہ کہ مجھے سردی لگ گئی تھی اور دو تین روز شام کے وقت بخار سا آنے لگا تھا۔ میرے پیرِ محترم! یہ تو خط تھا۔ میری تو سانسیں بھی آپ کی اجازت سے وابستہ ہیں۔ ایک عجیب سی کیفیت رہتی ہے۔ اور اس کیفیت میں سرشاری، طمانیت، تشکر سبھی کچھ تو ہے۔ میں جب بھی اکیلا بیٹھتا ہوں۔ تو سوچتا ہوں اپنی خوش بختی کی بابت! کہ مجھے (اپنے احباب کے ہمراہ) اس کائنات کے مالک، حاکمِ وقت، اولی الامر سے ان کی نوازشوں کے طفیل نسبتِ خاکِ پا عطا ہے۔ جس میں کائنات کی پوری دولتیں شامل ہیں۔ میرے آقا! آپ کے کرم میں کیا شک! لیکن طبیعت میں مدّ وجذر اور ہنڈولے کی کیفیات تو اپنی قسمت کی مشکوک نوعیت کی بدولت ہیں....... نہ جانے قبلہ وکعبہ! میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں اور کہہ نہیں پا رہا........ اس (Confusion) کیلئے معذرت خواہ ہوں............

میں پچھلے دنوں تنہائی میں بیٹھا آپ کی بارگاہ میں سجدہ تشکر بجالا رہا تھا۔ کہ اچانک خیال آیا کہ ''منازلِ فقر'' کا انگریزی میں ترجمہ میں خود بھی کرسکتا ہوں۔ تاہم اس کیلئے آپ کی اجازت اور آپ کی طرف سے اس سعادت کے حصول کیلئے نصرت ومدد کی انتہائی شدید ضرورت ہے۔ میں نے پہلے صفحہ

کوانگریزی میں منتقل کرنے کی کوشش کی تھی۔ تواس کام کوممکن جانا۔ بعدہٗ برادرم بشیر صاحب سے مشورہ کیاتوانہوں نے میری اس حقیر رائے سے اتفاق کیا۔ کہ یہ ترجمہ خود کیوں نہ کیا جائے اور انگریزی زبان کی اغلاط کیلئے کسی انگریز دوست (جو کہ ادیب بھی ہو) سے نظر ثانی کروالیں۔ (ایسے کئی انگریز دوست موجود ہیں) اس بارے میں آپ کی طرف سے اجازت نامہ کی ضرورت ہے۔ اور درخواست ہے۔ کہ اس سعادت کے حصول کیلئے مجھے توفیق بھی عطا فرمائیے۔ پہلے سوچا تھا۔ کہ پیشِ لفظ کا پورا انگریزی ترجمہ ٹائپ کر کے بارگاہِ پیرِ محترم صاحب میں ارسال کروں۔ لیکن شاید یہ کام آپ کی اجازت (ظاہری) عطا ہونے تک ملتوی رکھ رہا ہوں۔ دوسرے خطاطی کے نمونے بھیجنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ قاضی صاحب بڑی بے چینی اور بے تابی سے دن گن رہے ہیں۔ اور میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ تاخیر ہونے سے ان کی کوفت میں اضافہ ہو۔ قاضی صاحب پورے انہماک سے زور شور کے ساتھ کتابت کے سلسلہ میں تیاریوں میں مصروف ہیں۔ میرے آقا و مولا کو ان کا یہ شوق پسند آجائے (آمین)

یہ خط اس وقت میں سکول میں بیٹھا لکھ رہا ہوں۔ اور کسی نہ کسی وجہ سے اٹھ کر جانا پڑتا ہے۔ تو تھوڑا توقف آجاتا ہے۔ ایک لحاظ سے تو یہ جذبات کے بہاؤ میں ٹھہراؤ پیدا کرنے میں ممد ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب بھی میں خط لکھتا ہوں تو بار بار جذبات کا ریلا امڈتا رہتا ہے۔ اور یوں دل چاہتا ہے۔ کہ اسی دھارے میں بہتا چلا جاؤں۔ یہ میرے آقا کا کرم ہے۔ کہ میں اُن کے قدموں کی خاک کے ذروں میں چھپا لیا گیا ہوں۔ اور چونکہ اُن کے پاؤں مبارک کی چھاؤں ان تمام ذرات کو میسر ہے۔ لہٰذا میں ان ذرّوں کی چھاؤں میں اپنے آپ کو محفوظ و مامون تصور کرتا ہوں کہ چونکہ وہ ذرّے محفوظ ہیں۔ میرے آقا! میں ممنون ہوں۔ اور ملتجی ہوں۔ کہ باوجود میری کوتاہیوں اور کمزوریوں کے مجھے اپنے پا مبارک کے ذرّوں کا سایہ عاطفت عطا فرمائے رکھئے۔

پچھلے ہفتے صابر صاحب، قاضی صاحب کی وساطت سے واتھم سٹو میں مقیم ایک دوست کے ذمہ یہ کام لگایا تھا۔ کہ وہ 3,Boundry Road والے پتہ پر جا کر غلام احمد کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ تاکہ بعد میں ہم وہاں خود جا کر مزید معلومات حاصل کر سکیں۔ وہاں سے پتہ چلا ہے۔ کہ کوئی صاحب طاہر خان وہاں رہتے ہیں۔ اور غلام احمد صاحب کا اپنے آپ کو بھتیجا بتلاتے ہیں۔

ان کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ غلام احمد تو کافی عرصہ قبل واپس چلا گیا ہے۔ مجھے یاد آ رہا ہے۔ کہ آپ نے عرصہ ہوا ایک عدد غلام احمد کا فوٹو ارسال فرمایا تھا۔ جو (غالباً) ساؤتھ آل والوں کو بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی بابت کچھ معلوم نہیں۔ اب موجودہ صورتحال کا تجزیہ کیا جائے تو صورتحال مندرجہ ذیل مختلف نتائج میں ظاہر ہوتی ہے۔ آپ سے استدعا ہے۔ کہ براہِ کرم مزید ہدایات ارسال فرما دیں۔ تا کہ ہم خود وہاں جا کر مزید معلومات اکٹھی کر سکیں۔

پہلی صورت: کہ وہ صاحب واقعی طاہر خان ہیں۔ اور غلام احمد کے بھتیجے ہیں۔ اور غلام احمد واقعی پاکستان چلا گیا ہے۔

دوسری صورت: یہ کہ غلام احمد ایبٹ آباد میں ہی ہے۔ (بقول طاہر خان کے) اور پولیس کی ملی بھگت سے ابھی تک مفرور ظاہر کیا جا رہا ہے۔

تیسری صورت: یہ کہ غلام احمد یہاں انگلستان میں کہیں روپوش ہے۔ اور طاہر خان اس کو تحفظ دیئے ہوئے جھوٹ بھول رہا ہے۔

چوتھی صورت: کہ دراصل طاہر خان ہی غلام احمد ہے۔ جو صرف تصویر کی موجودگی میں ہی غلط ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یوں وزارتِ داخلہ کو اس صورتحال سے آگاہ کر کے اس کو ملک بدر کرایا جا سکتا ہے۔

پانچویں صورت: طاہر خان کو بھی معلوم نہیں (؟) کہ غلام احمد ابھی انگلستان میں ہی روپوش ہے۔

میرے خیال میں آپ کی ارسال کردہ تصویر غالباً نثار صاحب کو بھیجی گئی تھی (یہ میں محض قیافہ کی بنا پر عرض کر رہا ہوں صحیح طور پر یاد نہیں)۔ ان حالات میں اگر تصویر میسر آ جاتی تو میں خود لندن جا کر پتہ کر لوں گا۔ اس تجویز کو بشیر صاحب کے ساتھ میں نے Discuss کیا تھا۔ ان کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ ہم جائیں بھی اور غلام احمد سامنے کھڑا باتیں کر کے ہمیں ٹرخا رہا ہو تو ہم اس سے قطعی حقیقت معلوم نہ کر سکیں گے۔ از راہ کرم مزید ہدایات عطا فرما دیں تا کہ اس سلسلہ میں پیش رفت ہو سکے۔

میں انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ اس باب میں میں آپ کے حسبِ ارشاد پیش رفت کی رپورٹ ارسال خدمت نہیں کر پایا۔ براہِ کرم اسے سستی یا نااہلی پر محمول نہ فرمایئے گا۔ بلکہ مجھے اس میں کامیاب ہونے میں مدد فرمایئے گا۔

آپ کا نوازش نامہ بنام صابر صاحب فیصل آباد والوں کو ان کے گھر میں موصول ہوا تھا۔ تو ان کی بڑی بہن نے کھولا۔ اس میں درج تھا۔ کہ صابر صاحب 340 روپے زائد چھوڑ آئے تھے۔ اور یہی ارشاد آپ نے مجھے تحریر فرمایا تھا۔ تو وہ بیچارے گھبرائے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں بشیر صاحب اور بابر صاحب 22 پونڈ فی کس مزید دے دیں گے۔ اور یہ کل دس پونڈ بن جائیں گے اور 340 روپے کی قیمت 10 پونڈ ہے۔ اور یہ 340 روپے بھی برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کو دیئے جا سکیں گے۔ بشرطیکہ یہ تجویز آپ قبول فرمالیں۔ اسی دوران فیصل آباد والوں نے ان کو خط بھیج دیا۔ تو اس میں یہ ارشاد تھا۔ کہ حسن صاحب ان کو 10 پونڈ دے دیں گے۔ تاہم اس کے بعد مجھ پر لازم ہو گیا کہ وہیں خاموش ہو جاؤں۔ لہٰذا اب جو آپ ارشاد فرمادیں وہی حکم بجالائیں گے۔

دو ہفتے قبل لندن سے شائع ہونے والے ''جنگ'' اخبار میں خبر پڑھی کہ ''طالب میر صاحب واپس وطن جارہے ہیں''۔ اور تفصیل یہ تھی۔ کہ باجی اور دو بچیاں عمرہ کرتے ہوئے جلد جارہی ہیں (اور غالباً وہ پہنچ چکے ہوں گے)۔ میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ ان کو فون کروں تو اسی شام ان کا فون آیا۔ انہوں نے پروگرام کی مختصر تفصیل بتلائی۔ میں نے ان کو مبارک باد دی۔ کہ آخر وہ دن آیا کہ وہ لوگ سرخرو وطن واپس جارہے ہیں۔ تاہم چھوٹی بچی کے ہمراہ وہ خود ابھی یہیں ہیں۔ اور انشاءاللہ ان سے ملاقات ہوگی۔ ان کو اشارۃً میں نے یہ عرض کیا تھا۔ کہ انسان کے ارادوں پر اللہ کے ارادے ہمیشہ فائق رہے ہیں۔ اور رہیں گے۔ اور حالات نے جس طریقہ سے اچانک تیزی سے پلٹا کھایا ہے۔ اس پر حیرت ہوتی ہے۔ کہ ضیاء الحق صاحب وردی میں ہی مدفون ہوئے۔ اور اب فضا میر صاحب کے دوستوں کے حق میں سازگار ہے۔ اور میر صاحب کا اپنے اہل وعیال سمیت بلاخوف وخطر مراجعت کا سامان پیدا ہو گیا ہے۔

عزیزم بلال کی صحت کافی بہتر ہے۔ اور اس میں تبدیلیاں نمایاں ہیں۔ گو کہ تا حال وہ قدرت کلام کی عطا کیلئے منتظر ہے۔ اور ہم سب آپ کی نظرِ کرم کیلئے ملتجی ہیں۔ انشاءاللہ جب میرے آقا پیرِ محترم کو منظور ہوا تو بلال بولے گا۔ اس سلسلہ میں میرا تو اتنا ہی فرض تھا۔ اور ہے۔ کہ آپ کی بارگاہ میں اس مسئلہ کو پیش کردوں۔

آپ نے این مَری شِمل صاحبہ کے بارے میں جس طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ میں

تہِ دل سے ممنون ہوں۔ محترمہ کا جرمنی کا فون نمبر مل گیا ہے۔ لیکن باوجود تعددِ کوشش کے تا حال ان سے رابطہ قائم نہیں ہوسکا۔ کل رات عزیزم صابر صاحب نے محترمہ کا ہارورڈ (امریکہ) یونیورسٹی کا فون نمبر حاصل کیا لیکن وہاں پر بھی وہ تا حال رابطہ قائم نہیں کر سکے۔ دراصل اب ہمیں ان کا ایڈریس حاصل کر کے خط لکھ دینا چاہیے۔ جو ان کو ضرور مل جائے گا۔ اور ان سے رابطہ کی صورت کی بابت حل مل جانے کی امید ہے۔ آپ کی مدد و نصرت تو زندگی کے ہر لمحہ میں ہر شعبہ میں ضرورت ہے۔ ورنہ تو سانس بھی ناممکن ہے میرے آقا!

مستقبل قریب میں شہناز بچوں کے ساتھ پاکستان کا چکر لگانے کا ارادہ کر رہی ہے۔ براہ کرم اپنی نظر کرم کے سایہ میں ان کو اپنی قدمبوسی سے مشرف بادفرمادیں۔ تا کہ آپ کی بارگاہ میں ظاہری طور پر حاضر ہو کر نیاز حاصل کر سکیں۔

ان دنوں بیشتر احباب پر آپ کے انعامات واکرامات کی برسات ہو رہی ہے۔ جن میں صابر صاحب، بابر صاحب، عامر صاحب، قاضی صاحب، مسعود راہی صاحب اور بیٹا شاہ نواز شامل ہیں۔ ہم سب آپ کی بارگاہ میں سلامِ قدمبوسی پیش کرتے ہیں۔ محترم برادرم بشیر صاحب کا کاروبار بفضلہٖ کافی اچھا جا رہا ہے۔ ان سے ملاقات ومشاورت رہتی ہے۔ ان کا اور ان کے بیوی بچوں کا سلامِ خلوص قبول فرمائیے۔ میری بیوی شہناز کا۔ بچوں شاہ وقار اور بلال کا سلامِ خلوص وقدمبوسی قبول فرمائیے۔

پچھلے دنوں شیخ مسعود صاحب مستقلاً (؟) پاکستان مراجعت کر چکے ہیں۔ ان سے بات چیت ہوئی۔ اور ان سے عرض کیا تھا۔ کہ سلام عرض کر دیں۔ امید ہے۔ کہ وہ قدمبوسی کے لئے حاضر ہو چکے ہوں گے۔

پچھلے دنوں یہاں پر چند شعرأ افتخار عارف اور عاشور کاظمی وغیرہ کو منازلِ فقر کی کاپیاں دی ہیں۔ ان کا ابتدائی ردعمل تو حیرت واستعجاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ تا حال مزید خبر نہیں مل سکی۔ اس سلسلہ میں اپنے ذمہ تو پیغام پہنچانے کی کوشش کرنا ہے۔ توفیق اور کرم تو میرے محترم پیر صاحب کی مرضی پر منحصر ہے۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

4/2/89 مجھے نہایت افسوس ہے۔ کہ مکان کے بارے میں صاف طور پر بات نہ کر سکا۔ دراصل یہ

وہ مکان ہے۔ جو ہم نے 1980ء میں خریدا تھا جہاں پر آپ کا سب سے پہلا نوازش نامہ موصول ہوا تھا۔ اس کا ایڈریس 8-Brulington St ہے۔ اسی دوران میں موجودہ رہائشی مکان بھی خریدا۔ اس دوران 8 برلنگٹن سٹریٹ کو کچھ وقت کیلئے کرائے پر دے دیا تھا۔ بعد میں کرایہ داروں کی بے ہودگیوں کے پیشِ نظر خالی کروالیا۔ اس کی مرمت وغیرہ کے بعد کچھ عرصہ سے سالانہ عرس مبارک کا اہتمام وہاں پر ہی رکھا جاتا ہے۔ ابھی وہ خالی ہے۔ دراصل موجودہ رہائش گاہ میں مکانیت بہت ہی محدود ہے۔ پچھلے رمضان شریف میں باطنی طور پر یہ بات سامنے آئی تھی۔ کہ وہ ''مکان ہماری رہائش کیلئے مفید نہیں'' وغیرہ۔ تاہم آپ کے سابقہ نوازش نامہ میں مجھے تسلی بخش جواب عطا ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ اُس مبہم بات سے پیدا شدہ کوفت کیلئے آپ سے معافی مانگ لوں۔ آمین میرے مالک آمین

آپ کی نظرِ کرم والتفات کا محتاج

آپ کا غلام

شبیر شاہین

براہ کرم میری بے ربط تحریر میں خامیوں کو نظر انداز فرما کر اپنے کرم کے سائے میں جگہ مرحمت فرمائیے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۳۰اپریل ۱۹۸۹ء

میرے محترم ومکرم پیر صاحب دام ظِلکم

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا نوازش نامہ ۲۵ فروری ۱۹۸۹ء کو نظر نواز ہوا۔حسبِ ارشاد میں نے صابر صاحب کی وساطت سے برادرم ریاض مجید صاحب (فیصل آباد) سے مسودہ پر نظر ثانی کرنے کے بعد مسودہ ارسال کرنے کی درخواست کی تھی۔ان سے فون پر بھی تھوڑی سی بات چیت ہوئی تھی۔انہوں نے ''حقیقتِ تصوف'' کا مسودہ ۱۱ اپریل کو مجھے ارسال کیا (یعنی مجھے ۱۱ اپریل کو موصول ہوا)۔اس سے قبل فروری میں صابر صاحب کی وساطت سے ایک کاپی مسودہ کی مل چکی تھی۔جس کی ایک اور فوٹو کاپی کر کے میں نے جلد بندی کے بعد برادرم بشیر صاحب کے حوالے کی تھی۔۱۱ اپریل سے لے کر آج روز تک اس مسودہ کو پڑھ رہا ہوں۔اور برادرم بشیر صاحب کے ساتھ بھی چند نشستیں ہوئی ہیں۔اور اس باب میں ان سے متعدد پہلوؤں پر بات چیت ہوئی ہے۔میں کئی روز سے بلکہ کئی ہفتوں سے اسی ارادے کو پال رہا ہوں۔کہ آپ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ ارسال کروں۔لیکن میرے محترم ومکرم پیر صاحب! میرے سانس کے آنے جانے تک کا معاملہ آپ کے کرم کا محتاج ہے۔تو بغیر آپ کی مرضی کے، بغیر آپ کی اجازت کے، بغیر آپ کی عطا کے میں کچھ بھی تو نہیں سرانجام دے سکتا۔آج کئی روز سے شرمندگی، خفت اور افسوس کے ملے جلے جذبات میں گھرا رہا کہ آپ کی بارگاہ میں ہدیہ الفاظ پیش کروں۔میرے آقا و مولا! میری اس کوتاہی کو معاف فرما دیجئے۔میں نے تو ہمیشہ سے یہی عرض کیا ہے۔کہ میں عقلِ سلیم کی کمی کو شدت سے محسوس کرتا ہوں۔اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کے احساس کے بوجھ تلے ہر لحظہ دبا رہتا ہوں۔لیکن اس کے باوجود غلطیوں کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔جو میری دانست میں تو بلا ارادہ ہوتا ہے۔ممکن ہے۔کہ یہ بھی میرے نفس کے ہی کھلائے ہوئے گل ہوں۔اس Confusion میں میری عافیت اسی میں ہے۔کہ میں آپ کی خاکِ پا کے ذروں کی اوٹ اور پناہ ڈھونڈوں (اور پھر اتنی آگہی بھی تو آپ ہی نے

عطا فرمائی ہے)۔ یہ درست ہے۔ کہ میں ایک عجیب چوں چوں کا مربّہ ہوں۔ تاہم مجھے یک گونہ اطمینان میسر آتا ہے۔ جب میں اپنے آپ کو اپنے پیرِ محترم کے دستِ شفقت کے سائبان تلے پاتا ہوں۔ اور نادانستہ غلطیوں کے ارتکاب کا پتہ بھی اس وقت چلتا ہے۔ جب سرشاری ٹوٹ جاتی ہے۔ سانس لیتے وقت دِقّت ہونے لگتی ہے۔ اور ہلکی ہلکی کسک اور چبھن ہمہ وقت دامن گیر ہو جاتی ہے۔ میرے آقا و مولا! میں اس قابل بھی ہرگز نہیں۔ کہ دُنیا داری کے آداب نبھا سکوں چہ جائیکہ باطنی اسرار و رموز کو سمجھ پاؤں۔ البتہ آپ کی عطا و کرم کی بدولت ہی یہ ممکن ہے۔ آقا و مولا! اس کائناتِ عالم پر آپ کا تصرّف ہے۔ میں ''آپ'' کی اس کائنات میں ایک حقیر ذرّہ ہوں۔ آپ کو اپنی صفتِ سخا کا واسطہ دیکر التجا کرتا ہوں۔ کہ مجھے اپنے دامنِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے رکھئے۔ کہ آپ کے کرم کے بغیر میں بالکل غیر محفوظ ہوں۔ مجھ میں کوئی سکت نہیں کہ میں دنیا میں اپنی حفاظت کر سکوں یا دنیا داری کو نبھا سکوں۔ میرے مالک! مجھے نہیں معلوم کہ میں یہ انجانا خوف کیوں محسوس کرتا ہوں۔؟ کبھی اپنی اہلیت پر (بزعم خود) اعتماد تھا۔ لیکن اب اس ''اعتماد'' پر بھی اعتماد نہیں۔ تاہم میری حیات، میرے شب و روز کا واحد آسرا، آپ کی ذاتِ گرامی کا تصورّ ہے۔ 3404 کے وہ در و دیوار جو میں نے دیکھے۔ بس وہی میری متاعِ حیات ہیں۔ میری جبینِ نیاز کو حجرۂ مبارک کی چوکھٹ کے باہر (برآمدہ میں) خاک نشینی کی سعادت عطا رہے تو میں خوش ہوں۔ میرے مالک و آقا! کبھی ان آنکھوں سے آپ کی بارگاہ میں خوشی کے آنسو ٹپکتے ہیں۔ اور کبھی غم و اندوہ رُلاتے ہیں۔ اور پھر ان کیفیات سے کبھی فراغت ہو تو تشکر کے جذبات اُمڈ آتے ہیں۔ کہ میرے والی و مولا کے کرم کے طفیل مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ میں بارگاہِ رسالت مآبؐ میں ''صَلِّ'' کا ہدیہ پیش کرنے والوں کی صف میں شامل ہوں! جب بھی احباب سے ملاقات ہو تو صرف ایک بات پر دل چاہتا ہے۔ کہ میں اپنے محسن و آقا کا ہی ذکر کرتا رہوں۔ جنہوں نے مجھے اس قابل فرمایا۔ کہ اس سعادت سے شرف یاب ہوا۔ آپ کے درِ دولت پر حاضر احباب سے اسی نسبت سے تعلق ہوا۔ میں ان تمام احباب کا مشکور ہوں۔ جو مجھے اس نظر سے دیکھتے ہیں۔ الحمد للہ کہ میری پہچان آپ کے خاکِ پا کے ذرّوں کی نسبت سے ہوتی ہے۔ میرے آقا مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں کیا کہتا ہوں اور کیا کچھ مطلب نکلتا ہے۔ براہِ کرم مجھ سادہ و ناچیز کو صرف اپنے دامنِ رحمت کے

سائے میں رکھیے۔ کہ میں کسی بھی طرح سے بغیر آپ کی حفاظت کے سائے کے کسی بھی معاملہ کا نہ تو اہل ہوں اور نہ ہی متحمل ہوں۔ شکر یہ میرے آقا کہ آپ نے مجھے محبت کے مفہوم سے آگاہ فرمایا۔ (ابتدا اتنی عظیم الشان ہے۔ تو آگے کیسا ہوگا) تاہم میرے آقا! ع

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

محترم المقام پیر صاحب! یہ آپ کی عنایت ہے۔ کہ آپ نے مجھ ناچیز کو ایسی عزت بخشی ہے۔ کہ کتاب کے معاملہ میں اپنی صوابدید کا کسی حد تک استعمال کرلوں۔ لیکن میرے آقا! میری صلاحیتیں تو آپ ہی نے مجھے ازل سے عطا فرمائی ہیں۔ پھر بھی میں آپ کی اجازت، آپ کی ہدایات، آپ کی رہنمائی اور آپ کے ارشاد کے بغیر کچھ بھی کر سکنے کے قابل نہیں ہوں۔ اس ضمن میں میں چند ایک تجاویز آپ کی بارگاہِ اقدس میں ارسال کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ جو بیشتر اس مقصد سے پیش خدمت ہیں۔ کہ آپ کے ارشادات کی روشنی میں میں اپنی درستگی کرسکوں۔ نعوذ باللہ یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ آپ کے کلام مبارک میں کسی قسم کا کلام ہے۔

(۱) میرے خیال میں اگر ہم محققینِ مغرب کی تحقیقات کے نتیجہ میں رائج علوم کو پیش کرتے وقت ڈرائینگ (دماغ کی) بھی پیش کر کے انکے خیال کے مطابق دماغ کے فعل اور اس سے متعلقہ حصوں کی نشاندہی کر دیں اور ایک آدھ ڈرائینگ اس کے اندر رکھ دیں۔ تو شاید بہتر ہو۔ اس ڈرائینگ پر انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں نام (اصطلاحات) لکھے جائیں میں اس غرض سے چند نمونے ارسالِ خدمت کر رہا ہوں، براہِ کرم نمونہ کا نمبر لکھ دیں۔ (اگر آپ کو یہ تجویز قبول ہو تو) بصورت دیگر اس کو شامل نہیں کیا جائے گا۔

(۲) آپ نے ازراہِ نوازش ''تمہید'' ارسال فرمادی ہے۔ یہ تجویز جنوری فروری میں میرے ذہن میں آئی تھی۔ کہ آپ کی خدمت میں درخواست ارسال کر دوں۔ لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ تاہم اگر ''تعارف'' یا پیش لفظ یا دیباچہ کی شکل میں چند سطور تمہید سے پیش تر لکھ دی جائیں تو میری حقیر رائے میں یہ اور بہتر رہے گا۔ آگے مالکِ مطلق آپ کی ذاتِ گرامی قدر ہے۔

(۳) مختلف حصوں کو چھوٹے چھوٹے عنوانات دیکر درج کرنے سے کتاب کی خوبصورتی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ''فہرستِ عنوانات'' کی ترتیب سے قاری کو متعلقہ موضوع کے دوبارہ یا مزید مطالعہ میں آسانی

ہو جائے گی۔ اس ضمن میں آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کریں گے۔

۸۹/۵/۱ کل رات پھر میں اور شیخ مسعود صاحب، برادرم بشیر صاحب کے گھر پر رات گئے تک بیٹھے رہے۔ انکے ہاں افطاری تھی۔ اس سے قبل گئی رات بھی میں، برادرم بشیر صاحب اور شیخ مسعود صاحب آدھی رات کے کافی بعد نیلسن میں اکٹھے رہے۔ ہماری ان محافل میں آپ کا ہی ذکرِ خیر و ذکر عظیم ہوتا رہا۔ رات شیخ صاحب نے پھر آپ کے ارشادِ عالیہ کو دہرایا۔ کہ آپ نے ازراہِ عنایت ہم لوگوں پر کتاب کی جملہ تدوین و ترتیب وغیرہ کے بارے میں اعتماد کا اظہار فرمایا ہے۔ میرے آقا! یہ تو آپ کی شفقت ہے۔ اور پھر آپ ہی کی راہنمائی میں سارے امور سرانجام ہوتے ہیں۔ ڈر لگتا ہے۔ تو اپنے آپ سے! اور غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے پھر آپ کو زحمت دینے کی جسارت کی ہے۔ براہِ کرم ہماری (میری اور بشیر صاحب کی) رہنمائی فرمایئے۔ اور ہمیں یہ توفیق عطا فرمایئے۔ کہ ہم اس خدمت کو بجا لا سکیں۔ جس سے آپ کی خوشنودی کے علاوہ اور کچھ مقصود نہیں اور اگر ہم ایسا کوئی بھی قدم دانستہ طور پر اٹھائیں جس سے آپ کے مزاجِ گرامی پر تکدّر آئے تو وہ سودا ہمیں انتہائی مہنگا ہوگا۔ کہ آپ کی خوشنودی کے حصول میں رکاوٹ جو بنے گا۔ دوسری طرف آپ کی اس ہدایت (کہ فیصلہ (؟) ہم خود کر لیں) پر عمل پیرا ہونا بھی ہم سب طالبانِ خوشنودی کیلئے نہایت ضروری ہے۔ اندریں حالات صرف وہ معاملات ہی آپ کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں۔ جن کے بارے میں وضاحت بہت ہی ضروری ہے۔ کہ حتمی فیصلے تو آپ ہی کے ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں میں شیخ مسعود صاحب کو تفصیل سے سمجھا رہا ہوں۔ تاکہ ہماری اس مشکل کی وضاحت کی بابت آپ کو لمبی چوڑی تحریر پڑھنے کی تکلیف نہ ہو۔ آج شام کو پھر میں، بشیر صاحب، شیخ مسعود صاحب اور مسعود راہی صاحب افطاری کے سلسلہ میں میرے گھر پر اکٹھے ہونے والے ہیں۔ کل شیخ صاحب بلیک برن سے مانچسٹر جا رہے ہیں۔ اور وہاں سے وہ سیدھے (جمعرات کو) پاکستان مراجعت کریں گے۔

ایک اور بات وضاحت طلب ہے۔ کہ سرورق پر مندرجات کے بارے میں بھی ہدایات عطا فرمایئے گا۔ (یعنی اگر کوئی آیت وغیرہ باہر لکھنی ہو یا کوئی تحریر وغیرہ) کتاب کا نام تو یہ درست ہے۔ "طریقت ــــ حقیقتِ تصوف"۔ اسی طرح ہمراہ ڈایاگرامز (یعنی خاکوں) میں سے آپ منتخب فرمایئے۔

کہ کونسا خط کہ کتاب میں شامل کیا جائے (ہر خط کے کی پشت پر نمبر درج ہے۔) براہ کرم نمبر کے ذریعہ آگاہ فرما دیجئے۔

آج سے چند ماہ قبل ایک خواب آئی تھی۔ جس کے بارے میں آپ وضاحت فرما دیں تو آپ کی بے حد عنایت ہوگی۔ اس خواب کو بیان کرنے میں احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن تحریر میں یہ احتیاط ممکن نہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا۔ کہ اس خواب کی من وعن جزئیات عرض کر دوں۔ ''میں نے یہ دیکھا۔ کہ زمین پر میں نے اپنا دایاں پاؤں رکھا۔ اس جگہ پر پاؤں کا نشان دیکھنے کیلئے پاؤں اٹھایا۔ تو یہ محسوس ہوا۔ اور یہ دیکھا۔ کہ میرے پاؤں کا نشان تو بڑا ہونا تھا۔ مگر جو نشان نیچے سے نکلا وہ کافی چھوٹا اور خوبصورت تھا۔ اور اس نشان کے بارے میں یہ تاثر تھا۔ کہ یہ نشان تو حضورؐ کے پائے اقدس کا ہے۔'' اس خواب کے معانی پر کبھی زیادہ غور بھی نہیں کیا کیونکہ آداب کے پیش نظر ایسا نہیں کر سکتا۔ اور پھر آپ کے حضور تو ان معاملات کو پیش نہ کرنا بھی آداب کی خلاف ورزی ہے۔ اور آپ تو صاحبِ عطا و کرم ہیں۔ اور یہ سب کچھ تو آپ ہی کی عطا ہے۔ تاہم اگر بیان کرنے میں کسی قسم کی بے ادبی کا ارتکاب ہوا ہو تو براہِ کرم معاف فرما دیجئے گا۔

اس مرتبہ عرس مبارک ۱۷ مارچ کو منایا گیا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل بشیر صاحب نے اپنے خط میں دے دی ہوگی۔ اِس سال کافی خواتین و حضرات شریک تھے۔ کوئی چالیس بیالیس کے لگ بھگ مرد تھے اور غالبًا اتنی ہی مستورات بھی تھیں۔ عرس مبارک کا اہتمام پرانے گھر 8.Burlington Street میں کیا گیا تھا۔ عرس مبارک کے دو تین روز بعد وہاں قرآن پاک کا ایک اور ختم رکھا تھا۔ اور پھر ہم وہاں مقیم ہو گئے ہیں۔ یہ مکان بشیر صاحب کے بالکل قریب ہے۔ درمیان میں بس ایک گلی ہی ہے۔

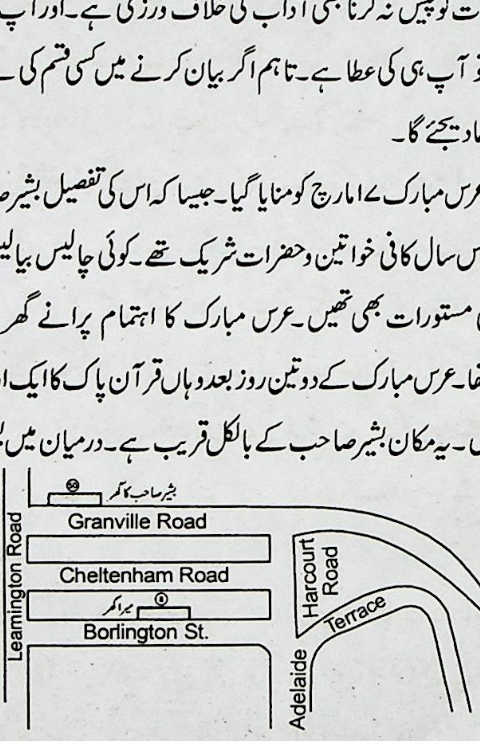

اور چہل قدمی کیلئے بھی نکلیں تو دروازہ سے بچ کر نہیں نکلا جا سکتا۔

بچے اس گھر میں آ کر کافی خوش ہیں۔ کہ سابقہ رہائش کی نسبت یہ گھر کافی کشادہ اور کافی زیادہ کمروں پر مشتمل ہے۔ خصوصاً بلال اس گھر میں آ کر کافی خوش ہوا ہے۔ اور اس کی صحت پر کافی خوش گوار اثرات ہوئے ہیں۔ براہِ کرم ہم سب کی خیر و عافیت کی دعا فرما دیں۔ شہناز کی طرف سے انتہائی دست بستہ سلام خلوص عرض ہے۔ اور شاہ نواز، شاہ وقار اور بلال کی طرف سے آداب عرض ہیں۔ شاہ نواز تو یہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے پیر صاحب بڑے ہی مہربان اور بڑے ہی شفیق ہیں۔ جب بھی بچے آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ اور خصوصاً جب شہناز ان کو ساتھ بٹھا کر آپ کا ذکرِ خیر کرتی ہے۔ تو بچے بے حد خوش ہوتے ہیں۔ اور ایسی خوشی کا اظہار انہوں نے آج تک کبھی کسی اور معاملہ کی بابت ہرگز نہیں کیا۔ یہ سب بشمول میرے آپ کے درِ دولت کے گداگر اور آپ کی غلامی سے مشرف باد جو ٹھہرے۔ اللہ کرے کہ ہماری یہ غلامی ابدالآباد تک قائم و دائم رہے۔ آمین۔

عرس مبارک کے ضمن میں ایک اور بات آپ کی خدمت میں پیش کرنا ضروری ہے۔ کہ جب احباب فارغ ہو کر رخصت ہونے لگے۔ تو بشیر صاحب کھانے والے کمرے میں مستورات کے اہتمام میں مصروف تھے۔ تو کچھ احباب نے جن میں جناب عبدالخالق صاحب۔ بشیر صاحب کے بھائی صاحب (شبیر صاحب اور خلیل صاحب)۔ صابر صاحب اور ان کے دو بھائیوں بابر اور عامر صاحبان نے عرس مبارک میں شمولیت کیلئے تھوڑی تھوڑی رقم مجھے دے دی۔ جو بعد میں پتہ چلا۔ کہ اخراجات سے قدرے وافر ہو گئی ہے۔ اس رقم کو میں نے مسعود راہی صاحب کے پاس رکھا ہے۔ اور آپ سے اس بارے میں ہدایات حاصل کرنے کیلئے تمام احباب (بشمول بشیر صاحب) نے مشورہ دیا ہے۔ انشاء اللہ آیندہ اس باب میں زیادہ احتیاط برتوں گا۔ یہ زائد رقم لگ بھگ 70 پونڈ کے ہے۔ اس رقم سے متعلق جو ارشاد بھی ہو گا۔ اس کو بجالاؤں گا۔

کتابت کا معاملہ لندن والے اسحاق صاحب کے ساتھ بشیر صاحب نے فون پر طے کر لیا ہے۔ یہ وہی صاحب ہیں۔ جنہوں نے منازل فقر کی فہرستِ عنوانات کی کتابت کا شرف حاصل کیا تھا۔ قاضی مقصود صاحب سے معاملات طے ہونے میں کچھ دشواری پیش آئی تھی۔ انشاء اللہ بہت جلد ہی

حقیقتِ تصوف بھی منصہ شہود پر آئے گی۔ بشرطیکہ آپ کا کرم شاملِ حال رہا۔اور آپ نے توفیق عطا فرما دی تو۔

برادرم بشیر صاحب کو خط کی بابت ذکر کیا تھا۔وہ مودبانہ سلام عرض کرتے ہیں۔مسعود راہی صاحب سلامِ خلوص پیش کرتے ہیں۔صابر صاحب سے تین چار روز قبل فون پر بات چیت ہوئی تھی۔ہر وقت آپ کے گن گاتے ہیں۔اور سلام عرض کرتے ہیں۔

شہزادہ کمال صاحب کے ضمن میں رقم مستعار لینے دینے کے بارے آپ کے ارشاداتِ عالیہ بزبان شیخ صاحب گوش نواز ہوئے۔انشاءاللہ آئندہ ان معاملات میں آپ کی ہدایات کو ہر لمحہ پیشِ نظر رکھوں گا۔اس مرتبہ کی اس بھول کی معافی چاہتا ہوں۔

میری طرف سے برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے گھر والوں کو السلام علیکم قبول ہو۔ان کا مکان مکمل ہوا یا کہ ابھی کچھ کسر باقی ہے۔اس ضمن میں ہدایات وارشاد کا منتظر ہوں۔

برادرم محمد یوسف صاحب۔راجہ سرور خانصاحب۔اور دیگر تمام احباب کی خدمت میں السلام علیکم عرض ہے۔

میں خط دیر سے لکھنے کی ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں۔کہ عرس مبارک کے بعد گھر تبدیل کرنے کے جھنجھٹوں میں پھنس گیا تھا۔اس دوران برادرم بشیر صاحب نے بھی خط لکھا تھا۔تو قدرے اطمینان سا رہا۔اور آپ کی خیریت کی اطلاع کے حصول کی گھات میں تو ہر وقت لگا رہا۔آپ کی صحت کے بارے میں فکر رہتی ہے۔اور اب جبکہ خبریں یہی مل رہی ہیں۔کہ آپ کی صحت ٹھیک ٹھاک ہے۔تو کافی اطمینان ہوا۔

آپ کی نظر کرم کا محتاج

آپ کا گداگرِ آستانہ

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۲۶جون ۱۹۸۹ء

برادرم محترم شیخ مسعود اصغر صاحب

اَلسَّلامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا تعزیت نامہ آج ہی نظر نواز ہوا۔آپ کی اس ہمدردی کا نہایت ہی مشکور وممنون ہوں۔کہ آپ نے اس موقع پر درد بانٹا۔

جہاں تک انسان کے اس جہاں پر زندگی کے دن گزارنے کا معاملہ ہے۔تو ہر روح اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد کر کے اِس جہان میں آنے کے بعد جسم کے جامہ کے اندر رہ کر حیاتِ طبعی کے دن بیتاتی ہے۔یہ عہد ہے۔

اِنَّـا لِـلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔جس کے دو حصے ہیں۔پہلا حصہ ہے۔اِنَّـا لِلّٰہِ جس کا مطلب یہ ہے۔کہ اے میرے اللہ تعالیٰ میں (روح) اپنے جسمانی جامہ میں جو وقت بھی زمین پر گزاروں گی۔تیرا بن کر رہنے کا عہد کرتی ہوں۔اور دوسرا حصہ یہ ہے۔کہ اس سارے عرصہ کے بعد (اگر فلاح یافتہ ہوئی تو) تیری طرف ہی لوٹ آؤں گی۔لیکن جب انسان اس زمین پر آتا ہے۔تو پہلا حصہ بھول جاتا ہے۔اور اس کا بن کر رہنے کی بجائے اپنے نفس (روحِ حیوانی) کے تابع وقت گزارنا شروع کر دیتا ہے۔اور یوں اپنے رب کے ساتھ کئے گئے عہد کا پہلا حصہ بھول جاتا ہے۔اور تو اور دوسرا حصہ بھی بھول جاتا ہے۔یعنی کہ موت بھی یاد نہیں رکھ سکتا۔(حالانکہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہی روزانہ لوگ اس جہان سے کوچ کرتے ہیں۔اور ان بار بار کی یاد دہانیوں کے باوجود اپنی ذہنی استعداد کے مطابق موت سے بھی (اپنے زعم میں) فرار اختیار کر لیتا ہے۔لیکن طبعی حیات کا عمل دوسرے عہد نامہ کے حصہ کے مطابق رک جاتا ہے۔تو وہ رُوح اپنی بدعہدی کے باعث اپنی اصل جگہ پر پہنچنے سے قبل برزخ وسزا کے عمل میں مبتلا ہو جاتی ہے۔لہٰذا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن والا معاملہ اتنا سیدھا سادہ نہیں رہ جاتا۔کیونکہ اِنَّالِلّٰہِ کی بجائے اِنَّا لِیۡ کے طریقہ عمل سے خسارے میں پڑ جاتا ہے۔

غالباً یہی وہ خیالات تھے جو اماں کی وفات کی خبر سن کر ذہن میں ابھرے۔ تو میرے پیر، میرے مرشد، میرے شہنشاہ، میرے آقا، میرے مولا، میرے مالک نے اپنی حسبِ صفت وعادت اپنی رحمت کے خزانوں کے منہ وا فرما دیئے۔ اور اماں کی بخشش کا فوری مژدہ عطا ہوا۔ اور فوراً ہی سجدہ شکر بجا لایا۔ اس کے بعد دنیا داری کے لوازمات (عزاداری، ختم، دعا، فاتحہ) میں مشغول ہوئے۔ میں اپنے مالک، اپنے شہنشاہ کے مقام کا ہرگز ادراک نہیں کر سکتا۔ کہ میرا شہنشاہ ماورائے ادراک ہستی ہے۔ وہ نائبِ رسولؐ ہیں۔ وہ حضورؐ کے نہایت ہی منظورِ نظر شہنشاہ ہیں۔ جن کے در سے عطا ہی عطا ہوتی ہے۔ اس آقائے کائنات کا ذکر کرنے کے آداب سے ہی میں واقف نہیں ہوں۔ بس جب بھی ان کا اسمِ مبارک دل میں آتا ہے۔ اور ان کا خیال ذہن کے دریچوں میں جھانکتا ہے۔ تو آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے بعد ہر ہمت دی جاتی ہے۔ کہ کاروبارِ حیات میں بھی رواں دواں رہتا ہوں۔ آداب میں کمی کے ڈر سے خیالات کے ریلے کو بھی روکتا رہتا ہوں۔ تاہم میرے محسن ومحترم کے احسانوں تلے میرے خون کا ذرہ ذرہ دبا ہوا ہے۔ اور میرے روح وجسم کے روئیں روئیں میں میرے آقا وشہنشاہ کی عنایات رچی بسی ہیں۔ اور جب آپ کا نوازش نامہ ملا۔ تو سرسری نگاہ ڈالی اور یہ خواہش تھی کہ میرے مُحسن، میرے آقا، میرے مولا، میرے والی، میرے شہنشاہ، میرے مالک کا ذکر آپ کے خط میں کس جگہ پر ہے۔ کیونکہ یہ لازم تھا۔ کہ آپ اپنی حاضری سے متعلق چند الفاظ ضرور تحریر فرمائیں گے۔ پچھلے ہفتہ حضور انور، آقائے کائنات کا نوازش نامہ نظر نواز ہوا تھا جس میں آپ اور باجی صاحبہ کی 15 جون کی حاضری دینے کے پروگرام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ جب پندرہ جون کی شام آئی تو گھر میں خصوصی طور پر ذکر ہوا۔ کہ آج خوش قسمت بہن اور بھائی بارگاہِ شہنشاہِ عالم میں حاضر ہیں۔ اور رحمت کی بارش کے زیرِ سایہ ان لمحات میں میرے آقا ومولا کے کرم سے جھولیاں بھر رہے ہوں گے۔ رات کو بشیر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہاں پر بھی یہی ذکر ہوا۔ تاہم میرے عزیز بھائی! آپ لوگ ظاہری طور پر بھی شہنشاہ کے دارالحکومت (پاکستان) میں اپنے آقا ومولا کی قربت میں ان کی رحمت کے زیرِ سایہ وقت گزار رہے ہیں۔ اور ان کے ارشادات سے گاہے گاہے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے۔ کہ جب کبھی بھی آقا ومولا کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تو ارشادات کا تبرک اِدھر ہماری جھولی میں بھی ڈال دیا

کریں۔ بخدا اس سے میرے شب و روز بڑے مزے میں گزرتے ہیں۔ اور انتہائی آسودگی، طمانیت اور برکت کا باعث بنتے ہیں۔

یہ عریضہ میں کلاس میں بیٹھا ہوا لکھ رہا ہوں۔ اسی پانچ دس منٹ کا وقفہ درمیان میں آیا تو سابقہ سطور پڑھ کر یوں لگا۔ کہ میں شاید زیادہ ہی لکھ گیا ہوں۔ مجھے امید ہے۔ کہ آپ کو میرے محترم شہنشاہ کی بارگاہ میں باریابی کے مواقع میسر آتے رہیں گے۔ آپ سے استدعا ہے۔ کہ جب بھی آپ کو یہ سعادت میسر آئے تو میرا دست بستہ سلام ضرور عرض کر دیا کریں۔ اور ان سے یہ درخواست کریں کہ ہم سب غلاموں پر اپنی نظر کرم رکھیں۔ اور ہم غلاموں کو اپنے پائے مبارک کی خاک کے ذروں میں پناہ عطا فرمائیں۔ تاکہ ہم محفوظ رہیں۔ گو کہ اِنّا لِلّٰہِ کے لوازمات پورے کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اپنے مولا و آقا کی غلامی کا پٹا تو ہمارے گلے میں ہے۔ اس پٹے کی لاج ضروری رکھی جائے گی۔ یہ پٹا ہی نسبتِ پیر ہے۔ اللہ کرے ہم سب کیلئے وہ دن آئے کہ ہماری پہچان صرف اور صرف اپنے آقا و مولا کی نسبت سے ہی ہو۔ اور میں جہاں بھی ہوں۔ ہر طرف سے یہی صدا بلند ہو کہ یہ ہے۔ شہنشاہ دو عالم اور اپنے آقا و مولا کا غلام! کہ غلامی کی اس نسبت کا چرچا ہو تو ہر جگہ پر میں محفوظ و مامون ہوں گا۔ کہ میرے مالک کے غلاموں سے سبھی نوازش کا سلوک کرتے ہیں۔ اور میرے مولا و آقا کے غلام ہر شر سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔

آج 4 جولائی ہے۔ چند دن کے وقفہ کے بعد یہ عریضہ پھر لکھنے بیٹھا ہوں۔ اس دوران شفیلڈ گیا تھا۔ وہاں تین روزہ قیام تھا۔ تعلیمی کانفرنس (محکمہ تعلیم کے زیر انتظام) میں شرکت کرنا تھی۔ راتیں احباب کے ہاں گزاریں۔ اور سلسلہ کے کرم وہاں ہوئے کافی بھائیوں اور بہنوں نے درود شریف لیا۔ اور یوں حلقہ بگوشانِ شہنشاہ عالم میں شامل ہوئے .... تو برادرم میں جب خط لکھنے بیٹھا تھا۔ تو خیالات کا ایک عجیب ریلا تھا۔ جو اُمڈتا چلا آرہا تھا۔ کل میرے آقا و مالک کا ایک اور نوازش نامہ ملا۔ اور اماں کی بخشش کا مژدہ (ظاہری طور پر) تحریراً عطا ہوا۔ کل رات صابر صاحب اور بشیر صاحب سے محفل رہی۔ بشیر صاحب کے ہاں سے آنے کے بعد صابر صاحب کو ان کا سلام پہنچانا تھا۔ فون پر بات چلی تو رات ایک بجے تک اپنے شہنشاہ کے انعامات سے نوازے جاتے رہے۔ شیخ صاحب یہ کیا ہے۔؟ بس اتنا سمجھ

میں آیا۔ کہ اگر خود مانگا جائے تو عطا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ مانگنے والے کی مانگنے کی استطاعت محدود ہے۔ لہٰذا اگر شہنشاہ کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے بے پناہ خزانوں کے منہ کھولتے ہیں۔ تو اپنے معیار کے پیش نظر عطا کا حد و حساب سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ جب وہ عطا فرماتے ہیں۔ تو بے حد و حساب! اس لئے مانگ کر اپنا ہی ''نقصان'' ہے۔ کہ مانگنے سے جو ملتا ہے۔ وہ محدود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے بازو اور ہاتھ پھیلا کر شہنشاہ کی بارگاہ میں سر جھکائے بیٹھے رہیں۔ تو عطا کا سمندر چونکہ لا متناہی ہے۔ اس لئے لا متناہی طریقہ سے ملتا بھی ہے۔

امید ہے۔ کہ آپ دونوں ایبٹ آباد شہنشاہِ مکرم کی بارگاہ میں سجدۂ حاضری سے مشرف باد ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ فیصل، علی۔ طاہر کو پیار۔ دونوں چھوٹے ''بزرگوں'' کو پیار۔ روپا بیٹی اب کیسی ہے۔ امید ہے۔ کہ اب ماشاء اللہ صحت میں کافی تبدیلی ہو گی۔ ہمارا اس کو بہت بہت پیار۔ براہ کرم گاہے اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ اور جب کبھی بھی دار الخلافہ جائیں۔ تو ارشاداتِ عالیہ سے فیض یاب ہونے کے بعد ہمیں بھی مستفیض فرما دیا کریں۔ بشیر صاحب کے ساتھ اکثر آپ کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ ان کی اور ان کے اہلِ خانہ کی طرف سے السلام علیکم۔ بچوں کو پیار۔ دعا کریں۔ کہ ''کتابِ تصوف'' کی تکمیل کی ہم سب کو توفیق عطا ہو۔ آمین

کار لائق سے یاد فرما دیں۔ آپ نے جون آواخر انگلینڈ آنے کے بارے ذکر کیا تھا۔ وہ کیا ہوا؟۔ اماں کو سلام۔ تمام بہنوں، بھائیوں کو السلام علیکم۔ ان کے تمام بچوں کو پیار

فقط والسلام

آپ کا بھائی

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۲۵جولائی ۱۹۸۹ء

میرے انتہائی مکرّم و مُعظّم قبلہ پیر صاحب ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا نوازش نامہ عطا ہوئے دو (۲) ہفتے سے زائد وقت گزر چکا ہے۔خط میں مندرج نوازشات سے سر جھک گیا۔میرے آقا و مولا آپ کا شکریہ، لاکھ لاکھ شکریہ! خط کے مندرجات سے دیگر احباب بھی باخبر ہوئے۔اور ہر ایک نے تشکر کا اظہار کیا۔جن میں بشیر صاحب، صابر صاحب، بابر صاحب، مسعود راہی صاحب خصوصی طور پر شامل ہیں۔

میں انہی دنوں عریضہ حاضر خدمت کرنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔کہ اچانک چار پانچ روز قبل شہناز کا پاکستان آنے کا پروگرام بن گیا۔یعنی کہ اس کو معہ شاہ وقار اور بلال کے قدمبوسی کے شرف حاصل ہونے کا موقع ملنے کی امید بندھی جبکہ میرے اور میرے اہلِ خانہ کے ہر سانس پر میرے آقا و مولا و مرشد کا مکمل تصرف ہے۔تو زندگی اور بعد از زندگی کے جملہ معاملات بھی آپ ہی کی عنایت ہیں۔میرے آقا و مولا ان کو اپنے پاؤں مبارک کی خاک میں شامل فرما لیجئے تو بڑی مہربانی ہوگی۔

دو (۲) تین دن سے سلسلہ سے متعلق بہن بھائیوں کا ہی آنا جانا رہا۔بابر صاحب کا آج رات فون آیا۔شہناز (میری بیگم) باجی شہناز (بیگم بشیر صاحب) سے ملنے ان کے ہاں گئی اور دو تین دوسری سلسلہ اویسیہ سے متعلق بہنوں سے بھی ملنے گئی۔اسی طرح برادرم بشیر صاحب آج رات کافی دیر تک رکے رہے۔مسعود راہی صاحب اور ان کے اہلِ خانہ بھی کافی دیر تک یہاں رہے۔محترم ملک ظفر صاحب کی اہلیہ اور ان کی چھوٹی صاحبزادی ناہید بھی یہاں پر ہی تھے۔بشیر صاحب و بیگم بشیر صاحب۔ راہی صاحب و بیگم راہی صاحب اور انکی بہن زیب النساء کی طرف سے، بابر صاحب، صابر صاحب، عامر صاحب اور ان کے اہل خانہ کی طرف سے بیگم ملک صاحبہ و ناہید ملک، رضیہ بہن اور ان کی بچیوں کی طرف سے دست بستہ سلام عرض ہے۔یہ وہ سلام ہیں۔جو میری موجودگی میں دیئے گئے۔ان کے علاوہ

پیغامات شہناز زبانی عرض کرے گی۔ بڑے بیٹے شاہ نواز کی طرف سے دست بستہ سلام قبول فرمالیجئے۔

آج سے چار پانچ ہفتے قبل ایک خواب دیکھی۔ جس کی چند جزئیات کی جزوی طور پر سمجھ آئی اور چند معمہ بن گئیں۔ ازراہِ کرم راہنمائی فرما دیجئے۔

خواب میں مجھے کسی نے ایک بیکر (لیبارٹری میں استعمال کیا جانے والا گلاس نما برتن) دیا جو کہ خون سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ اور یہ بھی بتلایا گیا۔ کہ یہ خون مبارک آقائے نامدار ﷺ کا ہے۔ بیکر ہاتھ میں لیتے ہی میں اس فکر میں تھا۔ کہ اس خون مبارک کو کیمیکل ڈال کر Perserve کرلوں تا کہ یہ جمنے یعنی Coagulate نہ ہونے پائے۔ لیبارٹری کے کسی حصہ میں جا کر اس خون مبارک کو Preserve کر کے کہیں سنبھال کر رکھ آیا ہوں۔ لیبارٹری کے کسی دوسرے حصہ میں مجھے اچانک ایک پلاسٹک کا برتن ہاتھ میں آیا۔ جو کہ Washing Bowl کی شکل کا تھا۔ اس میں تھوڑا سا خون مبارک دکھائی دیا۔ جو تھوڑا سا جما ہوا تھا۔ میں بڑے دکھ کے ساتھ اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ کسی نادان نے احتیاط نہیں کی (غالباً جو خون ان کے حوالے کیا گیا تھا اس کی حفاظت نہیں کی)۔ اور یوں وہ خون مبارک قدرے جم سا گیا ہے۔ اسی وقت آنکھ کھلی۔ تو بڑا ہی دکھ تھا۔ جو خون مبارک سے لبالب بھرا ہوا بیکر مجھے عطا ہوا تھا۔ یہ جما ہوا خون اس کا حصہ ہرگز نہیں تھا۔ براہِ کرم اس خواب کی تعبیر عطا فرما دیجئے۔ بیکر کا سائز اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ Coagulation سے خون کو بچانے کیلئے Sodium Oxalate استعمال ہوتا ہے۔ جو غالباً خواب میں بھی میرے ذہن میں ڈالا گیا تھا۔ اس کا استعمال وغیرہ نہیں دیکھا لیکن جب خون مبارک کو کہیں بحفاظت رکھ آیا تو اس وقت یہ تاثر ضرور تھا۔ کہ خون مبارک کو preserve کر آیا ہوں۔

بشیر صاحب اور میں نے 50 پونڈ برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں مشترکہ طور پر ارسال خدمت کئے ہیں۔ براہِ کرم ان کو قبول فرمالیجئے تو بڑی نوازش ہوگی۔ اسی طرح چند ماہ قبل ایک بینک اکاؤنٹ میں سے سود کی کچھ رقم بھی ملی تھی۔ وہ بھی شہناز کے ہاتھ ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ براہِ کرم اس رقم کے مصرف کے بارے میں حکم فرما دیجئے۔ جو ارشاد ہوگا۔ شہناز اس کی تعمیل کرے گی۔

حقیقتِ تصوف کے مسودہ کو تقریباً حتمی شکل دی جا چکی ہے۔ آپ کے تمام ارشادات و

ہدایات کو بڑے غور کے ساتھ مسودہ میں شامل Incorporate کر دیا ہے۔ اگلے ہفتے میں اور بشیر صاحب انشاء اللہ خود لندن جا کر کاتب صاحب (اسحاق صاحب) کو مسودہ دیکر اور ان کو سمجھا کر آئیں گے۔ اس کام کی تکمیل کی توفیق تو آپ ہی نے عطا فرمائی ہے۔ میرے آقا و مولا کے کرم کے طفیل کتاب انشاء اللہ بہت جلد چھپ کر آپ کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرنے کی سعی میں میں اور بشیر صاحب مصروف ہیں۔ براہِ کرم ہم دونوں کو ہمت و توفیق اور اہلیت عطا فرما دیجئے۔ سرورق پر سورہ کہف کی درجِ ذیل کی آیت مبارک سامنے آئی ہے۔ اگر اس کے علاوہ کسی اور آیت کو موزوں خیال فرما دیں گے تو آپ کا حکم سر آنکھوں پر!

(۱) مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ج وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ○ (سورہ کہف پارہ 15 سورۃ 18 آیت 17) اسی طرح ایک آیتِ مبارک بھی نظر سے گزری جو کہ میرا Second Choice ہے

(۲) سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ○ سورۃ حٰمٓ السجدۃ (پارہ 24 سورۃ 41 آیت 53)

میری سمجھ میں تو آیت نمبر ا زیادہ موزوں ہے۔ تاہم اگر ان آیات کے علاوہ آپ کسی اور آیتِ مبارکہ کے بارے میں ارشاد فرما دیں تو تعمیلِ ارشاد ہوگی۔ یا پھر ان دونوں آیات میں سے کسی ایک کی نشاندہی فرما دیجئے گا۔ (بصورتِ دیگر آیت نمبر ا)

میرے آقا براہِ کرم ہم سب پر اپنی نظر کرم ہمیشہ رکھیں کہ ہم سب کی فلاح اسی میں ہے۔ اور یہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔ کہ ہم سب کو ہمارے مرشد و مولا کے پاءِ مبارک کی خاک کے ذروں میں شامل ہونے کی توفیق و سعادت ملے۔ آمین

آپ کی نظر کرم کا محتاج

آپ کا بندہ و غلام

شبیر شاہین

میری طرف سے اور تمام احباب کی طرف سے برادرم راجہ سرور صاحب، برادرم محمد یوسف

صاحب، برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اوران کے اہلِ خانہ کوالسلام علیکم ۔راجہ اکبر صاحب ۔بشیر صاحب ۔خورشید صاحب ۔ریاض مجید صاحب ۔عارف رضا صاحب اور دیگر تمام احباب کوالسلام علیکم

میں جب بھی خط لکھنے بیٹھا۔تو شہزادہ کمال بیگ صاحب کی ادھار لی گئی رقم کے بارے میں بھول گیا اب بھی لفافہ دوبارہ کھول کر لکھ رہا ہوں ۔پیرِ محترم میری یادداشت بری طرح متاثر ہے۔اس لئے معذرت خواہ ہوں کہ اس سے پیشتر نہ لکھ سکا۔دراصل شہزادہ صاحب نے بلیک برن آنے سے پیشتر مجھے فون پر فرمایا تھا۔کہ چونکہ پنوں خان صاحب اُن سے برمنگھم ملنے آرہے ہیں ۔اوران کوان سے براہِ راست کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے ۔لہٰذا ان سے میں کہوں کہ شہزادہ صاحب کو کچھ رقم کی ضرورت ہے ۔میں نے ان کوخود اپنی طرف سے ارسال کرنے کی پیش کش کی لیکن انہوں نے فرمایا۔کہ ان کوکل ہی اشد ضرورت ہے ۔اور میری بھیجی ہوئی رقم ان کو اتوار کے بعد یعنی سوموار یا منگل کو ملے گی ۔میں نے پنوں خان صاحب سے فون پر بات کی ۔تو انہوں نے بھی یہی کہا۔کہ شہزادہ صاحب اور راجہ سرور صاحب کا پرانا تعلق ہے ۔فکر نہ کریں ۔اوراس طرح شہزادہ صاحب کوانہوں نے (غالباً) 500 پونڈ دیئے تھے۔ آپ کا حکم مجھ تک پہنچ چکا ہے ۔انشاءاللہ آئندہ ایسی غلطی سرزد نہیں ہوگی ۔اس مرتبہ کی معذرت قبول فرما لیجئے گا تو میں ممنون ومشکور ہوں گا

آپ کا بندہ

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بلیک برن

۲۰/۱۹ دسمبر ۱۹۸۹ء

محترم ومکرم مرشدی ومولائی دام اقبالکم

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

پچھلے دنوں آپ کی بارگاہ میں بذریعہ فون حاضری کے بعد آپ کے گوجر خان کے دورہ کے ختتام تک آپ کے بارے میں معلومات وخیریت کی خبریں حاصل کرنے میں کوشاں رہا۔ میں حسبِ عدہ آپ کی بارگاہ میں کتاب ''حقیقتِ تصوف'' کا ایک نسخہ ''تقریباً حتمی'' شکل میں ارسال کر رہا وں۔ دراصل یہ کام اتنی جلدی میں مکمل کرنا پڑا۔ کہ مسودہ کو آخری بار غلطیاں لگنے کے بعد پڑھنے کا وقت ہ تھا۔ کیونکہ کاتب نے مسودہ کی اغلاط لگا کر تین روز پیشتر مجھے واپس دیا۔ اور جو ذیلی عنوان لگائے گئے ہیں۔ وہ بھی مجھے کل صبح میسر آئے تھے۔ انتہائی عجلت میں رات گئے تک کام کر کر کے اس حالت میں پیش کر سکا ہوں۔ الحمد للہ کہ کم از کم ایک آدھ ہفتے کے بعد یہ مسودہ تھوڑی بہت مزید ردّ و بدل کے بعد پرنٹر تک پہنچ جائے گا۔ برادرم بشیر صاحب رات میرے ہمراہ تھے۔ اور مسودہ کی فوٹو کاپیاں ہم نے مل کر کی ہیں۔ اس کاپی میں چند ایک چھوٹی چھوٹی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ جن کی نشاندہی کی ہوئی ہے۔ نیز اس مسودہ کو بشیر صاحب بھی ایک دفعہ پھر پڑھیں گے۔ اسی طرح چھوٹے عنوانات کی ترتیب ذرا تبدیل کرنی ہو گی۔ اور دائیں صفحہ پر دائیں طرف والے حاشیہ میں عنوان لگیں گے۔ اور بائیں طرف کے صفحہ کے بائیں طرف کے حاشیہ میں عنوانات لگائیں گے۔ اسی طرح جلد بندی میں آنے والے حاشیہ کو دوسری طرف کے اور اوپر والے حاشیہ سے نچلے حصہ کے حاشیہ کو چھوٹا بنایا گیا ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو اس کو رکھیں گے۔ اور اگر آپ اس میں ردو بدل کا ارشاد فرمادیں گے تو حسب ارشاد تعمیل کریں گے۔ کتاب کی ایک جلد جو ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ وہ اس لئے اصل سائز میں نہیں کاٹی کہ اگر آپ پسند فرمادیں تو ترامیم واضافہ جات کیلئے اسی صفحہ پر ہدایات تحریر فرمادیں۔ اور اگر آپ اس کتاب کو اپنے ہاں ہی رکھنے کا ارادہ فرمادیں گے۔ تو مسوّدہ کی دیگر کاپیاں بھی ارسال خدمت کر رہا ہوں اور جو بھی آپ کا ارشاد ہو گا۔

اس کے مطابق صابر صاحب اور بابر صاحب آپ کا عنایت فرمایا ہوا مسودہ/ جلد لے آدیں گے۔ چونکہ 23 دسمبر سے لیکر 7 جنوری تک تمام ادارے وغیرہ بند ہوں گے۔ اسی طرح پرنٹر بھی چھٹیاں کرے گا۔ صابر صاحب انشاء اللہ 12 جنوری کو واپس تشریف لادیں گے۔ ان حالات میں ان کے آنے کے بعد ہی مسودہ پرنٹنگ کیلئے دینا بہتر ہوگا۔

میرے آقا و مولا! کتاب کی تیاری میں تاخیر کی معذرت چاہتا ہوں۔ دراصل کتابت/ اغلاط وغیرہ کے مراحل کے علاوہ آرٹ وغیرہ پر وقت توقع سے زیادہ لگتا رہتا ہے۔ ان حالات میں تاخیر ارادوں کے خلاف ہو جاتی ہے۔ میں انتہائی عجز کے ساتھ معافی کا خواستگار ہوں۔ امید ہے۔ کہ اس حقیر کاوش کو پسند فرمادیں گے۔ کہ آپ کی پسند و خوشی ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ اور اس مقصد کی تکمیل بھی آپ ہی کی نگاہِ کرم کی محتاج ہے۔ کہ آپ ہی نے توفیق عطا فرمائی ہے۔

شہناز اور بچے بخیریت ہیں۔ اور مودبانہ سلام عرض کرتے ہیں۔ شہناز نے آپ کی خدمتِ اقدس میں ایبٹ آباد کی سردی کے پیش نظر ایک Body Warmer ارسال کیا ہے۔ امید ہے کہ قبول فرمادیں گے۔ اور ہم سب کا سلام برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے اہل خانہ کی خدمت میں پیش ہے۔ برادران راجہ سرور صاحب، راجہ اکبر خان صاحب، یوسف صاحب، عالم صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں سلامِ خلوص

مسعود راہی صاحب کافی تعاون فرماتے ہیں۔ اور سلامِ خلوص عرض کرتے ہیں۔ برادرم بشیر صاحب اور دیگر احباب کی طرف سے بشمول عبدالخالق صاحب کے دست بستہ سلام عرض ہے۔

آج سر میں شدید درد ہے۔ اور دانت میں کل سے تکلیف ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بے ربط عریضہ ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ براہِ کرم غلطی کی معافی عطا فرمادیں۔ ویسے نہ جانے اِن دنوں طبیعت بے حد بے چین ہے۔ اور جذبات سے قطعی عاری! اس کیفیت سے خوف آنا شروع ہو گیا ہے۔ تاہم آپ کی بارگاہ سے دست گیری پر بھروسہ ہے۔ لہٰذا سب ہی کچھ ٹھیک ہوگا۔ انشاء اللہ

چند ماہ قبل میں اپنی بیماری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اور علاج کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سوچتے سوچتے مراقبہ کرنے بیٹھا۔ تو تھوڑی دیر بعد اپنے آپ کو حضورؐ اور آپ کی بارگاہ میں

دوزانو بیٹھا ''محسوس'' کیا۔حضور انورؐ نے آپ کو سرگوشی کے انداز میں ارشاد فرمایا۔''شفا ہم نے عطا فرمانی ہے۔'' سرگوشی کا انداز اس طرح کا تھا۔کہ یہ الفاظ (القائی طور پر) مجھ تک بھی پہنچ رہے تھے۔اور فوراً اس کا مفہوم یہ عطا ہوا۔کہ شفا تو ہم نے عطا فرمانی ہے۔(لہٰذا علاج کرنا یا نہ کرنا غیر ضروری ہے۔)

شدتِ درد کی وجہ سے اس عریضہ کو ختم کرنا پڑ رہا ہے۔اور ابھی یہ خط، کتابیں وغیرہ صابر صاحب بابر صاحب کے ہاں اولڈہم لے کر جانی ہیں۔ برادرم بشیر صاحب آج اپنی نوکری کے سلسلہ میں بے حد مصروف ہیں۔ان کی بجائے مسعود راہی صاحب ساتھ تشریف لے جائیں گے۔فی الحال اجازت کا طلبگار ہوں۔

خدا حافظ

فقط والسلام

آپ کی توجہ مبارک کا متمنّی

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

10.8.90

میرے آقا و شہنشاہ!

اَلسَّلامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا 25 اپریل 1990ء کا بھیجا ہوا نوازش نامہ 14 مئی 1990ء کو نظر نواز ہوا۔ اسی دوران (غالباً 8 مئی کو) برادرم بشیر صاحب خلیل صاحب کی شادی کے سلسلہ میں پاکستان گئے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔ اُن سے فون پر بات ہوئی اور یوں آپ کی نظر عنایت کے صدقے حالات سے آگاہی رہی۔ اس دوران محترم بشیر صاحب سے متعدد بار فون پر رابطہ ہوا۔ اور میں آپ کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ بھیجتا رہا۔ جب آپ کا نوازش نامہ ملا۔ تو حقیقتِ تصوف کے مسودہ میں اضافی مضمون کے حصے بھی ملفوف تھے۔ جب برادرم بشیر صاحب تشریف لائے (غالباً 28 مئی کو) تو چند مزید صفحات مسودہ میں شامل کرنے کی ہدایت کے ساتھ موصول ہوئے۔ جن کو محترم قبلہ قاضی صاحب (کاتب) کو پہنچا دیا گیا۔ ان صفحات کی کتابت اور دیگر مسودہ کی تصحیحات دو ہفتے قبل مکمل ہوئیں۔ اور قطع و بُرید اور تصحیحات کے بعد اس مسودہ کی کتابت شدہ Layout کو حتمی شکل دیکر فارغ ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اچانک قبلہ قاضی صاحب کا 20/19 انیس بیس سال بعد پاکستان جانے کا پروگرام بنا۔ اور ان کی خواہش تھی۔ کہ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ کتاب کی حتمی اور آخری شکل مجتمع کر کے ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے۔ کہ اسکا Lay out پسند فرما دیں گے اگر اس میں مزید اضافہ کا حکم ہوگا۔ تو بجا لائیں گے۔ (میں اور بشیر صاحب اور دیگر احباب جو اس میں شریک ہیں)

میرے آقا و مالک! آپ تو میری زندگی کے ایک ایک لمحہ سے ایک ایک لحظہ سے اور میری زندگی کی ہر سوچ و حرکت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ میرا حال آپ ہی کا عطا کردہ ہے۔ میری زندگی کی ہر سانس آپ ہی کی عطا کردہ ہے۔ ورنہ میں انتہائی رذیل اور بے حقیقت و بے وقعت جاندار تھا۔ پچھلے چار پانچ ماہ ایک درد اور کرب کی کیفیت میں گزرے۔ کہ مجھ ناسمجھ نے حماقت کی اور بے ادبی کا مرتکب

ہوا۔ جب آپ فیصل آباد میں تشریف فرما تھے۔ اور فون پر آپ نے خلیل صاحب کی منگنی پر اپنی وڈیو فلم کا ذکر فرمایا تھا۔ تو بلا سوچے سمجھے نادانی میں میں ''اداکاری کے جوہر والی'' بات کر کے بے ادبی کا مرتکب ہوا تھا۔ حالانکہ اس فلم سے مجھ جیسے ناتواں کو کتنا کرم سے نوازا گیا تھا۔ کہ اس فلم کے ذریعہ سے ظاہری حواس کے ذریعہ آپ کی زیارت کا شرف جاریہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔ میرے آقا و مولا! ایک غلام کا، ایک نوکر کا، ایک محتاج کا، ایک مرہونِ احسان کا، مالک و شہنشاہِ کائنات کے ساتھ ازراہِ تفنن بات کرنا نہ صرف بے ادبی ہے۔ بلکہ انتہائی بدنصیبی کی بات ہے۔ میرے مالک! آپ تو میری سانسوں، میرے ہر لمحہ زندگی کے مالک ہیں۔ نہ جانے یہ بے ادبی، یہ بدتمیزی کیسے سرزد ہوگئی! محترمِ آقا و مولا! میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ کہ جس نورِ اقدس کے بارے میں یہ حکم ہو کہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ اسی صاحبِ اختیار و عطا کی شان میں ایسی جسارت! مذاق کی بابت سوچنا بھی گناہ ہے۔ اس حرکت نے کافی رُلایا ہے۔ میرے آقا۔ میں آپ سے ہاتھ باندھ کر معافی کی بھیک مانگتا ہوں۔ کہ اس قابلِ تعزیر جرم سے براہِ کرم درگزر فرمایئے۔ اور مجھ ناچیز کو اپنی خاکِ پا کے ذروں میں سربسجود رہنے کی اجازت و سعادت مرحمت فرمایئے۔ میں اپنے آپ کو اس کائنات کا انتہائی خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں۔ کہ ایک بھٹکے ہوئے ناکارہ بے وقعت اور دنیا کی نظروں میں نکمے شخص کو آپکی غلامی کا شرف عطا ہوا۔ تو میرے مقدر کی سیاہی دھل گئی۔ زندگی میں رنگ آ گیا۔ اور میرا اعتماد بحال ہونا شروع ہوا۔ اور یوں لگا۔ کہ میری پیدائش کا مقصد پورا ہوا۔ کہ میں اپنے آقا و مولا کی بارگاہ تک پہنچ گیا۔ ہر وقت یہی احتمال، یہی کھٹکا رہتا ہے۔ کہ میں بے حد لاابالی۔ اور کم عقل ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ حماقت سرزد ہو جائے اور میں اپنی خوش بختی سے محروم ہو جاؤں۔ میرے شہنشاہِ مکرّم! میں بے حد متلوّن مزاج ہوں۔ لیکن میری بے نیل و مرام اور ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو ایک مانجھی، ایک کھویّا کا دستِ کرم عطا ہوا تو مجھے یوں لگا۔ کہ میں ہر جھنجھٹ سے آزاد ہو گیا ہوں۔ بس مجھے اپنے پاؤں مبارک کی خاک کے ذرات میں سربسجود رہنے کی توفیق و سعادت عطا فرما دیجئے۔

آپ کے نوازش نامہ میں ایک اور بات تھی جس سے میں کافی upset ہوا۔ کہ غالباً میری کم عقلی کی وجہ سے (جذباتی ہو جانے سے) آپ کو کتاب کی طباعت کے بارے میں اپنا فیصلہ تبدیل

فرمانے کی زحمت ہوئی۔ میرے آقا و مولا! یہ میرا شوق تھا۔ اور ہے۔ کہ میں خدمت کرتا رہوں۔ لیکن میں یہ تو بھول ہی گیا تھا۔ ایسے میں نادانستہ طور پر میں آپ کے فیصلے سے پہلوتہی کا مرتکب ہوا۔ میرے شہنشاہِ معظم میں تو آپ کی رضا اور خوشنودی کا طلبگار ہوں۔ آپ کے فیصلوں سے سرِ موانحراف کی جسارت کا محض تصور بھی میرے لئے محال ہے۔ میرے شہنشاہ! اس بے ادبی! اس نادانستہ غلطی کیلئے ہاتھ جوڑ کر آپ کی بارگاہ سے معافی کا خواستگار و امیدوار ہوں۔ میرے مالک! فیصلے آپ کے اور سرِ تسلیم خم میرا ہوگا۔ پچھلے ڈیڑھ دو (۲) ماہ سے یہ خیال سوہانِ روح بنا ہوا ہے۔ کتاب کی کتابت، تزئین اور فائنل Layout مکمل ہو چکا ہے۔ مشین بھی ہے۔ سامان بھی ہے۔ لیکن اس 12 دو ماہ کے دوران کنپٹی میں شدید درد کی وجہ سے سکول سے آتے ہی 4 بجے بے سُدھ پڑا رہتا تھا۔ اور رات سات آٹھ بجے نمازِ عصر کیلئے بہ دِقّت اٹھ سکتا تھا۔ اب جا کر قدرے افاقہ ہوا ہے۔

میرے آقا و مالک و شہنشاہِ مکرم! اپنی تنہائیوں میں آپ سے تصور میں لپٹ لپٹ کر رونے میں ایک اعلیٰ لذت و سرشاری پاتا ہوں۔ براہِ کرم اس کیفیت کو مجھ سے دور نہ فرمایئے۔ مجھے اور کچھ نہیں درکار۔ صرف یہ کافی ہے۔ کہ میں آپ کے در پر آپ کے کھونٹے سے بندھا آپ کی غلامی کا پٹا گلے میں لئے ہوں۔ یہ اعزاز، یہ شرف، کائنات میں خوش نصیبوں کو عطا ہوتا ہے۔ کیونکہ نائبِ رسولؐ کی بارگاہ سے تعلق کروڑوں میں سے چند سو (۱۰۰) کو ہی نصیب ہوا کرتا ہے۔ اور سید الآنامؐ کا نورِ اقدس ہی سیدُ المرسلینؐ کے نائبین میں جلوہ گر ہوتا رہتا ہے۔ زہے نصیب میرے آقا و مولا۔ کہ میں اس گروہ، اس ٹولے، اس طائفہ میں شامل ہوں۔ میرے آقا و مولا! یہی کچھ ہے۔ جو احباب کو میں چیخ چیخ کر بتاتے رہنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ کہ ہم اتنے خوش بخت ہیں۔ کہ ہم اپنی اس زندگی میں ان چند لوگوں میں سے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ اور ان کے رسولؐ کا کرم ہوا کرتا ہے۔ ورنہ کروڑوں حیوانوں کی طرح وقت گزار کر چلے جاتے ہیں۔ کبھی کبھار تو میں اس طرح سے محسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ کہیں میرا خواب اور میرا وہم تو نہیں۔ کہ مجھ جیسا کمزور، بے وقعت، غلط کار اور ناکارہ انسان اس قدر انعامات سے بھی نوازا جاتا ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ میرا شہنشاہ عظیم ہے۔ اُن کی عطا، کرم اور اُن کی سخا میں کوئی کلام نہیں۔ بے یقینی اور Confusion ہوتی ہے۔ تو لینے والے کی کوتاہ دامنی اور سیاہ کاری کی وجہ سے! اور پھر اس بات پر کہ

جب شہنشاہ دستِ کرم دراز فرماتے ہیں۔تو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کس کی جھولی میں کیا ڈالا جا رہا ہے۔بے پایاں کرم کی بارش تو شہنشاہِ مکرم کی صفت ہے۔اس صفتِ جود وسخا میں میرا آقا و مولا یکتا ہے۔تو پھر اپنی کوتاہ دامنی کا خیال جھٹک کر مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہوں۔

آپ کا ارشاد شیخ صاحب کے پیسوں کی بابت سر آنکھوں پر! میں نے بشیر صاحب کے ہاتھ ہی بینک کا ڈرافت ارسال کر دیا تھا۔دراصل جب شیخ صاحب یہاں آئے تھے۔تو میں نے ان سے پوچھا تھا۔کہ اگر وہ ایک آدھ ہفتہ رک جائیں۔تو میں رقم کا بندوبست کر کے ان کے ہاتھ ہی شہناز اور بچوں کو (لاہور) پہنچا دوں تا کہ وہ ٹکٹ لیکر واپس آسکیں۔شیخ صاحب نے فرمایا تھا۔کہ ان کے پاس کافی رقم ہے۔اور وہ جا کر جتنی رقم درکار ہو گی دے دیں گے۔اور جب میرے پاس ہو گی لوٹانے کا ارشاد فرمایا تھا۔شہناز کو 20,000 روپے درکار تھے۔وہ اس نے لے لئے۔جب وہ یہاں آئی تو اس نے بتلایا۔کہ شیخ صاحب اور ان کے اہلِ خانہ بچوں سمیت برطانیہ مستقل مراجعت کا پروگرام رکھتے ہیں۔اور چار چھ ماہ میں آیا چاہتے ہیں۔اسی وجہ سے قدرے تساہل ہوا۔کہ وہ یہاں آئیں گے تو ان کو یہاں ضرورت تو پڑے گی۔تاہم الحمدللہ کہ آپ کے کرم کی بدولت اس بوجھ سے نجات ملی۔آئندہ را احتیاط!

کل رات برادرم بشیر صاحب میرے ہاں تھے۔اور پرسوں رات میں اُن کے ہاں تھا۔آج رات قاضی صاحب کے ہمراہ بابر صاحب اور صابر صاحب بھی تشریف لاویں گے۔انشاء اللہ بشیر صاحب بھی یہیں پر تشریف لاویں گے۔آج رات ذکر شہنشاہ میں وقت گزرے گا۔الحمدللہ۔

ابھی ابھی انکل عبدالخالق صاحب سے فون پر بات ہوئی۔ان سے ذکر ہوا۔تو انہوں نے خصوصی سلام کیلئے حکم دیا تھا۔ان کی طرف سے دست بستہ سلام قبول فرما دیں۔مسعود راہی صاحب۔بابر صاحب۔صابر صاحب۔صوفی نذیر صاحب۔حکیم اللہ دتہ بٹ صاحب اور دیگر احباب کی طرف سے دست بستہ سلامِ عقیدت وخلوص قبول فرمائیے۔

بلال کی صحت ان دنوں کافی اچھی ہے۔کافی شرارتیں کرتا ہے۔لیکن باتوں کے معاملہ میں بے حد کنجوسی سے کام لیتا ہے۔حروفِ تہجی کے علاوہ پہاڑے، ہندسے اور چند الفاظ لکھنے لگا ہے۔اور ڈرائینگ کافی اچھی کرتا ہے۔کسی بھی چیز کو سامنے دیکھ کر اس کو فرش، دیوار، بلیک بورڈ یا پھر کاغذ پر بنا لیتا

ہے۔اور یوں گھر کو اچھا خاصا آرٹسٹ ہاؤس بنا رکھا ہے۔بلال پر نظر کرم فرمائیے۔اور اس کا سلام قبول فرمائیے۔شاہ نواز (بڑا لڑکا) آپ کی محبت میں سرشار آپ کی خدمت میں دست بستہ سلام پیش کرتا ہے۔شاہ وقار آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے آیا ہے۔اور بہت خوش ہے۔سلام عرض کرتا ہے۔

شہناز کی عقیدت کا اپنا رنگ ہے۔اس کا دست بستہ سلام قبول فرمائیے۔بشیر صاحب اور ان کے اہلِ خانہ و بچوں کی طرف سے دست بستہ سلام قبول فرمائیے۔شہناز اور میری طرف سے اور بشیر صاحب کی طرف سے باجی انوری بیگم۔برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں السلام علیکم۔ برادران راجہ سرور صاحب۔یوسف خان صاحب۔اور دیگر احباب کی خدمت میں ہم سب کی طرف سے السلام علیکم۔

آپ کے در کا گدا گر

آپ کا اپنا

شبیر شاہین

یہ بے ربط تحریر ہے۔کسی کوتاہی کے ارتکاب کی معافی چاہتا ہوں۔

کافی دنوں بعد شرفِ باریابی حاصل ہو رہا ہے۔تاخیر کی وجہ سے شرمندہ ہوں۔اور معافی کا خواستگار!

391 عثمان آباد

چاہ ماڑیانوالہ

چنیوٹ۔ضلع جھنگ

31.7.1991

میرے محترم میرے مہربان میرے مالک!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنی لاہور بخیریت پہنچ کی اطلاع خٹک صاحب کے گھر فون کر کے دے دی تھی امیدِ واثق ہے۔کہ اس باب میں زحمت نہ ہوئی ہوگی۔برادرم عالم صاحب نے ازراہِ نوازش ہمراہی کے دوران کافی امداد فرمائی۔

دو دن لاہور رہا۔بہن، بھائی اور طاہر صاحب کے گھر والوں سے ملنا ضروری تھا۔طبیعت بھی قدرے ناسازسی رہی۔تاہم 26 تاریخ کو چنیوٹ پہنچا۔بلا کی گرمی نے نڈھال کر دیا۔اس پر مستزاد یہ کہ ملنے ملانے والوں کا تانتا سا بندھا رہا۔ان وجوہات کی بنا پر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہ ہو سکا۔ورنہ اپنا ارادہ تو یہ تھا۔کہ زیارات سے مستفیض ہوتا رہوں۔موسم،طبیعت اور فاصلہ آڑے آئے۔میں اس ''غفلت'' کیلئے معذرت خواہ ہوں۔میری یہ خواہش کہ ہر وقت اپنے قبلہ میں حاضر رہوں۔پوری نہیں کر سکا۔

اب ارادہ ہے۔کہ سب گھر والے بہن بھائی وغیرہم اور چند عزیزان وعزیزیان معہ طاہر صاحب اور شاید ان کے گھر والوں کے آپ کے در دولت پر حاضر ہوں۔براہ کرم اجازت باریابی مرحمت فرمادیں۔

پروگرام کے مطابق جمعرات بتاریخ 8 اگست رات کے وقت یہاں سے نکلیں گے۔اور جمعۃ المبارک صبح کے وقت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔اور پھر حسبِ ارشاد کچھ وقت آپ کی بارگاہ میں گزار کر شام (اسی روز) واپسی کی اجازت کے طلبگار ہوں گے۔چونکہ مقصد تو زیارتِ شہنشاہ ہے۔گو کہ آپ کو تکلیف ہوگی۔لیکن میرے محترم شہنشاہ اس ''گناہ'' کی مغفرت کیلئے دعا گو ہوں۔کہ تکلیف نہ

دینے کے مصمم ارادہ کے باوجوداور ایسا کوئی ذریعہ نہیں کہ میں اپنے اعزہ کو آپ کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کے حصول میں مدد کرسکوں۔

میری طرف سے برادرم یوسف خان صاحب۔ دیگر احباب اور باجی انوری اور عزیز الرحمٰن صاحب کیخدمت میں آداب

آپ کی نظر کرم کامحتاج

شبیر شاہین

طبیعت اور موسم کی مشکلات کے باعث ابھی فیصل آباد والے احباب سے ملاقات کا اہتمام نہیں ہوسکا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

8 Burlington Street,

Black burn,Lancs,BB26ES

Telephone (0254)670889

20.9.1991

محترم و مکرم المقام جناب قبلہ پیر صاحب دام رَحمتکَ عَلَینَا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں یہاں 30 اگست کو بخیریت پہنچ گیا تھا۔ اور برادرم بشیر صاحب ائیر پورٹ پر تشریف لائے تھے۔ میں نے متواتر تین روز تک مسلسل کوشش کی کہ خٹک صاحب کے فون پر خٹک صاحب سے رابطہ کر کے اپنی بخیریت مراجعت کی اطلاع آپ کی بارگاہ میں پہنچا سکوں۔ لیکن ان تین دنوں میں ایبٹ آباد کی لائن نہ مل سکی۔ چوتھے دن بابر صاحب کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ صابر صاحب حاضری کیلئے جانیوالے ہیں۔ تو ان کی وساطت سے میری پہنچ کا پیغام مل جائے گا۔ تو قدرے سکون ہوا۔ لیکن واپسی کے فوراً بعد شوگر کی وجہ سے طبیعت ایک ہفتہ سے زائد عرصہ تک ناساز رہی۔ اس کے بعد سعودی عرب سے ایک دوست معہ اپنی بیگم صاحبہ کے تشریف لے آئے۔ اور ساتھ ہی میرے ایک بچپن کے چنیوٹ کے دوست کی بابت بتلایا۔ کہ وہ کینسر میں مبتلا ہیں۔ اور اسی شام لندن پہنچ رہے ہیں۔ میرے پاس سوائے اس کے کہ کسی لندن کے رہائشی دوست کی مدد حاصل کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ پچھلے ہفتہ سے اس سلسلہ میں مصروفیت کے باعث آپ کی خدمت میں باریابی نہ ہو سکی۔ آپ سے میرے دوست ڈاکٹر اشرف صاحب کیلئے دست بستہ استدعا ہے۔ کہ ان کی صحت یابی کیلئے اعانت فرمادیں۔ آپ کا بے حد مشکور ہوں گا۔ اس دوست کے چند احسانات بھی مجھ پر ہیں۔

میرے آقا و مولا! میں جب سے یہاں آیا ہوں۔ حیرت و استعجاب میں ڈوبا ہوں۔ اور سب سے زیادہ تو ندامت اس بات کی ہے۔ کہ میرے حاضری کے دنوں کے دوران بارگاہِ پیرِ محترم میں حاضری کے آداب میں نادانستہ طور پر بے شمار بے ادبیاں ہوئی ہیں۔ اور میں اپنی کمزوریوں پر نہ صرف

شرمندہ ہوں بلکہ پریشان بھی ہوں۔ کہ میں چند روزہ قیام کے دوران بھی آداب پر پورا نہ اتر سکا۔ تو قابلِ ستائش ہیں۔ وہ احباب جو سالہا سال تک بارگاہ پیر میں مسلسل حاضری سے مشرف باد ہوتے رہتے ہیں۔ اور آداب کی پاسداری میں مجھ سے بدرجہا بہتر ہیں۔ آداب کی خلاف ورزیوں نے کافی روز پریشان رکھا ہے۔ میں سوائے دست بستہ معافی کی درخواست کے اور کچھ بھی تو عرض نہیں کر سکتا۔ براہِ کرم میری ان تمام کوتاہیوں کو نظر انداز فرما کر اپنے سایۂ رحمت میں گوشہ عافیت بخشے رکھئے۔ میں بے حد ممنون و مشکور ہوں گا۔ آپ کے احسانات کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ جو مجھ کم حیثیت پر ہیں۔ میں تمام احباب بالخصوص حاجی یوسف خان صاحب، راجہ سرور صاحب، میجر ایوب صاحب اور محترم عالم صاحب کا بے حد مشکور و ممنون ہوں۔ کہ انہوں نے میرے پیر صاحب کی خاطر مجھ جیسے کمزور شخص کو اس قدر عزت افزائی سے نوازا کہ میرے پاس شکریہ کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ یہ صرف اور صرف میری اور ان کی مشترکہ نسبتِ پیر کے طفیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس نسبت کو نہ صرف قائم و دائم رکھیں بلکہ اس کو استقامت عطا فرما دیں۔ میں جلد ہی میجر ایوب صاحب کی خدمت میں عریضہ ارسال کر رہا ہوں۔ ان کے اہلِ خانہ کی محبت اور ان کے خلوص سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دیں۔ محترم برادرم عالم صاحب نے جس خلوص اور جانفشانی کے ساتھ مجھے ذہنی سکون اور آرام سے نوازا ان کا بے حد مشکور ہوں۔ بڑے غریب الطبع دوست ہیں۔ انشاء اللہ ان کا پتہ مل جانے پر ان کو بھی شکریہ کا خط لکھوں گا۔ برادرم حاجی یوسف خان صاحب کے خلوص، ان کی محبت اور ان کی شفقت کا انداز منفرد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں۔ کہ ان پر ہمارے آقا و مولا کی نظر کرم ہمیشہ قائم رہے۔ آمین۔ محترم باجی انوری صاحبہ کے حسنِ سلوک اور ان کی مہمان پروری کی ہر کوئی ستائش میں رطب اللسان ہے۔ یہ سعادت تو محض ان کیلئے مختص ہے۔ اللہ ان کی اور بھائی عزیز الرحمٰن صاحب کی مشکلات جملہ کو آسان فرما دیں آمین۔ بعدہٗ برادرم محترم راجہ سرور صاحب کا اپنا انداز ہے۔ ان کے اوصاف اور پیرِ محترم کے ساتھ قرب کی سعادت کو سلام پیش کر لینا ہی بڑی سعادت ہے۔ باقی تمام احباب کے خلوص اور ان کی محبت کیلئے مشکور ہوں۔

برادرم بشیر صاحب کی صحت مجموعی طور پر ٹھیک ہے۔ اور وہ اور ان کے اہلِ خانہ راضی خوشی اور سلام عرض کرتے ہیں۔ برادرم بابر صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔ صابر صاحب واپس تشریف لے

آئے ہیں۔ان سے فون پر بات ہوگئی ہے۔لیکن تا حال ملاقات نہیں ہو سکی۔تمام احباب سلام پیش کرتے ہیں۔آج انکل خالق صاحب سے فون پر بات ہوئی تھی وہ راضی خوشی ہیں۔اور سلام عرض کرتے ہیں۔راجہ پنوں خان صاحب اور راجہ رشید صاحب اطلاع دینے پر تشریف لائے تھے۔آپ کا نوازش نامہ معہ دوائی کے پیکٹ کے ان کے حوالے کر دیا تھا۔اور لندن والا خط آتے ہی پوسٹ کر دیا تھا۔مسعود شیخ صاحب سے ملاقات اور فون پر رابطہ رہتا ہے۔وہ سلام عرض کرتے ہیں۔میری بیگم (شہناز) اور بچوں کی طرف سے ہدیہ سلام قبول فرمادیں۔بلال کی صحت ٹھیک ہے۔اس کیلئے التجائے دعا ہے۔میری طرف سے تمام احباب کو السلام علیکم قبول ہو۔

فقط والسلام

آپ کے قدموں کی خاک کا ذرّہ

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

8 Burlington Street,

Black burn,Lancs,BB26ES

Telephone (0254)670889

۱۲۹کتوبر۱۹۹۱ء

محترم المقام قبلہ پیر صاحب دام رَحۡمتِکَ علَیۡنَا!

السَّلام عَلیکُم ورحمة اللّٰہِ و بر کاتہٗ

اس سے قبل میں نے ایک عریضہ آپ کی بارگاہِ اقدس میں ارسال کیا تھا۔ انہی دنوں برادرم محترم میجر ایوب صاحب کو بھی ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔ لیکن شاید محکمہ ڈاک کی میرے ساتھ روایتی روش کی بدولت ہر دو (۲) عریضے منازلِ مقصود تک نہیں پہنچ پائے۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ کسی طرف سے بھی ایسا اشارہ تک نہ ملا۔ کہ وہ عریضے منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ یا کہ نہیں۔ تاہم برادرم بشیر صاحب اور برادرم شیخ صاحب کی وساطت سے آپ کی طبیعت کے بارے میں تفصیلی خبریں پہنچتی رہی ہیں۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ آپ کی خیریت کی اطلاع مل جاتی ہے۔ اس سے پہلے کے عریضہ میں میں نے خط کی تاخیر کی وجوہ بیان کی تھیں۔ جن میں سے فون کا متواتر نہ ملنا۔ طبیعت کی خرابی اور بعد ازاں ایک دیرینہ دوست کی کینسر کے علاج کے سلسلہ میں برطانیہ آمد اور اس دوران میری طبیعت میں مسلسل مدّ و جزر!

میں آپ کے بے پایاں کرم کا ذکر شایانِ شان طریق سے تو کر ہی نہیں سکتا۔ کہ میری زندگی کا ہر سانس بلکہ دل کی ہر دھڑکن آپ کے احسان و کرم سے مزین ہے۔ خوش بختی تو یہ تھی۔ کہ مجھے آپ کی بارگاہ میں ظاہری طور پر چند روز گزارنے کا موقع ملا۔ لیکن اندر ہی اندر آداب میں کوتاہی اور نابلدی کی بدولت جو لغزشیں سرزد ہوئیں۔ وہ کبھی کبھی سوہانِ روح اور وبال کی صورت ہو کر پیش آتی رہتی ہیں۔

میرے آقا و شہنشاہ! میرے لئے یہی سعادت کیا کم ہے۔ کہ میرے گلے میں آپ کی غلامی کا پٹا ہے۔ اور میری پہچان کی یہی صورت ہے۔ کہ دنیا میں احباب مجھے اِسی غلامی کی نسبت سے جاننے

لگے ہیں۔ میں آپ کے اس احسان کا زیر بار ہوں۔ استدعا ہے۔ کہ مجھے غلامی کا یہ شرف ''ہمیشہ'' کیلئے بخش دیجئے۔

مجھے انتہائی شرمندگی ہوئی کہ مکان کے بارے میں برادرم یوسف صاحب سے سرسری ذکر کی بدولت آپ کو زحمت ہوئی۔ دراصل طاہر صاحب کے چھوٹے بھائی کے ایک جاننے والے نے یہ مکان بیچنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے مجھے ذکر کیا میں نے بھائی یوسف صاحب کو محض وقت کی قلت کی وجہ سے تفصیل معلوم کرنے کی تکلیف دی۔ اگر وہ جگہ و مکان مناسب ہوتے تو اپنے ہی لئے خریدنے کا ارادہ تھا۔ لیکن آپ کی طرف سے آمدہ اطلاعات کی روشنی میں میں نے اس سودے کا ارادہ ہی ترک کر دیا تھا۔ میں معافی کا خواستگار ہوں۔ کہ آپ کو اور برادرم یوسف صاحب کو زحمت اٹھانا پڑی۔ آئندہ کیلئے۔ بے حد سوچ سمجھ کر ایسا قدم اٹھاؤں گا تا کہ آپ کو یا دیگر احباب کو میری طرف سے ایسی کوئی تکلیف نہ ہو۔

میں نے برادرم میجر ایوب صاحب سے استدعا کی تھی۔ کہ محترم برادرم عالم صاحب کا میر پور کا پتہ ارسال فرما دیں۔ تا کہ میں ان کے خلوص ان کی محبت اور ان کی مہربانی کا شکریہ ادا کر سکوں۔ پاکستان قیام کے دوران میں نے متعدد بار ان سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ لیکن ہر بار ناکامی ہوئی۔ انہوں نے جس طریقہ سے مجھ پر احسان کیا میں ان کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔ اور کبھی کبھار سوچتا ہوں۔ کہ انکے اس خلوص کے بدلے میں میں ان کو کس طرح سے اپنی احسان مندی کا قائل کر سکتا ہوں۔ بارگاہِ شہنشاہ یہی دعا ہے۔ کہ ان کو اعلیٰ مراتب اور مقامات عطا ہوں۔ اور وہ دو جہانوں میں سرخرو ہوں۔ آمین

برادرم یوسف خان صاحب نے جس محبت اور خلوص کے ساتھ مجھے شرفِ ملاقات بخشا۔ میں ان کے مقام و عمر اور شخصیت کے پیشِ نظر سلامِ خلوص ہی پیش کر سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے شہنشاہ کی مصاحبت کا جو شرف عطا فرمایا ہے۔ اس کے وہ مستحق بھی ہیں۔ اور مبارک باد کے بھی حقدار کہ ان کی خدمات کو تازہ بہ تازہ روزانہ شرفِ قبولیت کی سند ملتی رہتی ہے۔ ورنہ مجھ جیسے کوتاہ بین و کوتاہ منش کو چھ سال بعد صرف چند روزہ صحبت میسر آئی تو صحبتِ پیر کے آداب سے قطعی نابلد پایا گیا۔ ان دنوں کی یاد سے کبھی کبھی میں تھرا اٹھتا ہوں۔ اور بے ساختہ ہاتھ اٹھ جاتے ہیں۔ کہ یا میرے مالک و آقا۔ میری ان

کوتاہیوں کو درگزر فرمادیں۔ ورنہ میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔

آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا۔ کہ باجی صاحبہ کی بیٹی کی شادی خانہ آبادی بخیر وخوبی سرانجام پا گئی ہے۔ میری طرف سے اور شہناز کی طرف سے ان کو بہت بہت مبارک پیش ہو۔ اللہ تعالیٰ عزیزہ کا مقدر بہترین بنائیں۔ اور اس کا دامن ہر قسم کی خوشیوں سے بھر دیں آمین۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ میں اور شہناز بھی اس مبارک موقع پر موجود ہوتے۔

پچھلی دفعہ بیگم شیخ صاحبہ کے ہاتھ بیلا ڈونا اور کینتھریں بھیجنا بھول گیا تھا۔ دونوں دوائیں۔ اب کے تھوڑی طاقت کی ارسالِ خدمت ہیں۔ تاکہ حسبِ ضرورت کھائی جاسکیں۔ پہلی والی دوائی کی طاقت 200 تھی جو کہ چوبیس گھنٹوں کے دوران صرف دو گولیوں کی خوراک مکمل ہے۔ اس 6c کی طاقت کی مکمل خوراک دو (۲) گولیاں دن میں برابر کے وقفوں کے ساتھ کل تین مرتبہ لی جاتی ہیں۔ یعنی کل 6 گولیاں۔ البتہ اگر دو یا چار کے بعد ضرورت نہ ہو۔ تو مزید نہ استعمال فرمادیں (ویسے بڑی طاقت کی دوائی ابھی ملی نہیں تھی)۔

آپ کے ارشادات کونٹری کے راستے بھی مرحمت ہوئے۔ جو کہ کتابوں سے اکٹھی کی گئی رقم کے سلسلہ میں تھے۔ میرے آقا و شہنشاہ۔ یہ جو کچھ میں یا میرے اہلِ خانہ کھا رہے ہیں۔ وہ سب بھی تو آپ ہی کا عطا کردہ رزق ہے۔ پھر اگر وہاں چند روپے جمع ہو گئے ہیں۔ تو وہ بھی تو آپ ہی کے ہیں۔ براہ کرم جیسے آپ مناسب خیال فرمادیں ان کا مصرف فرمادیں۔ میری صحت آپ کے کرم کے طفیل ٹھیک ٹھاک ہے۔

میری طرف سے راجہ سرور صاحب۔ حاجی یوسف خان صاحب۔ عالم صاحب۔ میجر ایوب صاحب۔ برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور دیگر تمام احباب کی خدمت میں سلامِ خلوص قبول ہو۔

کسی بھی کارِ لائق کیلئے حکم کا منتظر

آپ کی نظر کرم کا محتاج

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

21.12.91

محترم ومعزز قبلہ مرشدی دام رَحۡمتکَ عَلَیۡنَا!

اَلسَّلام عَلیکُم ورحمة اللّٰہِ و برکاتُہٗ

کافی دنوں سے طبیعت اچاٹ تھی۔اسی ادھیڑ بن میں کہ آپ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ ارسال کرسکوں۔دراصل کافی دنوں سے شدید درد میں مبتلا رہا۔تو باوجود ارادے کے ایسا کرنے سے قاصر رہا۔برادرم بشیر صاحب سے بھی خیر وعافیت معلوم ہوئی۔لیکن دل بے حد اداس رہا۔پرسوں برادرم محترم محمد ایوب (میجر صاحب) کو فون کیا۔معلوم ہوا۔کہ آپ کی طبیعت مبارک علیل ہے۔بے حد پریشانی ہوئی۔دِل چاہ رہا ہے۔ کہ آپ کی بارگاہ میں پہنچ سکوں۔ لیکن اپنی بے بساطی کا یہ عالم کہ وہاں حاضر ہوا تو بھی آپ کی مصروفیت میں اضافہ کا باعث ہی بنا۔اور پھر بیمار ہونے کی وجہ سے آپ کی خدمت کرنے کی بھی ہمت وتوفیق نہیں رہی۔میں پچھلے ایک ماہ سے رخصت لیکر گھر پر ہی پڑا ہوں۔پچھلے ہفتے ہسپتال میں گیا۔تو اب جا کر ان کو معلوم ہوا کہ میرا Central Nervous System شدید متاثر ہے۔ابھی وہ مزید ٹیسٹ کررہے ہیں۔جوں ہی ان لوگوں کے پنجے سے نجات ملی۔بارگاہ آقا میں حاضری کا ارادہ کررکھا ہے۔باقی اس کا پورا ہونا تو میرے مالک وآقا ہی کے ہاتھ میں ہے۔

آپ کی صحت وعلالت کی خبر سے پریشان ہوا اور لکھنے بیٹھا۔تو سارا اپنے بارے میں ہی لکھ دیا۔میرے آقا ومولا! براہِ کرم کسی اچھے ڈاکٹر سے چیک اپ کروائیں۔اور علاج پر ذرا توجہ فرمایئے۔کہ آپ کے سایہ عاطفت ورحمت میں کائنات کے کروڑوں کی عاقبت کی فلاح کا سامان ہے۔جواُن (ہم) سب ناداروں کو عطا فرمایئے۔اور فرماتے رہیئے۔اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ کس کے قریب ہیں۔میں دعا کیا کروں اور تجویز کیا دے سکتا ہوں۔پھر بھی یہ ”شیوہ فرسودۂ ابنائے روزگار ہے“۔(غالب کے بقول) کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے رکھیں۔آمین

برادرم بشیر صاحب کی وساطت سے 10,000 روپے موصول ہوئے۔ان سے زیادہ

تفصیل سے ابھی بات نہ ہوسکی۔ کہ جب بھی مل بیٹھے دیگر احباب کے ہمراہ ہی تھے۔ چند ہفتے قبل آپ کے سابقہ دورہ کسگمہ کے دوران راجہ حسن خان صاحب نے ہلکا ساذکر اس رقم کے شہزادہ صاحب سے مل جانے کا کیا تھا۔ میں نے یہ ہی عرض کیا تھا۔ کہ اول تو شہزادہ صاحب کے مالی حالات کے پیش نظر ان سے نہ لئے جاتے تو بہتر تھا۔ تاہم اگر مل بھی گئے ہیں۔ تو وہ پیر صاحب قبلہ جس مد میں بھی خرچ فرمانا چاہیں۔ فرمادیں۔ کہ ''جو کچھ میں اور میرے اہلِ خانہ یہاں پر بیٹھے کھا رہے ہیں۔ وہ بھی میرے پیر صاحب کا ہی عطا کیا ہوا ہے۔ لہٰذا اس مال کو اپنی مرضی سے خرچ فرمادیں''۔ راجہ حسن صاحب نے وعدہ کیا تھا۔ کہ دوسرے روز ہی وہ فون پر یہ عرض کردیں گے۔ اب لگا۔ کہ انہوں نے اس کے بعد فون ہی نہ کیا۔ پیسے آجانے کے بعد ان کو بابر صاحب کے ذریعہ واپس ارسال کرنے کا حوصلہ نہ پڑا۔ کہ یہ بے ادبی ہوگی۔ کہ آپ کی بارگاہ میں ایسے واپس بھیج دیتا۔ تاہم اس سلسلہ میں جو بھی ہوا۔ وہ سب میرے آقا و مولا کی مرضی سے ہوا۔ اس معاملہ کو اگر یہاں پر ہی ختم سمجھا جائے تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ اگر میری ان سطور میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی ہوئی ہو تو براہِ کرم معاف فرمادیں۔ کہ میں بے حد سیدھا سا آدمی ہوں۔ آپ کے کرم نے مجھے حوصلہ عطا فرمایا۔

میری طرف سے اور شہناز کی طرف سے السلام علیکم قبول فرمائیے۔ باجی انوری صاحبہ اور برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے بچوں کو السلام علیکم۔ ہمارے بچوں شاہ نواز۔ شاہ وقار اور بلال کا مودبانہ سلام قبول فرمادیں۔ برادرم یوسف صاحب۔ راجہ سرور صاحب میجر ایوب صاحب راجہ ذوالقرنین صاحب برادرم عالم صاحب اور دیگر تمام بہنوں بھائیوں کی خدمت میں سلامِ خلوص قبول ہو۔ یہاں پر تمام احباب فرداً فرداً سلام عرض کرتے ہیں۔ رات بابر صاحب اور صابر صاحب یہاں پر ہی تشریف فرما تھے۔ ان دونوں کا سلام قبول فرمادیں۔ برادرم بشیر صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کا سلام قبول فرمادیں۔

آپ کی رحمت کے سایہ کا طلبگار

آپ کا احقر

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

بلیک برن

۶ مارچ ۱۹۹۲ء

میرے محترم شہنشاہ و آقا مولائی و مرشدی

جناب قبلہ پیر صاحب دام رحمتک علینا

اَلسَّلامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آج کافی مدت کے بعد میں شرفِ باریابی کے قابل ہو سکا ہوں۔ گو آپ کی صحت و تندرستی کی بابت ہر مقدور ذریعہ استعمال کرتا رہا کہ جس سے آپ کی خیر و عافیت کی بابت معلوم ہوتا رہے۔ کہ میری ذہنی حالت کے مد و جزر کا انحصار آپ کی صحت کے اتار چڑھاؤ سے منسلک رہتا ہے۔ اور ناسازیٔ طبع کی خبر سے دل گیر رہتا ہوں۔ جب آپ کی خیریت کی اطلاع حوصلہ افزا ہو تو دل بارگاہِ خداوندی میں تشکر کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ میرے آقا و مولا میں ایبٹ آباد حاضری کے دوران آداب پورے کرنے سے تو قاصر رہا۔ ان چار پانچ ماہ کے دوران آداب میں کوتاہی میرے لئے سوہانِ روح بنی رہی ہے۔ خصوصاً خط لکھنے کے باوجود میری اور میرے اعزہ و اقارب کی آمد کی اطلاع آپ کی خدمت میں نہ پہنچ پانے کی بدولت آپ کو تردّد اور تکلیف پہنچنے پر بے حد آزردہ رہتا ہوں۔ اور محکمہ ڈاک کی میرے ساتھ روایتی بددیانتی کا بھی شاکی رہتا ہوں۔ پھر اس کو مشیتِ ایزدی جان کر صبر کرتا ہوں۔

میرے آقا و مولا! میں دو (۲) تین ہفتہ قبل ہسپتال سے فارغ ہو کر گھر آیا ہوں۔ دراصل ہمہ وقت کا بازوؤں اور گردن میں درد، سارا دن نیند (اور غنودگی) کا غلبہ اور ذہنی الجھاؤ آج تک خط نہ لکھ سکنے کا باعث بنے رہے۔ اب آپ کی نظرِ کرم کے طفیل قدرے افاقہ ہوا۔ تو پہلی فرصت میں یہ عریضہ ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ اسکے بعد ہی گھر اور سسرال والوں کو واپسی کے بعد پہلا پہلا خط لکھنے کا ارادہ ہے۔

میرے آقا و شہنشاہ! آپ کے کرم کے طفیل ہی میں زندہ ہوں۔ اور اس نظرِ کرم کے طفیل جو سرشاری عطا ہوتی ہے۔ اس کے سہارے دن رات گزر جاتے ہیں۔ زندگی کی تلخیاں بھی بے پایاں کرم کے سمندر میں ڈوب جاتی ہیں۔ اور محض اور محض آپ کی رحمت کے آسرے اور سائے تلے اپنی زندگی کے

دن گزار رہا ہوں۔ کبھی کبھار کسی طرف سے اگر تکلیف بھی آئے تو اس کو اس لئے جھٹک دیتا ہوں۔ کہ مجھے میرے آقا و مالک کا سہارا میسر ہے۔ میں کسی طور شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔

تین چار روز قبل برادرم بشیر صاحب کے ہاں میں گیا تھا۔ جو کہ صرف طبیعت میں افاقہ کی صورت میں ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ کل رات وہ تشریف لائے تھے۔ عرس مبارک کا انتظام زیرِ غور رہا۔ تا کہ سامان کی خریداری کا اہتمام کیا جا سکے۔ عرس مبارک 15 مارچ کو کرنے کا ارادہ ہے۔ برادرم بشیر صاحب کا خیال تھا۔ کہ ہم اسی تاریخ پر ہی رکھیں۔ تو ٹھیک ہے۔ بسم اللہ اسی روز ہی کر دینگے۔ انشاء اللہ

محترم برادرم میجر ایوب صاحب کی وساطت سے "فتنہ مرزائیت" بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ قبل ازیں برادرم بابر رضا صاحب کی وساطت سے تاریخِ سیاستِ اسلامی اور صراطِ مستقیم کا پہلا حصہ بھی مرحمت ہوئے۔ نیز پاکستان کا مطلب کیا؟ بھی موصول ہوا۔ میں نے ان میں سے بیشتر کا مطالعہ کیا ہے۔ اور کچھ جاری ہے۔ اِملا کی اغلاط بھی ساتھ ساتھ ٹھیک کر رہا ہوں۔ ہم سب احباب نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ کتابت کیلئے کمپیوٹر کا پروگرام ایسا بنوائیں۔ جیسا کہ منازلِ فقر کا ہے۔ انشاء اللہ وہ مارچ کے اواخر یا اپریل کے شروع میں تیار ہو کر مل جائے گا۔ برادرم عثمان صاحب کا پریس کافی ترقی پذیر ہے۔ اور انشاء اللہ چھپائی سے متعلقہ کافی سہولتیں میسر ہیں۔ بس کمپیوٹر کے پروگرام کے آنے کا انتظار ہے۔

برادرم بابر رضا صاحب اس سلسلہ میں تمام مراحل پر رابطہ قائم کئے رہتے ہیں۔ اور ان کی محبت اور خلوص قابلِ ستائش ہے۔ وہ ان تمام پروگراموں میں معہ صابر رضا صاحب کے پورے طور پر تعاون کرتے ہیں۔ محترم انکل خالق صاحب سے اکثر فون پر رابطہ رہتا ہے۔ ان کی محبت اور تعاون بھی بے حد قابلِ ستائش ہے۔ پرسٹن سے آفتاب صاحب کافی ممد رہتے ہیں۔ اسی طرح نیلسن سے نذیر صاحب، شبیر صاحب، حاجی رفیق صاحب کا بے حد تعاون ملتا رہتا ہے۔ ایک عزیز آصف اقبال بٹ ابھی پاکستان سے واپس آئے ہیں۔ جنہوں نے پچھلے ماہ بذریعہ خٹک صاحب فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔ لیکن شدید علالت اور سخت دشوار موسم کی وجہ سے حاضری نہ دے سکے۔ وہ بھی ہر لحہ ہر طرح کا تعاون کرتے ہیں۔ باقی محترم شیخ مسعود صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے دلوں میں آپ کی بے پناہ محبت چھلک چھلک پڑتی ہے۔ اور اس سرشاری میں وہ ہمہ تن سلسلہ کی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ مسعود

راہی صاحب بھی کافی مدد کرتے رہتے ہیں۔ان کے علاوہ دیگر بے شمار احباب ہیں۔جو سلسلہ کے کرم اور آپ کی مہربانی کے زیر بار اور احسان مند ہیں۔اور بوقتِ ضرورت پورا تعاون کرتے ہیں۔آپ کے کرم سے ایک خوبصورت ٹیم کا وجود میں آنا ہم سب کیلئے باعثِ طمانیت ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب بھائیوں کو آپ کے درِ دولت کی چوکھٹ سے ہمیشہ منسوب رہنے کی توفیق عطا فرمادیں۔آمین

محترم قبلہ راجہ بشیر صاحب (لیوٹن والے) اس سال دس بارہ احباب کے ہمراہ وہیں پر عرس مبارک کا اہتمام کر رہے ہیں۔چونکہ وہ بلیک برن سے کافی دور ہیں۔اور ان کی صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ہمارے (بشیر صاحب اور میرے) خیال میں ان کے اس شوق میں آسانی میسر ہونا بہتر تھا۔ برادرم میجر ایوب صاحب اور ان کے اہلِ خانہ اور بالخصوص انوار کو السلام علیکم۔باجی انوری صاحبہ اور برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کو السلام علیکم برادرم محترم حاجی یوسف خان صاحب کی خدمت میں خصوصی السلام علیکم۔راجہ سرور صاحب محترم کی خدمت میں السلام علیکم۔دیگر کالاڈب اور فتح جنگ والے اور گوجر خان والے تمام احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔محترم برادرم عالم صاحب کیخدمت میں السلام علیکم۔

آپ کی نظرِ کرم کا محتاج

شبیر شاہین۔

شہناز (میری بیگم) اور بچوں کی طرف سے دست بستہ آداب والسلام علیکم۔برادرم بابر رضا صاحب کا خصوصی سلام و آداب قبول فرمادیں۔برادرم بشیر صاحب کی طرف سے السلام علیکم دیگر تمام احباب کی طرف سے دست بستہ سلام خلوص قبول فرمائیے۔انکل خالق صاحب کا خصوصی سلام عرض ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۱۲ مئی ۱۹۹۲ء

میرے انتہائی محترم قبلہ پیر صاحب دام رَحمتِکَ عَلَینا!

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

آپ کا ایک نوازش نامہ جو کہ آپ نے ۱۸ اپریل کو ارسال فرمایا تھا۔ وہ مجھے ۲۵ اپریل کو ملا۔ آپ نے اپنی خرابی طبع کی تفصیل درج فرمائی تھی۔ اس کے پیش نظر بے حد کوفت ہوئی۔ اور اضطراری کیفیات میں مبتلا رہا۔ اسی دوران بابر صاحب نے عندیہ ظاہر کیا کہ وہ فون کر کے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح برادرم یوسف خان صاحب کے ذریعہ خیریت کی اطلاع ملی۔ اور پھر گزشتہ ہفتہ کے روز (9.5.92) میری براہِ راست بات بھائی یوسف صاحب سے فون پر ہوئی۔ تو قدرے اطمینان ہوا۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا۔ کہ آپ کی بارگاہ میں ایک مفصل عریضہ ارسال خدمت کروں۔ کہ آج صبح کی ڈاک سے آپ کا ۶ مئی کا ارسال فرمایا ہوا نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ آپ کے ارشادات متعلقہ احباب و ہمشیرہ تک پہنچانے کے بعد یہ عریضہ لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ آپ نے اپنی کیفیت اور بیماری کی جو تفصیل بھی عطا فرمائی ہے۔ اس میں میں جسارت تو نہیں کرسکتا کہ اپنی رائے کا اظہار کروں۔ لیکن میرے آقا میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ کہ ان تفصیلات میں پڑ کر کھل کر تبصرہ کروں۔ دراصل میں پچھلے ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ سے جس عارضہ میں مبتلا ہوں اسکی ایک ایک جزاور ایک ایک نکتہ آپکی کیفیت سے نہ صرف مماثلت رکھتا ہے۔ بلکہ عین منطبق ہے۔ یہاں کے ڈاکٹروں (جن میں ۲ چوٹی کے کنسلٹنٹ ہیں) اور مشینوں کے ذریعہ تفتیش و تشخیص کے علاوہ میری اپنی تجزیاتی اور تجرباتی رائے تھی جو میں نے اس سے قبل عریضہ میں عرض کی تھی۔ اور ادویات ارسالِ خدمت کرتے وقت میری اپنی پوری کیفیت پیش نظر تھی۔

میں بعینہٖ اسی طرح متواتر تین چار ماہ رات کو لیٹ نہ سکتا تھا۔ کہ دم گھٹتا بلکہ سانس بند ہو جاتا تھا۔ لامحالہ تین تین چار چار تکیوں پہ تکیہ کر کر کے محض چند ساعتوں کیلئے اونگھ لیتا تھا۔ کھانسی اور بلغم بے تحاشا تھی۔ بازوؤں میں درد شدید ہونے لگا تھا۔ بلکہ بازوؤں کو کندھے کے برابر اٹھانا محال ہوتا تھا۔

سردی بہت لگتی تھی۔(اور لگتی ہے)۔جب ہسپتال داخل ہوا۔تو انہوں نے یہ خبر سنائی کہ دل جزوی طور پر فیل ہوا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔دل کے ۴ خانوں میں سے ایک خانہ بنام Left Verticle ہوتا ہے۔جس کا کام خون کو جسم میں Pump کرنا ہوتا ہے۔اس پمپ کا کام جب ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔تو خون کے دوران کی ایک تو مقدار کم پمپ ہو پاتی ہے۔جس سے جسم کی خون کی ضرورت پوری کرنے کیلئے دل کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔جس کا مطلب دھڑکنوں میں بے تحاشا اضافہ (یعنی 70/72 دھڑکنین فی منٹ کی بجائے 100/102) بدیں وجہ دل کمزور ہوتا جاتا ہے۔اور پھر اس کمزوری کے عالم میں ہر دسویں یا پندرھویں یا ساٹھویں یا سترویں دھڑکن کو Miss کرنا شروع کر دیتا ہے۔اس کا انحصار دل کی کمزوری کی نوعیت پر ہے۔اور پھر جب خون کے دوران کی رفتار کم ہو جائے۔تو خون کے سرخ و سپید ذرات سے پانی الگ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔جو کہ صفائی کے لئے پھیپھڑوں میں جاتا ہے۔ تو پھیپھڑوں کی جھلی (Membrane) جو کہ ایک چھاننی کا کام کرنے لگ جاتی ہے۔تو اس میں سے پانی چھن کر پھیپھڑوں کے اندر جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔جس سے لیٹنے پر وہ پانی سانس کی نالی کی طرف آتا ہے۔جس سے سانس ایسے ہی بند ہو جاتی ہے۔جیسے کہ ڈوبنے کی سی کیفیت ہوتی ہے۔یعنی ڈوبنے والا انسان سانس کے ذریعہ پانی سانس کی نالی میں کھینچتا ہے۔جس سے کہ وہ سانس نہیں لے سکتا اور یوں ڈوب جاتا ہے۔اور موت واقع ہوتی ہے۔اور پھر اس پانی کے جمع ہونے کی وجہ سے پھیپھڑوں میں Infection ہو جاتی ہے۔جس سے کھانسی اور بلغم آتی ہے۔اور کھانسی تو اس قدر کہ انسان روہانسا ہو جاتا ہے۔چہرے پر سیاہ چھائیاں پڑ جاتی ہیں۔یہ پانی دل کے اندر ہرگز ہرگز نہیں رہ سکتا۔دل کی اس کیفیت کو جزوی طور پر فیل ہونا کہا جاتا ہے۔اور اس کا ڈاکٹری نام L.V.F یعنی Left Ventricle Failure ہے۔اس طرح سے پھیپھڑوں میں پانی جمع ہوتا ہے۔جس سے سانس بند ہوتی ہے۔سانس کا تعلق پھیپھڑوں سے ہے۔دل سے نہیں۔اگر کسی بزرگ ڈاکٹر نے دل کے اندر اجتماع آب کی خبر دی ہے۔تو قبلہ وہ درست نہیں ہے۔

اب اس ساری کیفیت کی وجہ یا ممکنہ وجوہات کیا ہو سکتی ہیں۔اول تو یہ کہ اگر معدہ کا نظام درست نہیں۔تو اس سے خوراک کے اندر رطوبتوں کی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔اور جب یہ خوراک کے جُوس

جگر میں سے ہوتے ہوئے دل کی طرف جاتے ہیں۔تو جگر میں جانے والے خون کے اندر زائد مادوں کی وجہ اس کی Thickness زیادہ ہوتی ہے۔جس سے کہ جگر کا کام متاثر ہوتا ہے۔جگر اس خون کو پتلا نہیں کر سکتا اور جب یہ گاڑھا خون دل کے Pump میں داخل ہوتا ہے۔تو دل کو ضرورت سے زیادہ گاڑھے خون سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔اور یوں دل کا کام سخت سے سخت تر ہوتا چلا جاتا ہے۔اور دس پندرہ سالوں کے بعد دل کے پٹھے (Muscles) کمزور پڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔جگر کے نظام میں خرابی کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوراک میں سے فولاد کے ذرات کو جذب (Absorb) کر کے خون میں شامل نہیں کر سکتا۔اور فولاد کے ذرات میں کمی کا مطلب تمام عصبی نظام بشمول دل کے اعصاب یعنی پٹھے فولاد کے پورے ذرات حاصل نہیں کر پاتے۔انہی فولاد کے ذرات کے ذریعہ پورے جسم اور دل و دماغ کو آکسیجن پہنچتی ہے۔اور یوں پورا جسم ،دماغ اور دل کمزور پڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ٹانگوں اور بازوؤں میں درد اسی آکسیجن کی کمی (بوجہ فولاد کی کمی کے) کی بدولت ہوتا ہے۔کھڑے ہونا دوبھر ہوتا ہے۔ٹانگیں بے جان ہوتی ہیں۔بازو شل ہو جاتے ہیں۔اسی فولاد کی کمی کی وجہ سے نظامِ ہضم (معدہ، جگر، تلی، انتڑیاں وغیرہ) تہ و بالا ہو جاتا ہے۔لہٰذا اس صورت حال کا سد باب دو تین طریقوں سے ہی ممکن ہے۔

(۱) سب سے پہلے تو پھیپھڑوں کے اندر موجود پانی نکالا جائے۔جو کہ یا تو نالی ڈال کر یا پھر Diuretics یعنی پیشاب آور ادویات سے کیا جاتا ہے۔جو Diuretic آپ کو ارسال خدمت کی تھی اس کا نام ہے۔Frusemide 40mg یہ آپ صبح دو (۲) گولیاں اور شام چار بجے دو (۲) گولیاں استعمال فرمادیں۔اس پانی کی وجہ سے Infection کو کسی Antibiotic سے ہی ساتھ ہی ساتھ دور کرنا ضروری ہے۔ایسی بہترین دوائی Amoxil 500mg ہے۔

(۲) دوسرا علاج جو پہلے کے ساتھ ہی شروع ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے۔کہ دل کے Pumping والے خانہ (.L.V) کو اس کے فعل میں مدد دی جائے۔اس کیلئے Capoten کے قبیل کی بہتر دوائی Captoprill ہے۔یہ 12.5 mg کی ہے۔جو کہ 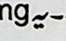 شکل کی ہے۔درمیان میں لکیر کا مطلب ہے۔کہ اگر آدھی (6.25 mg) لینا ہو تو اس کو وہاں سے توڑا جائے۔

(۳) تیسرا علاج اسی طرح شروع ہونا ضروری ہے۔ کہ جس سے فولاد کے ذرات کی کمی پوری ہوتا کہ ایک تو دل کے پٹھوں کو آکسیجن ملے اور تقویت پکڑیں۔ اور دوسری طرف پورے جسم میں حسب ضرورت آکسیجن پہنچ پائے تا کہ جسم اور دماغ کمزور نہ ہونے پائیں۔ جسم میں فولاد کی کمی کی وجہ سے آکسیجن کم پہنچ پاتی ہے۔ اور دل کی کمزوری کی وجہ سے دورانِ خون پورا نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی سی گرمی سے شدید ناقابلِ برداشت گرمی لگتی ہے۔ اور سردی ہونے کی وجہ سے شدید سردی لگتی ہے۔ گرمی کی شدت کا بلڈ پریشر سے زیادہ تعلق نہیں۔ بلکہ جسم میں کم خون ہونے کی وجہ سے اور کم آکسیجن ہونے کی وجہ سے دھوپ یا گرمی تھوڑے خون کو جلد گرم کر لیتی ہے۔ اور یوں زیادہ گرمی / سردی لگتی ہے۔

خون میں فولاد کی کمی دور کرنے کیلئے میں نے Ferrograd ارسالِ خدمت کی تھی۔ اس سے ابتدائی طور پر اگر گلا خشک ہوتا ہے۔ تو براہِ کرم تھوڑا سا دودھ کا زیادہ استعمال فرمائیں۔ کچھ ہفتوں کے بعد انشاء اللہ یہ گلا خشک نہیں کرے گا۔ میں خود استعمال کر رہا ہوں۔ اگر آپ پھر بھی مناسب خیال فرمادیں کہ فولاد کی کوئی اور دوائی لینا ضروری ہے۔ تو وہاں سے Sytron Syrup ملتا ہے۔ جو دن میں تین چمچے لینا ہیں۔ لیکن اس سے ذرا اسہال نما شکایت ہوسکتی ہے۔ یا پھر ڈاکٹر سے کسی اور فولاد کی دوائی کا نام لیکر ارسال فرمادیں ویسے Ferrograd بہترین دوائی ہے۔ جس میں سے فولاد آہستہ آہستہ جسم میں منتقل ہوتا ہے۔ اس کو Sustained Release کہا جاتا ہے۔ اس کی ہر گولی کے ذریعہ 120 mg فولاد جسم کو ملتا ہے۔ جو کہ کسی بھی ایسی دوائی میں سب سے زیادہ مقدار ہے۔

ان تینوں دواؤں کو مسلسل اور متواتر ایک خاصے عرصہ تک استعمال کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ تکلیف کم و بیش دس یا پندرہ سال سے آہستہ آہستہ سرایت کرتی چلی آرہی ہے۔ (میرے بازو میں درد کی وجہ سے خط بگڑ رہا ہے۔ اس کیلئے معذرت خواہ ہوں)۔ عام کہاوت ہے۔ کہ بیماری گھوڑے کی رفتار سے در آتی ہے۔ اور چیونٹی کی رفتار سے جاتی ہے۔ تاہم اس نسبت سے تو علاج کا وقت درکار نہیں۔ تاہم دو تین سال تک متواتر اس کو استعمال کرنا پڑے گا۔ فولاد کی گولیاں تو بے ضرر ہیں۔ ان کو تو لمبا عرصہ بھی استعمال کرنے میں حرج نہیں۔ البتہ پھیپھڑوں میں سے پانی نکل جانے کی صورت میں Frusemide کی گولیوں کی روزانہ تعداد میں کمی کی جاسکتی ہے۔

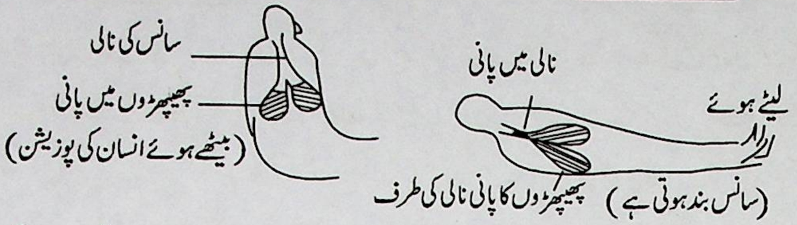

میرے آقا و مولا۔ میری اس قدر تو جسارت نہیں۔ کہ میں آپ کو اتنا بڑا مضمون لکھ ڈالتا۔ لیکن آپ کی تکلیف کا یہ ردعمل ہے۔ کہ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تڑپ اٹھا۔ اور اتنی بڑی جسارت کر بیٹھا۔ میرے مالک آپ کی طبع کے اتار چڑھاؤ سے ہی میری زندگی کا اتار چڑھاؤ ہے۔ اور جب میں عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ ادویات کا استعمال فرما دیں تو وہ دراصل میں اپنی صحت کی خاطر آپ سے عرض کرتا ہوں۔ اب اس ضمن میں ادویات کا کبھی کبھی نہیں بلکہ کچھ عرصہ تک مسلسل استعمال ضروری ہے۔ فولاد کے استعمال سے معدہ کی اصلاح ہو گی۔ اگر کسی یونانی علاج سے اصلاحِ معدہ کا معاملہ ٹھیک ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ آپ کی اس بیماری میں ہومیو پیتھک علاج کی فی الحال گنجائش نہیں۔ کہ وہ بہت سست رو ہے۔ نظامِ ہضم کی درستگی کیلئے خوراک کا اچھے طریقہ سے چبایا جانا ضروری ہے۔ تا کہ اس میں لعاب سے پیدا شدہ رطوبتیں پوری مقدار میں شامل ہو سکیں۔ اس کیلئے دانتوں اور مسوڑوں کی دیکھ بھال ضروری ہے۔ اگر آپ مہربانی فرما دیں تو مصنوعی دانتوں کا Denture لگوا لیں۔ میں آپ کی اس مہربانی کا ذاتی طور پر مشکور و ممنون ہوں گا۔ میں نے باجی دلکشا صاحبہ اور باجی انوری صاحبہ کو فون پر عرض کیا تھا۔ کہ آپ لوگ ہر حال میں پیر صاحب کو منت سماجت کر کے راولپنڈی CMH میں داخل کرا دیں۔ تا کہ مکمل طور پر چیک اپ ہو سکے۔ یہی بات برادرم یوسف خان صاحب سے بھی عرض کی۔ ان احباب اور ہمشیر گان نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔ کہ ہم سب کی زور دیکر بات کرنے کی مجال نہیں۔ تاہم درخواست کی قبولیت کی پر زور طریقہ سے اپیل کرنے کی تو اجازت ہو گی؟ آپ براہِ کرم CMH میں چند روز گزار لیں۔ آپ کی بارگاہ میں کسی قسم کی بے تکلفی کا ارتکاب میرے لئے جرم سے کم نہیں۔ تاہم چنیوٹ کے ایک بزرگ کی بات یاد آئی۔ کہ وہ مغل دور میں حیات تھے۔ چنیوٹ کے مضافات میں مقیم تھے ان کا نام حماد الدینؒ تھا۔ ان کی ران کی ہڈی ٹوٹی۔ تیمارداری کے لئے آنیوالا سے وہ پہلا سوال

کرتے تھے۔ کہ کبھی تمہاری ران کی ہڈی بھی ٹوٹی۔ نفی میں جواب ملنے پر وہ فرماتے کہ تب تمہیں اس درد کی شدت اور نوعیت کا کیا پتہ؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ ایک روز ایک مداح حاضر ہوا۔ اس سے یہی سوال کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ آپ نے تمام خدام اور دوسرے مداحوں کو نکال باہر کیا۔ اور اس شخص کے ساتھ سارا دن اور ساری رات گزار دی۔ کہ اس شخص کو پتہ ہے۔ کہ ران کی ہڈی ٹوٹنے کا درد کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی آپ بیتی ہی درد کے احساس کی جھلک دیتی ہے۔ یہ چونکہ اس میں سے گزرا ہے لہٰذا اس کو پورا پتہ ہے۔ دوسرا اس درد کی اذیت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ تو میرے محترم میں تو اس بیماری میں مبتلا ہوں۔ مجھے اس کی ایک ایک لمحہ کی جزئیات پر غور کرنے اور اس کی تشریحات و توجیہات کے تجزیہ کا موقع ملتا/ملا ہے۔ براہِ کرم میری اس جسارت کو قابلِ معافی فرمادیں۔ اور میری استدعا کو قبولیت عطا فرمادیں۔ میں انشاء اللہ عنقریب مزید ادویات ارسالِ خدمت کر دوں گا۔ آرڈر کر رکھا ہے۔

آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر نور العرفان اور فتنہ مرزائیت کے مسودوں پر کام شروع کر رکھا ہے۔ خرابی طبع کی بدولت قدرے تاخیر سے ہی سہی۔ دراصل کتابت کے کمپیوٹر کا پروگرام ملنے میں کافی دیر ہوگئی تھی۔ فتنہ مرزائیت عنقریب 2000/3000 کے قریب شائع ہو جائے گی۔ میرے آقا و مولا۔ نہ صرف یہ دونوں بلکہ صراطِ مستقیم، تاریخ سیاستِ اسلامی بھی جلد شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ اگر یہ ساری کتب میں اپنی زندگی میں مکمل کر سکا تو یہ میری خوش بختی ہوگی۔ آپ سے استدعا ہے۔ کہ مجھے اس کام کیلئے مہلت اور توفیق عطا فرمادیں۔ انشاء اللہ آپ کے کرم سے اب جلد ہی نوکری پر واپس جاؤں گا۔ محترم برادرم عثمان صاحب (جن کا پریس ہے) وہ بھی کوشاں رہتے ہیں۔ برادرم بشیر صاحب کی طبیعت بھی قدرے نرم رہتی ہے۔ وہ سلام عرض کرتے ہیں۔ بابر صاحب سے تقریباً روزانہ فون پر رابطہ رہتا ہے۔ ان کا دست بستہ سلام قبول فرمائیں۔ شیخ صاحب ان کی بیگم صاحبہ اور فیصل سلام عرض کرتے ہیں۔ ان کا اور ان کے ہاں ہمارا اکثر آنا جانا رہتا ہے۔ مسعود راہی صاحب اور آفتاب صاحب آپ کی خیریت کا اکثر پوچھتے رہتے ہیں۔ انکل خالق صاحب سے بھی فون پر رابطہ رہتا ہے۔ وہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اور آپ کی خیریت کا معلوم کرتے رہتے ہیں۔

میری طرف سے اور سب احباب کی طرف سے برادرم حاجی یوسف خان صاحب ان کے

اہل خانہ۔ برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے اہلِ خانہ، جناب میجر ایوب صاحب اور ان کے اہل خانہ راجہ سرور صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کو بے حد سلام خلوص عرض ہے۔ میری طرف سے اور میری بیوی بچوں کی طرف سے آپ کی بارگاہ میں ہدیہ سلام۔ تمام بہن بھائیوں کو میرے اور میرے اہل خانہ کی طرف سے السلام علیکم۔

آپ کی دعاؤں کے سہارے

آپ کا غلام

شبیر شاہین

میں بابر صاحب اور شیخ صاحب کا انتہائی مشکور ہوں کہ ان کا تعاون ہر لمحہ میسر ہے۔ بابر صاحب بالخصوص آپ کی محبت میں سرشار دیوانگی کے عالم میں محور ہتے ہیں۔

اس خط کے مندرجات کا حاصل (1) Frusemide کا لگاتار استعمال (2) Captorrill کا لگاتار استعمال (3) Ferrograd فولاد کا مسلسل استعمال (4) مصنوعی دانتوں کا ڈنچر کا حصول (5) CMH میں داخلہ اور چیک اپ

❁❁❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

21.5.92

جناب محترم المقام قبلہ پیر صاحب دام رحمتکَ علینا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

پچھلے ہفتے برادرم محترم حاجی یوسف خان صاحب سے فون پر بات چیت ہوئی۔ مقصد آپ کی صحت کے بابت معلوم کرنا تھا۔ ان سے بات کر کے قدرے سکون ہوا۔ کہ الحمد للہ آپ کی صحت و طبیعت اب قدرے بہتر ہے۔ اس سے قبل میں نے ایک عریضہ ارسالِ خدمت کیا تھا۔ امید ہے کہ وہ مل چکا ہوگا۔ اس میں میں نے تفصیل سے اپنی تکلیف اور بیماری کے تجربات کی روشنی میں آپ کی بیماری کا تجزیہ کیا تھا۔ میرے آقا! براہِ کرم ادویات کا استعمال مسلسل فرمادیں اور بالخصوص فولاد کی گولیوں کا استعمال انشاء اللہ بے حد مفید رہے گا۔ میں انشاء اللہ عنقریب ہر تینوں ادویات کی ایک کھیپ اور ارسالِ خدمت کردوں گا۔

انہی دنوں برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کی بچی کی طلاق کی اطلاع ملی۔ تو دل بے حد ملول ہوا۔ دو تین دن تک تو ہم سب دل گرفتہ رہے۔ اور پھر آپ کی طبیعت اور عادتِ شریفہ کی روشنی میں دِل گرفتگی لازم امر تھی۔ آپ پر اس صدمہ کا جس قدر اثر ہوا۔ اس کی اطلاع ملنے پر ہم لوگ تڑپ اٹھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور شاید ان عزیزہ کا اللہ تعالیٰ بہت بہتر سبب بنائیں گے۔ برادرم عزیز الرحمٰن صاحب اور انوری باجی صاحبہ کو میری اور میری بیوی کی طرف سے تسلی دیں۔ اور ان سے وعدہ رہا۔ کہ میں انشاء اللہ ان کے ہر کام میں اپنی پوری استعداد کے ساتھ ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ شہناز اپنی طرف سے عنقریب ان کو ایک علیٰحدہ خط لکھے گی۔ نہ جانے آج الفاظ ساتھ نہیں دے رہے۔ تحریر کی بے ربطگی پر معذرت خواہ ہوں۔ کتابوں کی بابت میں نے پیشتر ازیں عرض کیا تھا۔ کہ صحت کی خرابی اپنی جگہ لیکن ان کتابوں کی اشاعت کی تکمیل ہی میری بقیہ زندگی کا مقصدِ اولین ہے۔ بس آپ کی دعاؤں اور اجازت اور مدد (باطنی) کی ضرورت تو آخری سانس تک رہے گی۔ انشاء اللہ بہت

جلد کچھ نہ کچھ منصۂ شہود پر آ جائے گا۔

میری طرف سے تمام احباب اور بہنوں کو السلام علیکم، بالخصوص راجہ سرور صاحب میجر ایوب صاحب اور ان کے اہلِ خانہ اور حاجی یوسف خان صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کو السلام علیکم

بشیر صاحب کی طرف سے السلام علیکم۔ آفتاب صاحب بہت ہی عجز و انکساری کے ساتھ سلام عرض کرتے ہیں۔ بابر صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کی طرف سے السلام علیکم۔ شیخ صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کی طرف سے السلام علیکم۔ شاہ نواز، شاہ وقار اور بلال کی طرف سے دست بستہ آداب

والسلام

آپ کی نظرِ کرم کا محتاج

آپ کا غلام

شبیر شاہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

Silsilah Aaliah Awaisiah

Publications Department

8 Burlington Street,

Black burn,Lancs,BB26ES

England.Tel(0254)670889

15 11.92

عزیزم محترم قمر ندیم صاحب   السلام علیکم۔آپ کا خط مجھے پرسوں موصول ہوا۔آپ کے خط کا بہت بہت شکریہ! کہ آپ نے کتابوں کے پہنچنے کی اطلاع فرمائی۔ مجھے امید ہے۔کہ آپ ان کتابوں سے استفادہ حاصل کریں گے۔سلسلہ اویسیہ کا ایک ہی وظیفہ ہے۔جو حضرت اویس قرنیؒ کا ترتیب دیا ہوا درود شریف ہے۔آپ اس کو یاد کرلیں اور اس کو پڑھیں۔انشاء اللہ حضورؐ کے دربار عالیہ سے آپ کو منازل فقر کا مشاہدہ عطا ہوگا۔اپنے ذہن کو یکسوئی کے ساتھ ادھر لگا کر پڑھیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا <u>یَا مُحَمَّدُ نِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وَ اٰلِہٖ وَسَلِّمْ</u>

اس درود شریف میں خط کشیدہ حصہ ذرا مشکل ہے۔میں اس کو انگریزی میں بھی لکھ دیتا ہوں۔کہ آسانی ہو۔

YA MOHAMMADO-NIN NABI-UL UMMI-O-WA AALIHI WASALLIM

وَسَلِّمْ کے ل کے نیچے زیر پڑھنی ہے۔

طریقہ: آپ دن بھر اس کو کام کرتے ہوئے۔کھانا کھاتے ہوئے۔لیٹے ہوئے۔بازار چلتے ہوئے پڑھ سکتے ہیں۔وضو ہو تو بہتر ورنہ استنجا ضروری ہے۔دن رات کے 24 گھنٹوں کے دوران آپ کو کم از کم 1100 مرتبہ پڑھنا ہے۔اور ہر مرتبہ ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ضروری ہے۔

مراقبہ: فجر کی نماز سے قبل اور عشا کی نماز کے بعد باوضو ہو کر قبلہ رُخ بیٹھ کر اکیلے کمرے میں آنکھیں بند کر کے (اور روشنی بند کر کے) حضورؐ کے روضہ اقدس کے سبز گنبد مبارک کا تصور کر کے جتنا ہو سکے درود شریف پڑھیں (ایک گھنٹہ صبح اور ایک گھنٹہ رات کافی رہے گا)۔ انشاء اللہ حضورؐ کی زیارت جاگتی حالت میں اور ان کے بے پایاں کرم ہوں گے۔

دن رات میں شروع شروع میں رفتار کم ہونے کی وجہ سے تھوڑی سی الجھن ہوگی۔ قلب چلنے پر 5 یا دس ہزار مرتبہ بھی ہوسکتا ہے۔ اب جتنا ہو سکے پڑھیں۔

اب آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ عزیزم آپ جب چاہیں۔ جو چاہیں۔ پوچھ لیں۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کی تسلی ہو سکے۔ باقی معاملہ تو حضورؐ کے ہاتھ میں ہے۔

انسان کی پیدائش کی ترتیب کے چار حصے ہیں۔ جو قرآن نے سورۃ وَالتِّین میں اشارہ فرمائے ہیں۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫﴿﴾

ان چار قسموں کے بعد فرمایا۔ ہم نے انسان کو انتہائی خوبصورت ترتیب میں پیدا کیا۔ اس اشارہ سے کہیں اور جگہ پر قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ کہ جس طریقہ سے انسان کی تخلیق کی گئی۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿﴾ ـ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿﴾ ـ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ﴿﴾ ـ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر بنانے والا ہوں۔ اس بشر کی (انسان کی نہیں) ترتیب۔ مٹی (1) گارا (2) (پتلا) ہڈیاں (خشک پتلا) بنایا۔

جب اس کو سنوار (3) لیا۔ یعنی اس میں جان ڈالی اور اس کے تمام اعضا کام کرنے لگے تو پھر اس میں اپنی روح (4) (نور) ڈالتا ہوں۔

مٹی اور گارے سے پتلا بنایا گیا۔ کہ جس کی شکل کو ''بشر'' کہا گیا۔ (ابھی انسان نہیں)۔ پھر

اس میں جان ڈالی ۔یعنی اس میں ناری قوتیں ڈالیں جس سے اس کے ہاتھ پاؤں آنکھ کان ناک دل دماغ وغیرہ نے کام کرنا شروع کیا۔(یہ صرف جاندار ہوا انسان ابھی بھی نہیں)اور پھر اس میں اپنی روح (نور)ڈالی جس کے بعد بشر (بت پتلا)۔جاندار کر کے انسان بنایا گیا۔اب انسان کے اندر دو قسم کی قوتیں ہوئیں۔ایک ناری قوت (جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔) جسے روحِ حیوانی (یعنی جان) سے تعبیر دیا گیا۔اور دوسری نوری قوت روحِ رحمانی کہلائی۔

روحِ حیوانی کو نفس کہا جاتا ہے۔جو ہماری زندگی اور اس سے متعلقہ امور سرانجام دیتی ہے اور روحِ رحمانی کو روح کہا جاتا ہے۔روحِ حیوانی کو انگریزی میں Soul اور روحِ رحمانی کو Spirit بھی کہا جاتا ہے۔روحِ رحمانی چونکہ نوری قوت ہے۔یہ صرف نوری معاملات سے متعلق ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے انوار واسرار کا مشاہدہ حاصل کرنے کا سامان ہے۔اب چونکہ روحِ رحمانی اللہ تعالیٰ کے نور کا حصہ ہے۔اس لئے اس کو سزا یا عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اصل سزا و جزا کا مستحق تو نفس (روحِ حیوانی) ہے۔جس کے زیر اثر اچھے یا برے کام ہوتے ہیں۔(اس کی تفصیل پھر کبھی عرض کروں گا)۔

رہی بات آپ کے نانا جان کیلئے کتابوں کی۔تو عزیزم کچھ عرصہ بعد میں کافی ساری کتابیں پاکستان گھر پر ارسال کرنے والا ہوں۔پتہ نہیں کب تک؟ آپ اپنی کتابیں ان کو پڑھنے کے لئے دے دیں۔اور جب وہ پڑھ لیں تو ان سے واپس لے لیں۔اور پھر دیکھیں وہ کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تصاویر کی فی الحال ضرورت نہیں ۔انشاءاللہ جلد ہی باطن میں ملاقات ہوجائے گی۔گھر میں سب کو سلام۔

فقط والسلام

آپ کا مخلص

شبیر شاہین

یہ پتہ کافی ہوتا ہے۔

8 Burlington Street,Black burn,Lancs,BB26ES England.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

بلیک برن

4.5.93

محترم المقام قبلہ پیرومرشد صاحب دام رحمتِکَ علینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کافی روز سے طبیعت اداس اور بے چین سی ہے۔اور آپ کی بارگاہ میں عریضہ لکھنے کی کوشش وارادہ میں تھا۔پچھلے دو ایک ہفتوں سے طبیعت عموعی طور پر ٹھیک نہ تھی۔دراصل میں نے Lasserex کافی کم کردی تھی۔جس کی وجہ سے پیٹ میں پانی بھر جانے سے طبیعت پر بوجھ بن گیا۔پھر دوائی کی مقدار نارمل کرنے کے بعد کوئی چار پانچ روز لگے۔اور پانی کے اخراج کے بعد طبیعت قدرے بہتر ہوئی لیکن نہ جانے چند روز سے بڑی بے بضاعتی کا شکار ہوں۔تاہم اس کی شاید ایک ہی وجہ ہے۔کہ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ لکھنے میں تساہل کا ارتکاب کر بیٹھا۔میرے آقا و مولا۔آپ کی ذات اقدس صرف اور صرف ادب واحترام ہی کے لائق ہے۔کہ آپ کی بارگاہ سے وابستگی نے مجھے دنیا کے بندھنوں اور دھندوں سے آزاد کر دیا۔اور آپ ہی کے درِاقدس کی غلامی نے زندگی میں رنگ بھر دیئے۔ میری پہچان ہی آپکی نسبت سے ٹھہری۔میرے گلے میں میرے آقا و مولا کا پٹا ہے۔اور میرا پتہ میرے آقا کے در کی خاک کے ذروں میں ہے۔میں بے حد کمزور و ناتواں ہوں۔براہِ کرم میری کوتاہیوں کو نظر انداز فرمادیا کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔کہ آپ کو بلڈ پریشر کی نئی دوا سے کافی افاقہ ہوا ہے۔اس کا نام آپ نے فرمایا تھا۔کہ وہ Nordvasc ہے۔میں نے اس دوائی کی بابت معلومات حاصل کر لی ہیں۔یہی دوائی برطانیہ میں Istin کے نام سے مارکیٹ میں دستیاب ہے۔جس کی طاقت 5mg اور 10mg ہے۔میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں 10mg کی Istin ارسال کر رہا ہوں۔آپ اس ڈاکٹر سے مشورہ فرمالیں۔کہ آیا 5mg یا 10mg کی خوراک درکار ہوگی۔میرے خیال میں تو 5mg ہوگی۔اور اس خوراک کی نسبت سے آدھی گولی کی ضرورت ہوگی۔تاہم اس سلسلہ میں مزید ہدایات ارسال فرمادیں

گے تو انشاء اللہ ان پر عمل ہو گا۔ فی الحال میں وہ گولیاں بذریعہ ڈاک ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔

علم العرفان کے ترجمہ کا کام بھی بتدریج جاری ہے۔ فتنہ مرزائیت کی کتابت ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آ جائے گی۔ صرف اور صرف آپ کی نظر کرم کی ضرورت ہے۔ مجھے ایسے لگتا ہے۔ کہ انشاء اللہ سب سے اول فتنہ مرزائیت چھپے گی جس کے 2000 ہزار کتابچے بنانے کا ارادہ ہے۔ پھر علم العرفان (اردو) پھر اس کا انگریزی ترجمہ اور ساتھ ہی صراطِ مستقیم (اردو) میں چھپ جائے گی۔ جونہی علم العرفان کا انگریزی ترجمہ مکمل ہو گا۔ حقیقتِ تصوف کا انگریزی ترجمہ شروع کرنے کا خیال ہے۔ لیکن یہ سب کچھ آپ کے کرم ہی سے ممکن ہو گا۔ برادرم بشیر صاحب اس ہفتہ سے علم العرفان کی انگریزی ٹائپنگ کا کام شروع کروا دیں گے۔ انشاء اللہ

بشیر صاحب کی طبیعت بھی قدرے نشیب و فراز کا شکار رہتی ہے۔ تاہم مجموعی طور پر ٹھیک ہیں۔ اور سلام عرض کرتے ہیں۔ کل رات برادرم شیخ مسعود صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ اور بچے آئے ہوئے تھے۔ رات کافی دیر کے بعد گھر واپس گئے۔ وہ بخیریت ہیں۔ اور سلام عرض کرتے ہیں۔

برادرم محترم عالم صاحب (بنگال والے) کی بیگم صاحبہ نے آپ کی خدمت اقدس میں بذریعہ فون حالات عرض کئے تھے۔ براہ کرم عالم صاحب پر اپنی نظر کرم فرما دیں۔ انہوں نے جیل سے خط لکھا تھا۔ ویسے وہ بے حد حوصلہ مند ثابت ہوئے ہیں۔ اور اپنے پیر صاحب کے نام پر قربان ہوئے چاہتے ہیں۔

آج آمدہ اطلاعات (فون کرنے کے بعد) کے مطابق معلوم ہوا۔ کہ جناب ریاض مجید صاحب کو نور العرفان کیلئے اضافی صفحات عطا ہوئے تھے۔ وہ فرما رہے تھے۔ کہ انشاء اللہ ایک دو ہفتوں میں کتاب کی اشاعت ہو سکے گی۔

میں نے برادرم میجر ایوب صاحب کی خدمت میں ان کے خط اور عید کارڈ کی رسید ارسال خدمت کی تھی۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ معہ اہلِ خانہ بخیریت ہوں گے۔ ان کی خدمتِ اقدس میں مودبانہ سلام قبول ہو۔

برادرم عزیز الرحمٰن صاحب و باجی انوری صاحبہ اور ان کے بچے بفضلہٖ خیریت سے ہوں

گے۔میرااور میری بیگم کا مودبانہ سلام خلوص عرض ہے۔

برادرم حاجی یوسف خانصاحب۔راجہ سرور صاحب۔ماسٹر ریاض صاحب۔راجہ ذوالقرنین صاحب برادرم عالم صاحب اور دیگر احباب کی خدمتِ اقدس میں السلام علیکم۔

برادرم بابر صاحب پرسوں رات تشریف لائے تھے۔کافی رات گئے تک محفل رہی۔ان کی طرف سے دست بستہ سلام قبول فرمادیں۔میری بیگم اور بچوں۔(شاہ نواز،شاہ وقار اور بلال) کی طرف سے انتہائی مودبانہ السلام علیکم وآداب قبول فرمادیں

آپ کے درِ دولت کا گداگر

آپ کا بندہ

شبیر شاہین

خط دیر سے لکھنے کی صد بار معذرت قبول فرمادیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

۱۴.۷.۹۳

میرے محسن وآقا۔میرے محسن وغمگسار۔میرے والی وملجٰی

محترم المقام قبلہ وکعبہ پیر صاحب دام رحمتک علینا

السلام علیکم۔آج میری طبیعت بے حد اداس، بے حد اچاٹ ہے۔کہ آپ کا نوازش نامہ مرحمت ہوئے بھی دو(۲) تین ہفتوں سے زیادہ دن ہو گئے ہیں۔جہاں آپکا نوازش نامہ پا کر یک گونہ اطمینان ہوا۔کہ الحمدللہ آپ پر فالج کے حملہ کے بعد اس مرض کے اثرات نہ ہونے کے برابر ہیں۔لیکن الفاظ کی بناوٹ اور الفاظ کی ساخت سے اندازہ ضرور ہوا۔کہ قلم پر آپ کے دستِ مبارک کی طبعی گرفت اس قدر نہیں رہی۔جب یہاں پر احباب کو علم ہوا۔کہ آپ کا بشارت نامہ موصول ہوا۔تو ہر بہن بھائی نے طمانیت وانبساط کا اظہار کیا۔کہ ہم لوگوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔کہ آپ تحریر فرما سکتے ہیں۔ازاں بعد آپ کی کم خوابی کی تکلیف سے پریشانی رہتی ہے۔میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس کا علاج کیا ہو؟اتنی دور بیٹھ کر میں مضطرب سا رہتا ہوں۔کہ میرے بس میں کچھ بھی تو نہیں۔کہ اس تکلیف کو رفع کیا جا سکے۔اور طرہ یہ کہ میں ادویات کے علم سے بالکل بے بہرہ ہوں۔سوائے آنسو بہانے کے اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔کہ دعاؤں، تدابیر، مشوروں کیلئے تو میں آپ کی نظر کرم کا محتاج ہوں۔میرے شہنشاہ ومولا!اللہ تعالٰی سے میری پر زور دعا یہ ہے۔کہ یہ تکالیف، یہ عوارض مجھے مل جائیں۔اور آپ کو تندرستی۔صحت اور آرام وسکون ملے۔میرے پیر ومرشد!میرا اس سارے جہان میں مونس، مالک، رکھوالا، منعم، محافظ اور کوئی بھی تو نہیں ہے۔جس قدر مجھے آپ کے درِ دولت سے بھیک ملی۔اس کو میں کیسے نظر انداز کر سکتا ہوں۔میرے آقا آپ کی بے خوابی۔آپ کے جسم کی تکالیف، آپ کا بلڈ پریشر براہِ کرم مجھے عطا فرما دیں۔اور جان کا ہدیہ حاضر ہے۔اے میرے مالک وآقا!میری عمر اور جس قسم کی بھی صحت ہے۔وہ لے لیجئے۔اور میرے محسن وغمگسار آقا کو درازی عمر اور صحت وتندرستی عطا فرمائیے۔کہ آپ کی ضرورت پوری کائنات کو ہے۔اور اس کائنات میں میں بھی شامل ہوں۔آپ کی ذاتِ بابرکات وباصفات کا سایہ ہم

سب پر رہا تو ہی ہم کامران رہ سکتے ہیں.......

اس سے قبل میں نے عرض کیا تھا۔ کہ براہِ کرم آپ دانتوں کے علاج اور Denture کے معاملہ پر غور فرما کر اس کی اجازت عطا فرمادیں۔ کہ غذا کی کمی کی بدولت بھی جسمانی کمزوری بڑھ رہی ہے۔ اور غذا کے اندر توازن نہ ہونے کی وجہ سے بھی کم خوابی اور کمزوری پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن بد قسمتی سے فالج ہوا اور وہ پروگرام بھی التوا میں پڑ گیا۔ اگر آپ مناسب خیال فرمادیں۔ تو براہِ کرم دانتوں کے معاملہ میں پیش رفت کا حکم فرمائیے۔

میرے پیرو مرشد صاحب! میں گزشتہ کئی روز سے خٹک صاحب کے ہاں فون کر رہا ہوں۔ ایک دفعہ ان کی اہلیہ صاحبہ سے بات ہوئی۔ خیریت کی خبر ملی۔ لیکن ان کے بچوں میں سے کوئی گھر پر نہ تھا۔ اس لئے شاید پیغام نہ بھیجا جا سکا۔ آج پھر فون کیا تو ان کا بڑا لڑکا ملا۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ اس نے بتلایا۔ کہ آپ کو اس نے آج ہی دیکھا تھا۔ اور خیریت کی خبر دی۔ اور کل کیلئے آپ کی بارگاہ میں سلام پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ شہباز صاحب نے بھی حاضری دینا تھی۔ لیکن میرے بھانجے ہمایوں کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ سفر کے قابل نہ تھا۔ اب جلد ہی وہ بھی حاضری دیں گے۔ براہِ کرم ان کو شرفِ باریابی عطا فرمادیں۔

پچھلے چند دنوں سے ہماری بہن اور میجر ایوب صاحب کی اہلیہ محترمہ تشریف لائی ہوئی ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ میں اور بشیر صاحب ان کو چھوڑنے اکٹھے گئے تھے۔

محترم و آقا! فتنہ مرزائیت کی اشاعت میں ذرا سی تاخیر ہوگئی ہے۔ اسکے ساتھ ہی علم العرفان کے اردو ایڈیشن کی کتابت بھی جاری ہے۔ اور ساتھ ہی اس کا انگریزی ترجمہ بھی جاری ہے۔ انگریزی ترجمہ چونکہ تین چار مراحل میں سے گزر کر فائنل صورت اختیار کرتا ہے۔ اور چونکہ اس کا معیار انٹرنیشنل انگریزی زبان و ادب کے معیار کے مطابق بنانے کی خواہش وسعی کر رہے ہیں۔ اس لئے وہ کام قدرے کم رفتار کا حامل ہے۔ لیکن انشاء اللہ کوشش ہے۔ کہ اردو اور انگریزی ایڈیشن علم العرفان اس سال کے اواخر تک تیار ہو جائیں۔ لیکن یہ سب کچھ محض اور محض آپ کی مہربانی، مدد، تائید اور توفیق عطا فرمانے پر ہی ممکن ہو گا۔ براہ کرم نظر التفات و کرم فرمائیے۔

آج کئی روز سے طبیعت بڑی بھری بھری ہے۔آج خط لکھتے وقت آنسو اور جذبات بے قابو ہو گئے ہیں۔جس کی وجہ آپ کی خدمت میں عریضہ کی تاخیر سے ترسیل ہے۔براہِ کرم اس تاخیر کیلئے معاف فرمادیں۔

کل برادرم بشیر صاحب کے چند گھنٹے گزارے اور علم العرفان کے انگریزی ایڈیشن کی ٹائپنگ ،کمپیوٹر پر کر کے اس کی درستگی کرتے رہے۔ان کی طبیعت بھی قدرے نرم ہی ہے۔تاہم وہ مجموعی طور پر ٹھیک اور سلام پیش کرتے ہیں۔ان کے بچے ان دنوں پاکستان گئے ہوئے ہیں۔

محترم عالم صاحب (بنگال والے) اور انکی اہلیہ محترمہ اختر عالم صاحبہ ہر وقت آپ ہی کی شان میں مدہوش ہو کر قصیدہ خوان رہتے ہیں۔ان کا پر خلوص سلام قبول فرمادیں۔شیخ صاحب کے اہلِ خانہ سے رابطہ رہتا ہے۔وہ بھی ہر وقت آپ ہی کے گن گاتے ہیں۔اور سلام عرض کرتے ہیں۔

بابر صاحب اور صابر صاحب سے رابطہ رہتا ہے۔ان کا پر خلوص سلام قبول فرمائیں۔محترم آفتاب صاحب۔مالک صاحب اور دیگر احباب کی طرف سے السلام علیکم۔

برادرم محترم میجر صاحب نے راہ حقیقت کی کاپیاں ارسال فرمائی ہیں۔ان کا شکریہ اور ان کی خدمت میں السلام علیکم۔انوری باجی صاحبہ اور برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں ہم سب کا سلام برادرم حاجی یوسف خان صاحب راجہ سرور صاحب، عالم صاحب کیخدمت میں السلام علیکم۔عالم صاحب کی آپ کے حکم کے مطابق مربہ بہی کے سلسلہ میں کاوش ونوازش کا بے حد شکریہ! شہناز اور بچوں کی طرف سے براہِ کرم مودبانہ سلام قبول فرمادیں۔خط کی تاخیر کی معافی! بسا اوقات جب ہر طرف سے نفرتیں اور مخالفتیں سامنے آتی ہیں۔تو ڈر جاتا ہوں۔کہ کہیں میری کسی بے ادبی کی سزا تو نہیں؟

آپ کے در کا گداگر

شبیر شاہین

شاید باطن میں مجھ سے کوئی۔بے ادبی ہو جاتی ہے۔کہ میں اکثر لوگوں کی طرف سے نفرتوں کا شکار رہنے لگا ہوں۔براہِ کرم میری کوتاہیوں کو معاف فرمادیا کریں۔اور مجھے راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے۔آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

21.7.93

میرے انتہائی محترم ومکرم قبلہ پیر صاحب دام رَحمتکَ علَینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں نے آپ کی بارگاہ میں غالباً 12 یا 13 جولائی کو ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔ امید ہے۔ کہ وہ آپ کی خدمت میں باریابی پا چکا ہوگا۔ اس خط کے اگلے روز ہی یعنی 13 جولائی کو آپ کا ایک اور نوازش نامہ عطا ہوا۔ اور حسب معمول کرم کی بارش ہوتی رہی۔ آپ کی صحت کے بارے میں پڑھ کر میں تڑپ اٹھا۔ اس لئے کہ میرے آقا و مولا۔ آپ بے خوابی کی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور میں اس درد، اس تکلیف کو بانٹ نہیں سکتا۔ میرے شہنشاہ صاحب! میں اس قابل نہیں۔ کہ آپ کی خدمت میں کسی قسم کا مشورہ پیش کر سکوں صرف درخواست گزار ہو سکتا ہوں۔ اور پھر میں آپ کی صحت یابی کیلئے اور کون ہے۔ جس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں؟ یہ ایک ایسی کشمکش ہے۔ جو جان لیوا بھی ہے۔ اور جان چھوٹتی بھی نہیں میں نے کافی سوچ بچار کے بعد جسارت کی ہے۔ چند ادویات سے متعلق دوستوں سے مشورہ کر کے چند ادویات ارسالِ خدمت کی ہیں۔ یہ ادویات برادرم بابر صاحب لیکر گئے تھے۔ اور ان کی خواہش تھی۔ کہ وہ سپیشل ڈاک کے ذریعہ ان ادویات کی ترسیل کی سعادت حاصل کر سکیں۔ انہوں نے کل وہ پارسل ارسال خدمت کر دیا تھا۔ جس میں مندرجہ ذیل چیزیں/ادویات تھیں۔

۱۔ Istin 5mg کی 56 گولیاں (حسبِ سابق) (بلڈ پریشر کیلئے)

۲۔ Persantin 25mg کی 200 گولیاں (حسب اطلاع) فالج کیلئے

۳۔ Captoprill 5mg کی 200/250 گولیاں (حسبِ ارشاد برائے یوسف خان صاحب)

۴۔ Losalt کے دو (۲) کنٹینرز (چھوٹے)

۵۔ Candrill (شوگر) دو (۲) جار۔ (باجی انوری صاحبہ کیلئے)

۶۔ Metatone ایک نیا ٹانک ہے۔ براہِ کرم ڈاکٹر سے مشورہ فرما کر استعمال فرمادیں۔

۷۔ Nytol کی دو (۲) ڈبیہ یہ نیند کیلئے دوائی ہے۔ اس کے مضر اثرات نہیں نہ ہی یہ بلڈ پریشر اور فالج کے معاملہ میں کسی قسم کی مضرت کا باعث ہو سکتی ہے۔ تاہم براہِ کرم استعمال فرمانے سے پیشتر ڈاکٹر سے مشورہ ضرور فرما دیں۔

۸۔ Movlat کریم باجی انوری صاحبہ کیلئے۔

۹۔ Diastix پیشاب میں شوگر ٹیسٹ کرنے کیلئے (دو (۲) ڈبیہ)

۱۰۔ Glucostix خون میں شوگر ٹیسٹ کرنے کیلئے۔

آج ہی آپ کے ایک اور غلام اور درود خوان سے ملاقات اور آپ کی بے خوابی کی تکلیف کا تذکرہ ہوا۔ یہ بزرگ حکمت سے شغل رکھتے تھے۔ اور صرف فی سبیل اللہ معالجہ کرتے تھے۔ 70 سال سے اوپر کے ہیں۔ انہوں نے ایک جڑی بوٹی کا ذکر کیا ہے۔ اس جڑی بوٹی کا نام اَسَر ول (اثرول؟) ہے۔ ایک ماشہ بوٹی کو ایک پاؤ پانی میں پکا کر شام کو پی لینے سے خوب نیند آتی ہے۔ تاہم اس بوٹی سے متعلق بھی استعمال سے پیشتر کسی حکیم سے مشورہ فرما لیں۔ ویسے حکیم اللہ دتہ صاحب کے مطابق اس سے قلب و دماغ پر خوشگوار اثرات ہوا کرتے ہیں۔ اور ان کو تقویت ہوگی۔ اور بلڈ پریشر یا فالج پر مضر اثرات نہیں ہوں گے۔

میرے آقا و مولا! آپ کی ذاتِ اقدس سے وہ دولت عطا ہوئی ہے۔ جس کیلئے دنیا میں اور کوئی ایسا در نہیں۔ اور پھر ایک اجارہ داری قائم و دائم ہونے کے باوجود یہ بالکل مفت عطا ہوتی ہے۔ ان احسانات کے بدلے میں میں یا ہم میں سے بلکہ پوری کائنات میں ایسا کوئی بھی نہیں کہ ان احسانات کا عشرِ عشیر بھی لوٹا سکے۔ بلکہ ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ میرے مالک و آقا۔ ہم تو سب محتاج ہی ہیں۔ اور اپنی احتیاج میں آپ کی شبانہ روز زندگی اور صحت و تندرستی بھی شامل ہیں۔ ہم اگر آپ کی صحت و تندرستی کے خواہاں ہیں۔ تو محترم و مکرم قبلہ یہ بھی تو ہم اپنی ہی حاجت روائی کیلئے کرتے ہیں۔ حکیم اللہ دتہ صاحب نے بالخصوص سلام عرض کرنے کی تاکید کی تھی۔ براہِ کرم ان کا سلام قبول فرما دیں۔

برادرم عالم صاحب (بنگلہ دیش والے) پرسوں تشریف لائے تھے۔ ان تک آپکے ارشادات و سلام فون کے علاوہ بالمشافہ بھی پہنچائے تھے۔ وہ تو جیل سے کافی روز قبل رہا ہو کر آ گئے تھے۔ دن رات

آپ ہی کی زیارت سے مشرف باد ہو ہو کر سرشار و شاداں ہیں۔اور آپ کی خدمتِ اقدس میں بے حد سلامِ آداب پیش کرتے ہیں۔اور یہی حال ان کی بیگم اور بچوں کا بھی ہے۔ان کا بھی سلام قبول فرما دیں۔عالم صاحب ایک کامیاب Accountant ہیں۔نہ جانے ایک معمولی سی بات کا بتنگڑ بن گیا ورنہ انہوں نے ایسا کوئی عدالتی جرم ہرگز نہ کیا تھا۔اور پھر ایسے معاملات جن میں بینک اکاؤنٹ کے چیک کا لینا دینا روزمرہ کا معمول ہے۔جج کی مرضی نہ ہونے کے باوجود وکلاء اور بیرسٹروں سے غلطیوں کے ارتکاب کی بدولت ان کو ڈیڑھ دو ماہ جیل میں گزارنے پڑے۔دراصل مقدمہ کے دوران جج کی کرسی پر آپ ہی کو بیٹھے دیکھا تو انہوں نے ''اپنے معاملات بارگاہِ پیر میں سپرد کر دیئے''''جو ہوگا پیر صاحب ہی بہتر فرما دیں گے''۔تاہم ان کا کیس دوبارہ کھلے گا۔اور ان پر فردِ جرم جو کہ عائد ہوئی تھی۔وہ ختم کر کے آپ کے کرم کے طفیل ان کا نام Clear ہو جائے گا۔جو کہ صرف اور صرف آپ کی نظرِ کرم کے طفیل ہی ممکن ہوگا۔

میں نے کافی مرتبہ خٹک صاحب کے ہاں فون کئے۔لیکن نامناسب اوقات کی بدولت میں باجی انوری کو بھی تکلیف نہ دے سکا۔تاہم ان لوگوں سے آپ کی طبیعت اور خیریت کا معلوم ہو جانے پر شکر بجالاتا ہوں۔

امید ہے۔کہ یہ ادویات کا پارسل آپ کو اس ماہ کے اواخر تک مل جائے گا۔اور بعدہٗ ہدایات سے مشرف باد فرما دیں۔دراصل خطوط کا زیادہ نہ لکھنا اس وجہ سے ہے۔کہ پھر آپ کو جواب لکھنے کی زحمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔اور اگر کرم فرما کر آپ ارشادات قلم بند فرما دیں تو بھی خوش بختی ہے۔ لیکن زحمت کے خیال سے پھر افسردہ ہو جاتا ہوں۔

برادرم بابر صاحب اور ان کے گھر والوں کی طرف سے السلام علیکم۔شہناز (میری بیوی) شاہ نواز،شاہ وقار اور بلال کی طرف سے السلام علیکم قبول فرما دیں۔

برادرم بشیر صاحب کی طرف سے اور میری طرف سے مودبانہ السلام علیکم۔ہماری طرف سے برادرم یوسف صاحب کو ان کے اپریشن کی وجہ سے تشویش سے آگاہی اور سلام قبول ہو۔باجی انوری، برادرم عزیز الرحمٰن صاحب۔عالم صاحب۔میجر صاحب ماسٹر ریاض صاحب راجہ سرور صاحب اور دیگر

بہن بھائیوں کی خدمت میں سلام خلوص

آپ کی دعاؤں کا طلبگار

آپ کا بندہ

شبیر شاہین

جلدی میں خط لکھا ہے۔تاکہ اطلاع ہو سکے۔بہت سی باتیں تذکرہ سے رہ گئی ہیں۔معذرت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بلیک برن

8 فروری 1994ء

محترم ومکرم جناب مولائی ومرشدی قبلہ دام رَحمتِکَ عَلَیۡنَا

السّلام عَلَیۡکُم و رحمة اللّٰهِ وبَر کاتہٗ

باوجود ارادۂ کوشش کے اس سارے عرصہ میں آپ کی خدمت میں کوئی عریضہ ارسال نہ کر سکا۔جس کیلئے میں شرمندہ و معذرت خواہ ہوں۔دراصل طبیعت کی خرابی کی نوعیت کی وجہ سے ہی یہ ''تساہلِ طبعی'' اور بے عملی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ورنہ میرے آقا و مولا اپنی حالت تو بس یہ ہے۔کہ

کسی کی یاد میں دنیا کو ہیں بھلائے ہوئے　　زمانہ گزرا ہے۔اپنا خیال آئے ہوئے

بیماری کے اس طویل دور میں آپ کی ذاتِ بابرکات کا سہارا شامل رہا ہے۔تو اس دباؤ کو بالکل محسوس نہیں کر سکا۔اور نہ ہی کوئی غم ، نہ ہی کوئی فکر کہ میری زندگی کا مقصد محض اور محض اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہے۔اور اس انتہائی کٹھن مقصد کا حصول صرف اور صرف آپ کی ذاتِ والا صفات کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم کر کے ہی ممکن ہے۔اور یوں آپ کے سہارے ذہن اس سطح پر ہے۔جہاں پر منفی و مثبت دونوں خیالات موجود نہیں ہیں۔یعنی کہ ذہن زیرو پوائنٹ پر ہے۔

لیجئے میں بھی کیا قصہ لے کر بیٹھ گیا۔آپ کی ذاتِ بابرکات کی طرف سے خیر و عافیت کی اطلاعات کی طرف ہی کان لگے رہتے ہیں۔اور جب آپ کی صحت کے بارے میں حوصلہ افزا خبر ملتی ہے۔تو بڑا ہی سکون و اطمینان ملتا ہے۔اور پھر اس اطلاع کو احباب تک پہنچا کر جو لذت ملتی ہے۔اس کا بھی کیا کہنا۔میرے شہنشاہ! بس اسلام و تسلیم یہی تو ہے۔اور الحمد للہ کہ آپ کے کرم سے میں نوازا گیا۔میرے پیر و مرشد شکریہ صد ہزار بار شکریہ۔

برادرم محترم عزیز الرحمٰن صاحب کو دل کا دورہ پڑا اس خبر کو سن کر انتہائی دکھ ہوا۔کہ ان بیچاروں نے زندگی کا پیشتر حصہ تو چار پائی پر لگ کر گزار دیا۔باجی انوری صاحبہ کو زندگی کے کٹھن ترین نصاب کا وافر حصہ پہلے ہی حصہ میں آیا ہوا تھا۔اس پر مستزاد یہ ہارٹ اٹیک۔لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے

عین مطابق ہے۔ یہاں پر بشیر صاحب کے ساتھ میں نے مشورہ کیا تھا۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ انوری باجی کے لئے اخراجات کے سلسلہ میں آپ سے ہدایات اور اجازت کی درخواست کریں۔ جو بھی آپ کا حکم ہوگا۔ اس پر عمل عین عبادت کے طور پر کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

پچھلے دنوں صابر صاحب کی وساطت سے پتہ چلا تھا۔ کہ باجی انوری صاحبہ کی بچی کے عقد کا پروگرام ہے۔ چونکہ تاریخ کا پتہ نہ تھا۔ تاہم اندازہ یہی تھا۔ کہ رمضان سے پیشتر ہی پروگرام ہوگا۔ بشیر صاحب اور بابر صاحب سے مشورہ کے بعد میں نے لاہور سے آپ کے رئیس خانہ بازار والے UBL کے اکاونٹ میں 20 ہزار روپے جمع کروائے تھے۔ پتہ نہیں کہ وہ کافی ہیں یا نہیں۔ امید ہے۔ کہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچ چکے ہوں گے۔

میں نے Istin وغیرہ ارسالِ خدمت کی تھیں۔ برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کی ادویات کے سلسلہ میں آپ کی ہدایات کا انتظار رہے گا۔

مجھے ڈاکٹروں نے دل تبدیل کرانے کا مشورہ دیا ہے۔ آپ کی باطنی ہدایات کے مطابق میں نے ان سے اپریشن کی تیاری کا کہا ہے۔ اور معاملہ اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ پر چھوڑا ہے۔ جو بارگاہِ رسالت مآبؐ سے حکم ہوگا وہی میرے لئے بہتر ہوگا۔ تاہم ملازمت سے ریٹائر ہو رہا ہوں۔ کہ خواہ مخواہ گھسیٹنا بددیانتی ہوگی۔ کیونکہ میں اب پڑھانے کے تقاضوں کو شاید پورا نہیں کر سکتا۔ اور پھر جو چند روز باقی ہیں۔ خواہ وہ 5 ہوں یا 50 مزید ہوں۔ اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کے مشن کے اجرا و ترویج میں گزار کر رضا و خوشنودی کے لئے جھولی پھیلانا ہی بہترین عمل ہے۔

براہِ کرم اپنی خیریت سے مطلع فرمادیں۔ اور میری کوتاہیوں پر صرفِ نظر فرما کر مجھے ابدی و ازلی مقصد کے حصول میں کامرانی کے ساتھ یہاں سے رخصت فرمادیں کہ میں روزِ محشر حضورؐ کی بارگاہ میں شرمسار نہ ہو پاؤں۔

الحمدللہ برادرم بشیر صاحب میری بیگم شہناز۔ بچے شاہ نواز۔ شاہ وقار اور بلال ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اور دست بستہ سلام عرض کرتے ہیں۔ بلال کیلئے دوائی بھجوانے کی تکلیف اٹھانے کا بے حد شکریہ۔ بلال کی خوش بختی ہے۔ کہ آپ کی نظرِ کرم کا اس کو سایہ عطا ہے۔ بابر صاحب کا عالم صاحب کا اور بیگم عالم

صاحب کا دست بستہ السلام علیکم۔حامی صاحب خیریت سے ہیں۔اور سلام عرض کرتے ہیں۔میرا اور شہناز کا برادرم عالم صاحب (میر پور والے) کی خدمت میں سلام اوران کا دوائی بھیجنے کا شکریہ۔

انوری باجی۔ برادرم عزیز الرحمٰن صاحب کو السلام علیکم۔ برادرم یوسف صاحب کی خدمت میں سلام راجہ سرور صاحب کو السلام علیکم۔ان کے بھائی سلطان صاحب کی اچانک وفات کا آج ہی پتہ چلا افسوس ہوا۔

آپ کے در کا غلام

شبیر شاہین

تحریر میں ربط اور صفائی کے فقدان کیلئے معذرت خواہ ہوں۔کہ یہ بھی دِل کا ہی کرشمہ ہے۔

❁❁❁❁❁

﴿تمت بالخیر﴾

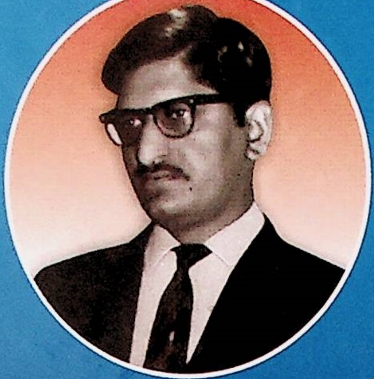

''بس اتنا سمجھ میں آیا۔ کہ اگر خود مانگا جائے تو عطا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ مانگنے والے کی مانگنے کی استطاعت محدود ہے۔ لہٰذا اگر شہنشاہ کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے بے پناہ خزانوں کے منہ کھولتے ہیں۔ تو اپنے معیار کے پیش نظر عطا کا حد و حساب سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ جب وہ عطا فرماتے ہیں۔ تو بے حد و حساب! اس لئے مانگ کر اپنا ہی ''نقصان'' ہے۔ کہ مانگنے سے جو ملتا ہے۔ وہ محدود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے بازو اور ہاتھ پھیلا کر شہنشاہ کی بارگاہ میں سر جھکائے بیٹھے رہیں۔ تو عطا کا سمندر چونکہ لامتناہی ہے۔ اس لئے لامتناہی طریقہ سے ملتا بھی ہے۔''